مسنون نکاح

اس کتاب میں نکاح کے درجات، واجبات، مہر کے اقسام، انتخاب کا معیار، جائز وناجائز رشتے، بیوی شوہر کے خاندان میں برابری، نماز استخارہ کا طریقہ ونتیجہ، خطبہ نکاح کا پیغام، رخصی کا مسنون انداز، صحبت کے آداب، فیملی پلاننگ کے مسائل، ولیمہ کا طریقہ، جہیز کی شرعی حیثیت، شوہر بیوی کے آپسی حقوق، سسرالی تعلقات اور نبی کریم ﷺ کا اسوہ، خاندانی جھگڑوں کا شرعی حل، طلاق وخلع کا طریقہ اور نتائج واثرات جیسے ضروری اہم موضوعات پر قرآن وحدیث میں سلف صالحین، تحریرات اکابر سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے وقت کی اہم ضرورت کو پورا کیا گیا، دل آویز قصوں، مستند نصیحت آموز واقعات اور مسائل کی خشکی کے ساتھ ترغیب وتذکیر کی چاشنی، ہر مسئلہ میں اخلاق وقانون، حقوق وحدود، ضابطے ورابطے کی وضاحت نے کتاب کو طالبین تقوی کی آنکھوں کے لئے سرمۂ بصیرت اور ازدواجی زندگی کے مفصل رہنمایانہ خطوط کا بڑا ذخیرہ بنادیا ہے۔

مؤلفین

مفتی ابوبکر جابر قاسمی

مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی

نامِ کتاب : مسنون نکاح

مصنّفین : مفتی ابوبکر جابر قاسمی 09885052592

مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی 09550081116

صفحات : ??

سنِ طباعت : پہلا ایڈیشن، ۲۰۱۷ء م ۱۴۳۸ھ

تزئین : قبا گرافکس، حیدرآباد فون:09704172672

ناشر : مدرسہ خیر المدارس ٹرسٹ حیدرآباد

ملنے کے پتے

- مدرسہ خیر المدارس، بورابنڈہ، حیدرآباد، فون: 23836868 - 040
- دکن ٹریڈرس، پانی کی ٹانکی، مغلپورہ، حیدرآباد، فون:66710230 - 040
- فضل بک ڈپو، جامع مسجد ملے پلی، حیدرآباد، فون:9440039231 - 40 91+
- ہندوستان پیپر ایمپو ریم، مچھلی کمان، حیدرآباد، فون:66714341 - 040
- ہُدیٰ بک ڈسٹری بیوٹرس، پرانی حویلی، حیدرآباد، فون:24514892 - 040
- مکتبہ ابن کثیر، پانی کی ٹانکی، مغلپورہ، حیدرآباد، فون:09346603305
- مکتبہ کلیمیہ، یوسفین ویڈنگ مال، نامپلی، حیدرآباد
- مکتبہ نعیمیہ دیوبند، یوپی

فہرست مضامین

بیوی کے فرائض وذمہ داریاں ۲۴۰

تقریظ

محترم مفتی ابوبکر کو اللہ تعالیٰ نے دعوتی فکر و درسی ،تعلیمی ذوق کے ساتھ دین کی تحریری خدمت کا سلیقہ بھی عطا فرمایا ہے،قبل ازیں بھی موصوف محترم کے قلم سے (ان کے رفیقِ تصنیف مفتی محمد رفیع الدین حنیف قاسمی کے تعاون کے ساتھ) نہایت مفید کتابیں شائع ہوکر افادۂ عام کا سبب بنیں ، الحمد للہ موصوف کی یہ ایک اور کاوش ہے جو ''مسنون نکاح'' کے عنوان سے شائع ہورہی ہے، جوتقریباً پونے تین سوصفحات پر مشتمل اور دسیوں مستند کتب کے حوالہ جات سے مزین اور متنوع عناوین سے آراستہ،نہایت مفید مبسوط مضامین پر مشتمل ہے۔

خصوصًا موجودہ دور کے اَحوال و رُجحانات کو پیشِ نظر رکھ کر لکھی گئی مفید ترین کتاب ہے، کچھ ہی حصہ دیکھا جاسکا ، اندازہ ہوا کہ بہت محنت سے اور موجودہ اَذہان ورجحان کو پڑھ کر گویا لکھی ہوئی کتاب ہے۔

بندہ نے اس کتاب کو بہت مفید محسوس کیا ہے اللہ کرے بہت جلد شائع ہو،سب کیلئے نافع ہو۔

حق تعالیٰ موصوف کی اِس کوشش کوشرفِ قبولیت سے نوازے اور زیادہ سے زیادہ خدمتِ دین کی سعادتوں سے مالا مال فرمائے،ضرورت ہے کہ احباب متوجہ ہوں اور خوب فائدہ اُٹھائیں۔

محمد جمال الرحمن ۱۸ رشعبان ۱۴۲۳ھ

پیش لفظ

انسانی زندگی کا ہر رشتہ نکاح سے وجود میں آتا ہے، بیوی شوہر کا رشتہ جتنا مضبوط اور پر خلوص ہوتا ہے اتنا ہی سارے رشتے محبت واُلفت کی فضا میں سانس لیتے ہیں اور جتنا یہ رشتہ بے دین، رسم و رِواج کا پابند ہوتا ہے اتنا ہی سارے افرادِ خاندان لڑائی جھگڑے، پولیس، کوٹ، کچہری کی ذلت آمیز زندگی گذار رہے ہوتے ہیں، اس زندگی کے شروع ہونے سے پہلے بیوی شوہر کو اور متعلقہ خاندانوں کو بہت حساس ہدایات دیئے جانے کی ضرورت ہے، کسان بیج ڈالنے سے پہلے سوچ لیتا ہے کہ کیسی فصل اُگانا ہے، کیسے اس کی حفاظت کرنا ہے، کونسی چیزیں فصل کو تباہ و برباد کرتی ہیں، اور کونسی اس کیلئے نفع بخش ہیں، معمولی تعمیر کی بنیاد سے پہلے ماہر انجینئروں سے مشورہ کیا جاتا ہے، لیکن تعجب ہے کہ ایک مرد وعورت ماں اور باپ بننے کیلئے قدم اُٹھا رہے ہوتے ہیں اور انھیں تعلیم وتربیت کا اور زندگی کے اونچ نیچ میں اسلامی رہبری کا علم ہی نہیں ہوتا، وہ ایک پوری نسل کی بنیاد ڈال رہے ہوتے ہیں، لیکن انھیں بنیادی اُصول کا بھی علم نہیں ہوتا۔

قدیم زمانے میں مائیں بچپن ہی سے بچیوں کی تربیت دیتی تھیں کہ مَیکہ تمہاری تربیت گاہ ہے، سسرال تمہارا اصل گھر ہے، مَیکہ کے فضائل کبھی سسرال میں بیان نہ کرنا، شوہر کے حقوق ادا کرنے میں معاون بننے والی چیزیں بڑی مہارت کے ساتھ سکھادی جاتی تھیں، انہیں نرم مزاجی، خدمت گذاری، تواضع وانکساری، حیا وعفت کا جہیز دیا جاتا تھا اور مردوں کو غیرت وخودداری، احساسِ ذمہ داری، بے داغ جوانی اور خدا ترسی کا سہرا پہنایا جاتا تھا، اس لئے گھرانے جنت کا نمونہ ہوا کرتے تھے، آج ڈگریوں کی

بنیاد پر تربیت کے بغیر، علم کے گھمنڈ میں مائیں اپنی بیٹیوں کو بے صبری، خاندانی غرور، معاشی خود کفیل ہونے کے ذرائع سمجھاتی ہیں اور باپ اپنے بیٹے کو طلاق و خلع میں جلد بازی سے نہیں روکتا اور نہ ہی بہو کی تربیت کی طرف متوجہ کرتا ہے، ہمارے صوبے کے مشہور واعظ، بزرگ عالمِ دین حضرت مولانا محمد حمید الدین عاقل صاحب حسامی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: ایک خاتون نے مجھ سے آکر کہا: جب تک میں بہو تھی تو مجھے ساس بری لگتی تھی اور جب میں ساس بن گئی تو مجھے بہو بری لگنے لگتی ہے، حضرت نے جواب دیا: نہ ساس بری، نہ بہو، برائی تم میں تھی، جب تک تم بہو تھیں بڑوں کی ماننا، خدمت کے ذریعہ دل جیتنا، غصہ کو قابو کرنا اور ساس کے تجربہ سے فائدہ اُٹھانا تمہیں نہ آیا اور جب تم ساس بن گئیں تو وسعتِ ظرفی، چھوٹوں کو معاف کرنا، ان کی خوبیوں کو بتلا کر ان کی خامیوں پر پردہ ڈالنا، چھوٹوں کیلئے پیٹھ پیچھے دُعا کرنا نہ اپنایا۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرتِ والا کا یہ ملفوظ ہزاروں خاندانوں اور اس حساس رشتہ کی دُکھتی رَگ پر ہاتھ رکھتا ہے، معاشرت کا توازن، ادائیگی حقوق میں عدل، زندگی کے سرد گرم میں حسنِ اخلاق اور استقامت، ماں اور بیوی، باپ اور اولاد، بھائی اور سالے خود اپنے اور اللہ کے درمیان کے رشتہ میں اعتدال کا باقی رکھنا اور پھر ناہموار طبیعتوں کو نبھانا، یہ سارے وہ مسائل ہیں، اگر علمِ دین نہ ہو اور حسنِ تدبیر کی دولت نہ ملی ہو، اور اللہ والوں کی صحبت سے بھی محروم ہو تو اچھے اچھوں کے قدم پھسل جاتے ہیں، بیوی کو ماں کے ساتھ رکھنا بھی ضروری نہیں، ماں باپ کی پیرانہ سالی بھی اور ماں، بیوی کی طرف سے آنے والے متنوع، متضاد تقاضوں میں آدمی شریعت پر بھی قائم رہے اور رشتے بھی جڑے رہیں، یہ بہت نازک کام ہوتا ہے، بیوی کا دیوروں سے پردہ بھی ہو، اور پسِ پردہ نامحرموں کی خدمت بھی ہو، اس کیلئے نہایت تجربہ کار اہل دل علماء اور اہل اللہ کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔

اس کتاب کی تصنیف کے پیش نظر ہی سارے پہلو رہے ہیں، اور انھیں گوشوں کو

زیادہ سے زیادہ قرآن وسیرت کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے، اخلاق و تذکیر کی چاشنی کے ساتھ قانون وفقہ کے جزئیات ضمناً ذکر کردیئے گئے ہیں، اکابرینِ اُمت کی اُردو، عربی تحریروں سے ممکنہ بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔

اس کتاب کی ترتیب میں بھی مفتی محمد رفیع الدین حنیف قاسمی کی از اوّل تا آخر بھرپور تعاون اور عملی شرکت رہی اور ہم شکریہ ادا کرتے ہیں حضرت مولانا شاہ محمد جمال الرحمن صاحب مفتاحی دامت برکاتہم کا، کہ حضرتِ والا نے اپنے بابرکت کلمات سے ہمیں نوازا، اور ہمیشہ ہی ان کی ہمت افزائیاں شاملِ حال رہیں......اللہ تعالیٰ حضرت والا کو صحت وعافیت عطا فرمائے، تادیر ان کے سائے کو ہم پر قائم رکھے اور اس کتاب کو ہمارے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے......آمین۔

محمد ابوبکر جابر قاسمی

۲۲ رشعبان ۱۴۳۳ھ
۱۳ رجولائی ۲۰۱۲ء
بروزِ جمعہ

مقدمہ طبع جدید

الحمدللہ! پروردگار عالم نے اس کتاب کو غیر معمولی قبولیت بخشی، خاص طور پر نکاح کے وقت اس قسم کی کتابوں کا شدید تقاضہ رہتا ہے اور رہنا بھی چاہئے، پہلے ایڈیشن میں بندہ نے اور اس کے رفیقِ تصنیف نے اردو عربی، اگلے پچھلے علماء کرام کی کتابوں سے بھر پور استفادہ کیا تھا، مزید نئے ایڈیشن کے لئے اس دوران لکھی گئی نئی نئی کتابوں کا مطالعہ کیا گیا، دعوتی میدان اور عوامی رابطہ کی وجہ سے پیش آنے والے مسائل، حل اور موجودہ زمانے کے اعتبار سے تربیتی مضامین شامل کئے جا چکے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ نکاح میں صرف دو خرچ ہیں، وہ بھی مرد کے ذمہ میں، مہر کا خرچ جو واجب ہے، ولیمہ کا خرچ جو سنت ہے، اگر علماء کرام یا دیندار لوگوں کی مکمل سر پرستی رہی اور عورتوں کی بے جا مداخلت ، رسوم کی پابندی نہیں کی گئی تو یہ نکاح کا ہمالیہ آسانی سے گذر سکتا ہے، سب سے زیادہ کام کی چیز اکابر کے وہ تجربات بھی ہیں جو کتاب کے آخر میں ذکر کئے گئے ہیں۔

کتابوں کے علاوہ دلہا اور دلہن کو زبانی رہبری اور کونسلنگ کی وقتاً فوقتاً بہت ضرورت پڑتی رہتی ہے، اردو جاننے والا طبقہ بہت کم ہے، پڑھنے کا ذوق ختم ہو چکا، نکاح سے پہلے صدرِ خاندان یا علماء کرام اس کتاب کی روشنی میں ہدایات دینے کا کام بآسانی انجام دے سکتے ہیں، خیر المدارس حیدرآباد کے بعد دیوبند دہلی کا مشہور عالمی ادارہ ''فیصل انٹرنیشنل'' اس کتاب کو چھاپ رہا ہے، رب العالمین قبول فرمائے (آمین)

۲۲ر ربیع الاوّل ۱۴۲۸

۲۲ر دسمبر ر ۲۰۱۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام میں نکاح کی اہمیت

نکاح ایک انسانی ضرورت ہے، اسی سے نسلِ انسانی قائم ہے، اسی سے خاندان اور برادریاں وجود میں آتی ہیں ، قرابت اور رشتہ داریاں پیدا ہوتی ہیں ، اسلام نے نہ صرف اس انسانی ضرورت کا خیال رکھا ہے؛ بلکہ دوسرے مذاہب کے برخلاف اس کو عبادت واطاعت کا ایک جزء قرار دیا ہے۔

ارشادِ خداوندی ہے:

{فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ} (۱)

عورتوں میں سے جو تمہیں پسند آئے اس سے نکاح کرو۔

ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے نکاح کو اپنی سنت قرار دیا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نکاح میری سنت ہے جو شخص میری سنت پر عمل نہیں کرتا، وہ میرے طریقے پر نہیں، ''النكاح من سنتي، فمن لم يعمل بسنتي فليس مني'' (۲)

---

(۱) النساء:۳

(۲) ابن ماجہ: کتاب النکاح: باب ما جاء فی فضل النکاح، حدیث:۱۸۴۶، بوصیریؒ کہتے ہیں کہ: عیسیٰ بن میمون کی وجہ سے اس کی سند ضعیف ہے، لیکن اس کا ایک صحیح شاہد موجود ہے، صحیحین اور اس کے علاوہ میں بھی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ایک شاہد موجود ہے، اسے بزار نے اپنی مسند میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے نقل کیا ہے۔ مصباح الزجاجة: کتاب النکاح، باب فضل النکاح:۱/ ۲۸۴

نکاح انسانی زندگی کی تکمیل اور سکون وراحت کا ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ عین عبادت بھی ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کو اللہ عزوجل نے نیک بیوی عطا فرمائی تو یقینا اللہ نے نصفِ دین پر اس کی مدد فرمائی؛ لہٰذا آئندہ باقی نصف (آدھے) دین کے بارے میں اللہ سے ڈرتا رہے:

''من رزقه الله امرأة صالحة فقد أعانه الله على شطر دينه، فليتق الله في الشطر الثاني''(۱)

ایک دوسری روایت میں ہے: جب بندہ نکاح کر لیتا ہے تو وہ یقینا اپنے آدھے دین کو مکمل کر لیتا ہے؛ لہٰذا باقی آدھے کے بارے میں اللہ سے ڈرے:

''إذا تزوج العبد فقد كمل نصف الدين ، فليتّق الله فى النصف الباقى''(۲)

ایک موقع سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانوں کو نکاح کی ترغیب دیتے ہوئے اور اس کے فوائد ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو بھی شادی کی طاقت رکھتا ہو وہ ضرور نکاح کرے؛ اس لئے کہ نکاح بدنگاہی اور شرمگاہ کی حفاظت کا ذریعہ ہے ''فإنه أغضّ للبصر وأحصن للفرج'' (۳)

نیک اطاعت شعار، فرمانبردار، وفادار اور امانت دار بیوی کو تقویٰ کے بعد سب سے بہتر سامان قرار دیا ہے، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کے حق میں تقویٰ اور اللہ کے ڈر وخوف

---

(۱) المعجم الاوسط للطبرانی: ۱/ ۲۹۴، حدیث: ۹۷۲، دار الحرمین، القاهرة، الطبعة: ۱۴۱۵ھ حاکمؒ نے اس روایت کو صحیح السند کہا ہے، اور ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے۔ مستدرک حاکم: کتاب النکاح، حدیث: ۲۶۸۱

(۲) شعب الایمان: فصل فی الترغیب فی النکاح، حدیث: ۵۴۸۶، دار الکتب العلمیة بیروت، اس روایت کو البانی نے حسن لغیرہ کہا ہے۔

(۳) بخاری: کتاب الصوم، باب الصوم لمن خاف علی نفسه العزوبة، حدیث: ۱۸۰۶

کے بعد سب سے بہتر سامان نیک بیوی ہوتی ہے، اگر وہ اسے حکم کرے تو وہ اس کی اطاعت کرے، اگر وہ اسے دیکھے تو وہ اس کو خوش کر دے، اگر وہ اس کے بارے میں کسی چیز کیلئے قسم کھالے تو اُسے پورا کرے:

''ما استفاد المؤمن بعد تقوى الله خير له من زوجة صالحة ... الخ''(۱)

نکاح کے مقاصد

☆ جیسا کہ ابھی معلوم ہوا، اسلام نے نکاح کو نہ صرف جائز قرار دیا ہے؛ بلکہ اسے معاملات سے بڑھ کر عبادت کا درجہ دیا ہے؛ اور بسا اوقات اسے نفلی عبادت کی مصروفیت سے زیادہ اہم قرار دیا گیا ہے، کسی بھی چیز کی اہمیت کو سمجھنے کیلئے اس کے مقاصد کو پیش نظر رکھا جاتا ہے، لہٰذا نکاح کے مندرجہ ذیل مقاصد ہیں:

اسلام کی نگاہ میں نکاح کا اوّل مقصد اولاد کا حصول ہے؛ اس لئے قرآنِ مجید میں بیوی کو مرد کیلئے کھیتی قرار دیا گیا{نِسَآءُ کُمۡ حَرۡثٌ لَّکُمۡ فَأۡتُوۡا حَرۡثَکُمۡ اَنّٰی شِئۡتُمۡ}(۲) تمہاری بیویاں تمہارے لئے کھیت ہیں۔

ایک دوسری روایت کے الفاظ ہیں: ''تزوّجوا الودود الولود، فإني مكاثر بكم الأمم''(۳) کثرت سے بچے پیدا کرنے والی عورت سے شادی کرو؛ اس لئے کہ قیامت کے دن میں تمہاری زیادتی کی وجہ سے فخر کروں گا۔

---

(۱) ابن ماجہ: کتاب النکاح: باب افضل النساء: ۱۸۵۷ علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اسے طبرانی نے اس کے پہلے دو جملوں کے ساتھ مختصر کر کے لکھا ہے، دیگر لوگوں نے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے، لیکن اس کے شواہد موجود ہیں جس سے یہ پتہ چلتا ہے اس کی اصل موجود ہے: الافصاح فی احادیث النکاح للهیثمی: الحدیث السادس: ۱/۸

(۲) البقرۃ: ۲۲۳

(۳) ابوداؤد: کتاب النکاح، باب من تزوج الودود الولود، حدیث: ۲۰۵۰، علامہ سخاویؒ ''المقاصد الحسنة'' میں فرماتے ہیں کہ: اس کو حاکم اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے: ۱/۲۶۹

حضراتِ انبیاء علیہم السلام خصوصًا حضرت ابراہیم اور حضرت زکریا علیہما السلام نے بھی نیک اور صالح اولاد کیلئے دعا مانگی ہے جس کا ذکر اللہ عزوجل نے قرآنِ کریم میں فرمایا ہے۔(۱)

نیکوکار اور صالح لوگوں نے بھی نیک اولاد و ازواج (بیویوں) کیلئے دعا کی ہے، ارشادِ خداوندی ہے: {هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ}(۲) اے ہمارے پروردگار! ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔

☆ نکاح کا ایک دوسرا اہم مقصد عفت وعصمت اور پاک دامنی کا حصول ہے کہ جائز اور فطری طریقے سے انسان کی نفسانی خواہش کی تکمیل ہو؛ چنانچہ نکاح کو بدنگاہی اور بے عفتی سے حفاظت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے، حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے "اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو اسبابِ جماع کی قدرت رکھتا ہو اس کو نکاح کر لینا چاہئے؛ کیونکہ یہ نگاہ کو محفوظ رکھتا ہے اور شہوت کی جگہ کو بچاتا ہے "فانّہ أغضّ للبصر وأحصن للفرج"(۳)

ایک دوسری روایت میں نکاح کو عفت اور عصمت کی حفاظت اور دنیا کی آلائش اور گندگیوں سے بچاؤ کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے جو شخص پاک وصاف ملنا چاہے تو اس کو شریف عورتوں سے شادی کرنا چاہیے "من أراد أن يلقى الله طاهرا مطهرا فليتزوج الحرائر"(۴)

☆ نکاح کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ نکاح کے ذریعہ مرد وعورت ایک دوسرے کیلئے سکون وراحت کے حاصل کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں، ہر قسم کے غم اور اندیشے ایک

---

(۱) الصافات: ۱۰۰، مریم: ۶ (۲) الفرقان: ۷۴

(۳) بخاری: کتاب الصوم، باب الصوم لمن خاف علی نفسہ العزوبۃ، حدیث: ۱۸۰۶

(۴) ابن ماجہ: کتاب النکاح، باب تزویج الحرائر والولود، حدیث: ۱۸۶۲، یہ حدیث ضعیف ہے: مصباح الزجاجۃ: کتاب النکاح: ۱/۲۸۸

دوسرے میں بانٹ لیتے ہیں، چنانچہ اللہ عزوجل نے اسی حوالہ سے ارشاد فرمایا ہے{لِتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا}(۱) تاکہ تم اپنی عورت سے سکون حاصل کرو۔

ایک آیت میں میاں بیوی کی قربت اور تعلق کا ذکر کرتے ہوئے اللہ عزوجل نے فرمایا: یہ ایک دوسرے کیلئے لباس کے درجے میں ہیں، جس سے گرمی اور سردی کا دفاع کیا جاتا ہے ایسے ہی یہ ایک دوسرے کی خامیوں اور خرابیوں پر پردہ کیلئے لباس کی حیثیت رکھتے ہیں{هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ}(۲) وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کیلئے لباس ہو۔

☆ نکاح کا مقصد خاندانی نظام عطا کرنا بھی ہے، اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں سوائے انسانوں اور جنوں کے کسی میں بھی اس طرح خاندان و قبیلے بنانے کا طریقہ نہیں رکھا، اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے انتہا حکمت و مصلحت ہے، اللہ تعالیٰ نکاح کے ذریعہ انسانوں میں دو خاندانوں کو آپس میں رشتہ دار بناتا اور ایک نئے خاندان کا اضافہ کرتا ہے، جس کی وجہ سے ایک انسان، ماں، باپ، بھائی، بہن، دادا، داری، نانا، نانی، ماموں اور چچا کے رشتوں سے ایک دوسرے سے تعلقات پیدا کرتے اور جوڑتے ہیں۔

نکاح کے درجات

نکاح کی ضرورت اور حالات کے لحاظ سے نکاح کے چار درجے ہیں:

فرض نکاح

اگر وسعت کے ساتھ بہت زیادہ تقاضہ ہے کہ بغیر نکاح کیے ہوئے حرام فعل میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے تو نکاح کرنا فرض ہے، حرام میں حرام نظر اور مشت زنی بھی داخل ہے۔

---

(۱) الروم:۲۱

(۲) البقرۃ:۱۸۷

واجب نکاح

اگر نکاح نہ کرنے کی صورت میں گناہ میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو، اور وسعت بھی ہو، چاہے اس قدر کہ روز کمائے اور روز کھائے تو نکاح واجب ہوگا؛ تاکہ اپنے آپ کو پاک دامن رکھ سکے اور حرام سے بچا رہے، اگر نکاح نہ کرے تو گناہ گار ہوگا، ارشادِ خداوندی ہے: {فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ} (۱) اور عورتوں میں سے جو تم کو پسند ہو نکاح کرلو، دو دو عورتوں اور تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے۔

مسنون نکاح

اگر جنسی اعتبار سے نکاح کی حاجت ہو، مگر اس قدر شدید حاجت نہ ہو کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں گناہ میں مبتلا ہو جائے تو پھر نکاح مسنون ہے۔

حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: اے نوجوانوں کی جماعت! جو تم میں سے اسبابِ نکاح کی قدرت رکھتا ہو تو وہ نکاح کرلے؛ کیونکہ یہ نگاہوں کو پست اور شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہے اور جو شخص اس کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اس کو روزہ رکھنا چاہئے؛ کیونکہ یہ شہوتوں کو توڑتا ہے ''فإنه أغضّ للبصر وأحصن للفرج ومن لم يستطع فعليه بالصوم فإنه له وجاء''(۲)

اس حدیث میں نکاح اور روزے کے درمیان اختیار یہ اس کے مسنون ہونے کو بتلاتا ہے:

> جس شخص میں جنسی خواہش نہ ہو، اور وہ صنفی تعلقات سے معذور ہو، خواہ پیدائشی طور پر یا عمر کی زیادتی یا بیماری وغیرہ کی وجہ سے تو ایسے شخص کو نکاح نہیں کرنا چاہئے؛ کیونکہ وہ بیوی کے حقوق کی ادائیگی پر قدرت نہیں رکھتا ہے۔

---

(۱) النساء:۳۱

(۲) بخاری: کتاب الصوم، باب الصوم لمن خاف علی نفسه العزوبة، حدیث:۱۸۰۶

ممنوع نکاح

اگر اندیشہ ہے کہ بیوی کا حق ادا نہ کر سکے گا خواہ حقِ نفس ہو یا خواہ حقِ مال ہو تو ایسے شخص کیلئے نکاح کرنا ممنوع ہے۔

اولاد کی شادی میں تاخیر کا گناہ:

رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کے یہاں لڑکا پیدا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اس کا نام اچھا رکھے اور اسے نیک ادب سکھائے (یعنی شریعت کے احکام اور آداب زندگی کے اسلامی طریقے سکھائے؛ تاکہ وہ دنیا وآخرت میں کامیاب اور سربلند ہو) پھر وہ بالغ ہو جائے تو اس کا نکاح کرادے، اگر لڑکا بالغ ہو اور شادی کے خرچہ کی قدرت رکھتا ہو اس کے باوجود) اس کا نکاح نہ کرے اور پھر وہ لڑکا برائی میں مبتلا ہو جائے یعنی جنسی بے راہ روی کا شکار ہو جائے) تو اس کا گناہ باپ پر ہوگا۔ ''فإن بلغ ولم يزوجه فأصاب إثما فإنما إثمه على أبيه'' (۱)

نکاح کے ارکان وواجبات

اسلامی شریعت میں نکاح کے کچھ ارکان وشرائط ہیں:

نکاح کا رکن ایجاب اور قبول ہے، اس کی بہت ساری شرطیں ہیں، ان میں دو شرطیں اہم اور ضروری ہیں، ان دونوں شرطوں میں سے کوئی ایک شرط بھی فوت ہو جائے تو نکاح ہی نہیں ہوتا۔

۱- نکاح میں ایجاب وقبول (''میں نے نکاح کیا'' کہنا) کے صحیح ہونے کیلئے جانبین کی مجلس کا ایک ہونا ضروری ہے، اگر مجلسِ نکاح میں جانبین میں سے کوئی ایک خود یا ان کا وکیل موجود ہے؛ لیکن دوسری جانب نہ وہ خود بنفسِ نفیس موجود ہے اور نہ اس کا وکیل وہاں پر موجود ہے؛ بلکہ دوسری جگہ سے ٹیلیفون سے ایجاب وقبول کرتا ہے تو یہ شرعی طور پر نکاح نہیں ہوگا، چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں:

---

(۱) شعب الإيمان، الستون من شعب الإيمان، حديث: ۸۶۶۶

''ومن شرائط الایجاب والقبول اتحادالمجلس''(۱) ایجاب وقبول کی شرطوں میں سے مجلس کا ایک ہونا بھی ہے۔

۲- مجلسِ نکاح میں دو گواہوں کا ایک ساتھ موجود ہونا شرط ہے، ان دو گواہوں کا اسی مجلس میں ہونا، عاقدین کی باتوں کا ایک ساتھ سننا بھی شرط ہے اور ساتھ ہی یہ بھی شرط ہے کہ نکاح میں ایجاب وقبول کرنے والے دونوں خود یا ان دونوں کے وکیل وہاں موجود ہوں؛ لہٰذا اگر میاں بیوی میں سے ایک خود یا اس کا وکیل وہاں موجود ہے اور دونوں گواہوں نے ایک ساتھ اس کی بات براہِ راست سنی ہے اور دوسرا خود یا اس کا وکیل مجلس میں موجود نہیں ہے؛ بلکہ اس کی آواز ٹیلیفون سے سنی جارہی ہے تو دونوں گواہوں کا اس کا ٹیلی فون میں سننے کا اعتبار نہیں ہے، مجلسِ نکاح میں گواہوں کی موجودگی بھی ضروری ہے اس بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا: ''البغایا التي ینکحن أنفسهن بغیر بیّنةٍ'' (۲) ''وہ عورتیں بدکار ہیں جو اپنا نکاح گواہوں کے بغیر کرتی ہیں''۔

ٹیلیفون سے نکاح اور اس کے جواز کی صورتیں

۱- لڑکے کی طرف سے ٹیلی فون میں جہاں لڑکی رہتی ہے وہاں کسی معتبر آدمی کو وکیل بنادے اور ٹیلی فون میں وکیل بنانا جائز اور درست ہے، پھر جہاں لڑکی ہے وہاں مجلسِ نکاح قائم ہوجائے ، اور لڑکی کی طرف سے قاضی لڑکے کے ولی سے گواہوں کی موجودگی میں لڑکے کی طرف سے مقرر کردہ وکیل کو مخاطب کر کے یوں کہے کہ: میں نے فلانی لڑکی کا نکاح اتنے مہر پر آپ کے مؤکل فلاں لڑکے کے ساتھ کردیا ہے، آپ نے اپنے مؤکل کی طرف سے اس کو قبول کرلیا؟ تو لڑکے کا وکیل اس طرح قبول کرے کہ: میں نے فلاں لڑکی کو اپنے مؤکل کے

---

(۱) ردالمحتار: کتاب النکاح: ۴/۷۱، مکتبہ زکریا دیوبند

(۲) ترمذی: باب ما جاء لا نکاح الا بینة، حدیث: ۱۱۰۳

نکاح میں قبول کرلیا، تو یہ نکاح درست ہوجائے گا۔

۲- دوسری شکل یہ ہے کہ لڑکی سے نکاح کی اجازت لے کر ٹیلی فون پر براہِ راست لڑکے کو اطلاع کردیں کہ اتنے مہر پر فلاں لڑکی کا نکاح تمہارے ساتھ کرنے کی اجازت مل گئی ہے، میں تم کو اجازت دینا چاہتا ہوں کہ اپنے یہاں نکاح کی مجلس قائم کرلو اور دو گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرلو اب وہ لڑکا تین آدمیوں کو جمع کرکے ان میں سے دو کو گواہ بنائے، ایک کو لڑکی کی طرف سے وکیل بنادے، پھر اس طرح ایجاب وقبول ہوجائے کہ لڑکی کا وکیل کہے کہ: میں نے فلاں لڑکی کا نکاح اتنے مہر پر آپ کے ساتھ کردیا ہے اور لڑکا یہ کہے کہ: میں نے قبول کرلیا، تو اس طرح نکاح ہوجائے گا۔

۳- لڑکی سے اجازت لے کر لڑکی کا وکیل جہاں لڑکا رہتا ہے وہاں کسی معتبر آدمی کو ٹیلیفون پر وکیل بنادے، پھر وہ وکیل نکاح کی مجلس قائم کرے، دو گواہوں کی موجودگی میں لڑکے کو مخاطب کرکے کہے کہ: میں نے فلاں لڑکی جو فلاں جگہ رہتی ہے، اس کا نکاح اتنے مہر پر تمہارے ساتھ کردیا ہے تو لڑکا کہے کہ: میں اس کو اپنے نکاح میں قبول کرلیا تو اب شرعی طور پر یہ نکاح ہوگیا۔

انٹرنیٹ پر نکاح

انٹرنیٹ پر آدمی کی تصویر نظر آتی ہے، آوازیں بھی سنائی دیتی ہیں، ایسے لگتا ہے کہ جس لڑکے یا لڑکی کے ساتھ انٹرنیٹ پر نکاح کیا جارہا ہے وہ مجلسِ نکاح میں موجود ہے، ادھر سے جب قاضی مجلسِ نکاح میں ایجاب کرتا ہے تو لڑکا یا لڑکی کی تصویر انٹرنیٹ پر آواز کے ساتھ بولتی ہے اور قبول کرنے کے الفاظ استعمال کرتی ہے، اس سے کوئی یہ سمجھ سکتا ہے کہ نکاح کی ساری شرطیں یہاں موجود ہیں، یہ محض دھوکہ ہے، اس سے نکاح منعقد نہیں ہوگا؛ کیونکہ نکاح کے صحیح ہونے کیلئے ایجاب وقبول کرنے والے عاقدین کا خود یا دونوں کے وکیل کا بذاتِ خود مجلسِ نکاح میں ہونا ضروری ہے، انٹرنیٹ پر جو تصویر

نظر آتی ہے وہ اصل آدمی نہیں ہوتا؛ اس لئے انٹرنیٹ پر جانبین سے ایجاب وقبول اسی طرح درست نہیں، جس طرح ٹیلیفون پر معتبر نہیں؛ البتہ انٹرنیٹ پر نکاح کے صحیح ہونے کیلئے وہی شکلیں اختیار کی جاسکتی ہیں جو ٹیلیفون پر کی جاتی ہیں۔

انٹرنیٹ پر لڑکے کی طرف سے وکیل بنادیا جائے، پھر وہ وکیل جہاں لڑکی ہے وہاں مجلسِ نکاح قائم کرے یا اس کے برعکس (اُلٹا) لڑکی کی طرف سے انٹرنیٹ پر وکیل بنادیا جائے، پھر وہ وکیل جہاں لڑکا ہے وہاں مجلسِ نکاح قائم کرے، پھر مجلسِ نکاح میں ایجاب وقبول ہوجانے کے بعد فون یا انٹرنیٹ سے دوسرے کو اطلاع کردے کہ تمہارے شرائط کے مطابق نکاح ہوچکا ہے، یہ سب شکلیں ایسی ہیں جیسے حضور ﷺ کا نکاح نجاشی شاہِ حبشہ نے آپ ﷺ کی طرف سے وکیل بن کر دیا تھا۔

اس طرح کی وکالت کے جواز کی دلیل یہ بھی ہے کہ شرعاً خط وکتابت کے ذریعے وکیل بنانا جائز ہے، اور دورِ نبوت، دورِ صحابہ اور ائمۂ مجتہدین اور فقہاء کے دور میں خط وکتابت ہی ایک ذریعہ تھا، ٹیلیفون، فیکس، ٹیلی ویژن چینل، انٹرنیٹ وغیرہ جدید ذرائع مواصلات کا اس زمانہ میں تصور اور وہم وگمان بھی نہ تھا۔

آج کے دور میں جب جانے پہچانے آدمی سے فون پر بات چیت ہوجاتی ہے تو وہ رجسٹری خط اور دو آدمی کے ذریعہ لائے ہوئے خط سے بھی کہیں زیادہ معتبر ہوجاتی ہے، خط وکتابت کے حجت ہونے پر علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

’’وکذا ما یکتب الناس فیما بینھم یجب أن یکون حجّۃ للعرف‘‘(۱)

اور ایسے ہی جو تحریر لوگ اپنے درمیان لکھتے ہیں وہ لازمی طور پر حجت شرعی ہے، لوگوں کے درمیان متعارف ہونے کی وجہ سے۔

وکالت کے درست ہونے پر فتاویٰ عالمگیری کی یہ عبارت واضح طور پر دلالت کرتی ہے:

---

(۱) ردالمحتار:۱/۵۰۲

’’إذا وکّلت المرأة رجلاً أن یُزوّجها أو أجازت ما صنع فاوصیٰ الوکیل إلٰی رجلٍ أن یُزوّجها‘‘(۱)

جب عورت کسی مرد کو وکیل بنادے کہ وہ اس کا نکاح کرادے یا اس نے جو نکاح کیا ہے اس کی اجازت دے دے، پھر وکیل کسی کو اس کے نکاح کردینے کی وصیت کرے۔

بالغ لڑکی کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا

بالغ لڑکی جس کا نکاح پہلے کسی سے نہ ہوا ہو، اس کا نکاح اس سے اجازت لے کر کیا جائے، اسے بتادیں کہ فلاں لڑکا فلاں خاندان کا اور فلاں پیشہ والا ہے اور اس کی مالی حیثیت ایسی ہے اس سے تیرا نکاح کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے، اگر تیری اجازت ہو تو اس سے نکاح کردیں، جب اس سے یہ بات کہہ دی گئی اور اس نے خاموشی اختیار کرلی تو یہ اس کی اجازت سمجھی جائیگی لیکن زبان سے صاف طور پر کہہ دے تب بھی یہ اجازت بدرجۂ اولیٰ معتبر ہوگی، اگر اس نے انکار کردیا تو اس کا نکاح درست نہیں ہوگا، بعض لوگوں پر ایسی جہالت سوار ہوتی ہے کہ بالغ لڑکی کے انکار کے باوجود اپنا وعدہ نباہنے کیلئے اس کا نکاح کردیتے ہیں یہ بدترین ظلم ہے اور سخت حرام ہے؛ چونکہ جب لڑکی نے اجازت ہی نہیں دی تو نکاح ہی نہیں ہوا، اب میاں بیوی کے تعلقات بھی زنا میں شمار ہوں گے۔

اس کے ساتھ ساتھ فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ جس بالغ لڑکی کا نکاح پہلے نہ ہوا ہو اس کا ولی جب نکاح کی اجازت لے تو اس کی خاموشی اس کا ہنسنا یا مسکرانا یا رونا جبکہ انکار نہ ہو تو یہ اجازت شمار ہوگی اور اگر یہ تمام چیزیں انکار کے انداز میں ہوں تو اجازت شمار نہ کی جائے گی:

’’والمعوّل اعتبار قرائن الأحوال فی البکاء والضحک،

---

(۱) فتاویٰ ہندیۃ: الفصل الأول فی الوکالۃ بالنکاح: ۳/۶۱۰، مکتبۃ دارالفکر بیروت

فإن تعارضت واشكل احتيط‘‘(۱)

رونے اور ہنسنے میں احوال کے دلالات کا اعتبار ہوگا، اور اگر تعارض ہوجائے اور معاملہ مشکل ہوجائے تو احتیاط کیا جائے گا۔

اور جس لڑکی کا ایک بار پہلے نکاح ہو چکا ہو، اور اب (شوہر کی موت یا وقوعِ طلاق کے بعد عدت گذار کر دوسرا نکاح کرنا چاہے) تو اس کا ولی جب لڑکے کی صفات اور حالات بیان کر کے اجازت لے تو اس کا خاموش رہ جانا اجازت میں شمار نہ ہوگا؛ بلکہ جب تک زبان سے صاف لفظوں میں اجازت نہ دے اجازت نہ سمجھی جائے گی۔

جہاں یہ ضروری ہے کہ بالغ عورت کی اجازت کے بغیر نکاح نہیں ہوتا، اسی طرح جن چیزوں میں بیوی شوہر میں برابری کا لحاظ شریعت نے کیا ہے اُسے چھوڑ کر لڑکی اپنی شادی نہیں کرسکتی ہے، باپ، دادا ایسے نکاح کو چاہے تو توڑوا سکتے ہیں، اصل شریعت کی روح یہ ہے کہ لڑکی، لڑکا اور دونوں کے سرپرستوں کی باہمی رضامندی سے رشتہ طئے ہوں یہی وجہ ہے کہ دنیا میں جو رشتے فسق و فجور میں پڑ کر آوارگی میں اپنے بڑوں کی اجازت کے بغیر کرلیے جاتے ہیں، وہ ننانوے فیصد ناکام ہوتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے: لڑکی خود اپنا نکاح نہ کرآئے، وہ عورت بدکردار ہے جو اپنا نکاح خود کراتی ہے: ’’فإن الزانية هي التي تزوج نفسها‘‘(۲) اور ایک دوسری حدیث ہے: عورتوں کا نکاح اپنے مناسب، برابر خاندانوں ہی میں کرائیں اور ان کے سرپرست ہی ان کا نکاح کرائیں۔

---

(۱) البحر الرائق: باب الأولياء والأكفّاء، ۱۲۱/۳، دار المعرفة، بیروت

(۲) سنن الدار قطنی: کتاب النکاح، حدیث: ۲۵، ابن الملقن کہتے ہیں: اس حدیث کی سند جید ہے، البدر المنیر: ۵۶۳/۷، دار الهجرة للنشر والتوزيع

مہر کی حقیقت واہمیت

مہر کی اہمیت شرعی نقطۂ نظر سے

شریعت نے عصمتِ انسانی کی اہمیت وقدر کو بتلانے کیلئے شوہر پر بیوی کیلئے ایک خاص مالی حق رکھا ہے، جس کو مہر کہا جاتا ہے، حدیث میں بعض مواقع سے اسے ''صداق'' یا کسی اور نام سے تعبیر کیا گیا ہے، ارشادِ خداوندی ہے: وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً (۱) عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے ادا کر دیئے جائیں۔

اور ایک جگہ ارشادِ خداوندی ہے: وَاُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ (۲) اور ان عورتوں کے علاوہ دوسری عورتیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں یعنی یہ کہ ان کو اپنے مالوں کے ذریعہ سے حاصل کرو۔

مہر کی مقدار

قرآنِ مجید میں وضاحت کے ساتھ یہ بات بتلائی گئی ہے کہ مہر کی زیادہ سے زیادہ کوئی مقدار متعین نہیں، ارشادِ خداوندی ہے: اٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا (۳) اور تم اس کو انبار کا انبار مال دے چکے ہو۔

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ نے ایک خاتون سے نکاح کیا تو اُسے سَو باندیاں بطورِ مہر بھیجیں اور ہر باندی کے ساتھ ایک ہزار درہم:

''تزوّج الحسن بن علی امرأة قال: فأرسل إليها بمائة

(۱) النساء:۴

(۲) النساء:۲۴

(۳) النساء:۲۰

جارية مع كل جارية ألف درهم‘‘(۱)

حضرت امام ابو حنیفہؒ کے یہاں مہر کی کم سے کم مقدار دس درہم ہے، جس کا وزن موجودہ زمانے کے گراموں کے حساب سے تیس گرام چھ سو اٹھارہ ملی گرام چاندی ہوتی ہے؛ لہٰذا دس گرام کے تولے کے حساب سے تین تولہ چھ سو اٹھارہ ملی گرام ہوتے ہیں، احناف کے پیشِ نظر وہ روایت ہے جس میں فرمایا گیا ہے ’’لا مهر أقلّ من عشرة دراهم‘‘(۲)

مہر کے متعین کرنے میں درمیانی راہ اختیار کرنی چاہئے، نہ اس قدر معمولی مہر ہو کہ اس کی کوئی قدر نہ رہے اور نہ اتنا زیادہ ہو کہ اس کی ادائیگی دشوار ہو جائے؛ بلکہ اس قدر مہر مقرر کرے جس قدر مرد کی معاشی حالت متقاضی ہے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مہر باندھنے میں غلو کو ناپسند فرمایا ہے اور کہا ہے کہ: زیادہ مہر باندھنا دنیا کے اندر عزت کی چیز ہوتی یا اللہ کے نزدیک تقویٰ کی چیز ہوتی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مقابلے میں اپنے ازواج کیلئے زیادہ مہر باندھنے کے مستحق تھے:’’ فإنها لو كانت مكرمة في الدنيا أو تقوى عند الله لكان أولكم بها نبي الله صلى الله عليه وسلم‘‘ میں نہیں جانتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے براہِ راست کسی عورت سے نکاح کیا ہو یا اپنی بیٹیوں میں

---

(۱) مجمع الزوائد: باب الصداق، حدیث:۷۵۰۳۰، اسے طبرانی نے روایت کیا ہے، اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

(۲) سنن البیهقی الکبریٰ: باب ما یجوز ان یکون مهرًا حدیث:۱۴۱۶۶ ابن ہمامؒ نے ’’فتح القدیر:۳/۱۷/۴۱۲، میں کہا ہے کہ: پھر ہم نے اس روایت کو شیخ برہان الدین الحلبیؒ کی ’’شرح بخاری‘‘ میں پایا، وہ یہ کہتے ہیں کہ: اس کو بغوی نے حسن کہا ہے، حافظ ابن حجرؒ نے اس کو ایک دوسری سند کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد کہا ہے: یہ اس سند کے اعتبار سے حسن سے کم درجے کی نہیں ہے، اس کی وہ سند یہ ہے: علامہ حجر کہتے ہیں کہ: ابن ابی حاتم نے کہا: ہم سے عمرو بن عبداللہ الاودی نے بیان کیا، ان سے وکیع نے، وہ عباد بن منصور سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے قاسم بن محمد نے بیان کیا کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی کریم ا نے فرمایا: ولا مهر أقل من عشرة (هامش نصب الراية: باب المهر:۲/۱۹۲)

سے کسی کا نکاح کردیا ہو ساڑھے بارہ اَوقیہ پانچ سو درہم سے زیادہ پر۔(۱)

دورِ نبوت اور صحابہ میں مہر کی قسمیں

دورِ نبوت وصحابہ میں چار طرح کے مہر کا ثبوت ملتا ہے، یہ آدمی کی مالی حیثیت وحالت پر موقوف ہے، وہ اپنی حیثیت کا اندازہ کرکے اپنے آپ کو جس قسم میں پاتا ہے اسی اعتبار سے مہر مقرر کرے، نہ غریب زیادہ مہر مقرر کرکے اپنے آپ کو گراں بار کردے اور مشقت میں ڈالے رہے اور نہ امیر کبیر لوگ کم درجے کا مہر اپنی حیثیت سے نیچے اتر کر مقرر کریں۔

اَقلِّ مہر اور مہر اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا

غریب، مزدور، رکشہ راں، ٹھیلے والے جن کا گذر بسر روز کی کمائی پر ہوتا ہے، اگر اتفاق سے دس دن کیلئے ان کی کمائی رک جائے تو دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے کے محتاج ہوجائیں، ایسے لوگ مہر کی کم سے کم مقدار جو اوپر دس درہم کے تحت مذکور ہوئی (جس کا وزن موجودہ زمانے کے گراموں کے لحاظ سے تیس گرام چھ سو اٹھارہ ملی گرام ہوتا ہے) وہی ادا کریں، اگر کوئی شخص اس سے کم مہر باندھے گا تو اس پر یہی مقدار یا اس کی قیمت مہر میں دینا واجب ہوگا۔(۲)

ایسے غریب لوگوں کیلئے مہر کی یہی مقدار مقرر کرنا مسنون ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح فرمایا تھا اس میں صرف دس درہم مہر باندھا تھا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس درہم کی قیمت کے سامان پر نکاح فرمایا تھا: ''تزوّج أم سلمة على متاع بيتٍ قيمته عشرة دراهم''(۳)

---

(۱) ابوداؤد: کتاب النکاح، باب الصداق، حدیث:۲۰۶ا، امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے: ترمذی: حدیث: ۱۱۱۴ (۲) ہدایہ: ۲/ ۳۰۴

(۳) مجمع الزوائد: باب الصداق، حدیث: ۷۴۸۷، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں عمر بن ازہر یہ متروک ہیں۔

مہر فاطمہ رضی اللہ عنہا

دوسرے قسم کا مہر جو دورِ نبوت اور صحابہ میں رائج تھا وہ مہر فاطمی ہے، جس کے بارے میں راجح قول پانچ سو درہم کا ہے؛ اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زرہ کی قیمت کا حساب پانچ سو درہم کا ہوتا ہے، جس کو فروخت کر کے حضرتِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر ادا کیا گیا۔(۱)

پانچ سو درہم موجودہ زمانے کے حساب سے پندرہ سو تیس گرام اور نو سو ملی گرام چاندی ہے یعنی ڈیڑھ کلو تیس گرام نو سو ملی گرام چاندی مہر فاطمی کی مقدار ہے......مہر کی یہ مقدار اوسط درجے کے لوگوں کیلئے ہے جو ادنیٰ درجہ کے سرمایہ کار کہلاتے ہیں، مہرِ فاطمی کے حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی گذر چکی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں:

''ولا أَنْكَح شيئا من بناته على أكثر من ثنتى عشرة أوقية أى ونش أى نصف أوقية''(۲)

ساڑھے بارہ اوقیہ سے زیادہ پر نکاح نہیں فرمایا، ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے، اس طرح ساڑھے بارہ اوقیہ پانچ سو درہم ہوتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے مہر کی مقدار بھی یہی بتلائی ہے۔

مہر اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا

تیسری قسم کا مہر جو دورِ نبوت میں ثابت ہے وہ حضرت اُم المؤمنین اُمِ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا مہر ہے، جس کی مقدار، ابوداؤد اور نسائی کی روایت کے مطابق چار ہزار درہم ہے جو مہرِ فاطمی سے آٹھ گنا بڑھ کر ہے، چنانچہ موجودہ زمانے کے حساب سے ۱۲۲۴۴ رگرام ۹۴۴ رملی گرام ہوتا ہے یعنی بارہ کلو ۲۴۴ رگرام، ۹۴۴ رملی گرام چاندی ہوگی، حضرت امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا یہ مہر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نجاشی نے باندھا تھا؛ لہٰذا یہ مہر ادا کرنا مسنون ہوگا۔

---

(۱) مجمع الزوائد: حدیث: ۷۴۹۵، علامہ ہیثمیؒ کہتے ہیں: اس کو احمدؒ نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔

(۲) ابوداؤد: باب الصداق: حدیث: ۲۱۰، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن اور صحیح ہے۔ ترمذی: حدیث: ۱۱۱۴۔

حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ عبید اللہ ابن جحش کے نکاح میں تھیں، پھر عبید اللہ سرزمینِ حبشہ میں انتقال کر گئے تو حضرت اُمِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت نجاشی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر دیا اور نجاشی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے امِّ حبیبہ کو حضرت شرحبیل ابن حسنہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیا۔(۱)

مہرِ اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا

حضرت امِّ کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہیں جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے پیدا ہوئی تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ چالیس ہزار درہم پر نکاح فرمایا تھا اور چالیس ہزار درہم کی مقدار مہر فاطمی کے اسّی گنا ہوتی ہے اور مہرِ امِّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے دس گنا ہوتی ہے تو اس مہر کو امراء اور سلاطین، کروڑ پتی، اور اَرب پتی لوگ مقرر کریں گے۔

مہر کی ادائیگی میں کوتاہی پر وبال

شریعت کا اصل حکم تو یہ ہے کہ مہر جلد از جلد ادا کرنا چاہئے، اگر کوئی کسی عورت سے مہر کی ایک خاص مقدار پر نکاح کرے اور دل میں ادائیگی کا ارادہ بھی ہو لیکن کسی وجہ سے ادا نہ کر سکا ہو اور بیوی نے اس سے مطالبہ بھی نہ کیا ہو، اسی حالت میں اس کی موت آ جائے تو اس کے ترکہ سے حساب لگا کر بیوی کو مہر ادا کرنا واجب ہے، اگر بیوی کا انتقال ہو جائے تو اس کو بیوی کی میراث میں شامل کر کے ورثاء میں تقسیم کر دیں گے، جو لوگ مہر کی خاص مقدار پر نکاح کرتے ہیں اور اس کی ادائیگی کا ارادہ نہیں کرتے ہیں تو ایسے لوگوں پر شریعت نے سخت لعنت کی ہے اور ایسے شخص کو زانی اور بدکار قرار دیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص مہر کی ایک مقدار پر عورت سے نکاح کرے اور وہ اس مہر کی ادائیگی کا ارادہ نہ رکھتا ہو تو وہ

---

(۱) ابو داؤد: کتاب النکاح: باب الصداق: ۲۱۰۷، حاکم نے اس روایت کو شیخین کے شرط پر صحیح قرار دیا ہے، علامہ ذہبیؒ نے بھی ان کی موافقت کی ہے، المستدرک: باب الصداق، حدیث: ۲۷۴۱

شخص زانی ہے ’’من تزوّج امرأة على صداقٍ وهو لا يريد أن يفى لها به فهو زانٍ ‘‘ (۱)

اور ایک دوسری روایت جو میمونِ کردیؒ اپنے والد سے اور وہ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں، اس میں ایسے شخص کو زانی، بدکار اور فریبی اور دھوکہ باز کہا گیا ہے:
’’أيّما رجلٍ تزوّج امرأة على ما قلّ من المهر أو كثر ليس فى نفسه أن يؤدى إليها حقّها خدعها فمات ولم يؤدّ إليها حقها، لقى اللّٰه يوم القيامة وهو زانٍ‘‘ (۲) جو بھی مرد کسی عورت سے کم یا زیادہ مہر کی کسی مقدار پر نکاح کرتا ہے اور اس کا ارادہ ادا کرنے کا نہیں تو اس نے اس عورت کو دھوکا دیا؛ لہٰذا اگر اسی حالت میں ادا نہ کر کے مرجاتا ہے تو قیامت کے دن اللہ سے اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ اس کا شمار زانیوں میں ہوگا، اور جو بھی آدمی کسی سے اس ارادہ سے قرض لیتا ہے کہ ادا نہیں کرنا ہے، پھر قرض ادا نہ کر کے مرجاتا ہے تو اللہ سے اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ اس کا شمار چوروں میں ہوگا۔

ادائیگی مہر میں پیش آنے والی پیچیدگی

آج کل عموماً یہ پریشانی پیش آتی ہے کہ چند سالوں پیشتر طئے کیا گیا مہر (چاہے وہ مہرِ فاطمی مرقوم یا ’’سکہ رائج الوقت سے فلاں رقم‘‘ کر کے لکھا گیا ہو تو مرورِ زمانہ کے ساتھ چونکہ اس کی مالیت کم بلکہ ختم ہوجاتی ہے تو اس وقت ادائیگی مہر کیسے ہو، جیسے مثلاً زمانۂ قدیم میں سو روپئے کی رقم بہت زیادہ تھی جو آج کل کے اعتبار سے اس کی قیمت کم ہوگئی ہے تو ایسے میں کوئی شخص موجودہ زمانے میں اپنا مہر کس طرح ادا کرے؟

اصل حکم یہ ہے کہ اگر شوہر آج سو روپئے ادا کر رہا ہے تو جائز اور کافی ہے لیکن

---

(۱) مجمع الزوائد: حدیث: ۷۵۶۶، علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں: اسے بزار نے محمد بن الحصین الجزریؒ سے روایت کیا ہے اور اس کے بقیہ رجال ثقہ ہیں۔

(۲) علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو طبرانی نے اوسط اور صغیر میں روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں، مجمع الزوائد: باب فیمن نوى أن لا يقضى دينه، حدیث: ۶۶۵۴

احتیاط اس میں ہے کہ دیکھ لیں کہ اُس وقت سو روپئے کے بدلہ میں کتنا سونا آتا تھا، اتنا سونا آج کل جتنے روپئے میں آرہا ہو، اتنا روپیہ مہر سمجھا جائے گا مثلاً اس وقت سو روپئے میں تین گرام سونا ملتا تھا اور آج کل تین گرام چھ ہزار میں ملتا ہو تو چھ ہزار ادا کرنا بہتر ہے اور احتیاط اسی میں ہے اس لئے کہ اصل اعتبار سونے کا ہوتا ہے۔(۱)

روپئے کی قیمت چونکہ گھٹتی بڑھتی رہتی ہے اس لئے بہتر یہ ہے کہ سونے چاندی سے مہر طے کیا جائے، دکن کے مطبوعہ نکاح نامے ایک دینار شرعی کو ۳؍گرام سونا مانا گیا اور ایک دینارِ سرخ کو ایک تولہ یعنی ۱۲؍گرام سونا لکھا گیا ہے اس لیے اس علاقہ میں ان دیناروں کی اتنی ہی قیمت ہوگی۔

انتخاب کا معیار

نکاح کیلئے عورت کے انتخاب میں شرعی ہدایات وضوابط کا پاس ولحاظ کیا جائے، سب سے پہلی چیز جو لڑکی کے انتخاب میں وجہِ ترجیح بن سکتی ہے اور شریعت نے جس پر سب سے زیادہ زور دیا ہے، وہ ''دینداری'' ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورت سے چار چیزوں کی وجہ سے شادی کی جاتی ہے، اس کی مالداری کی وجہ سے، حسب ونسب کی وجہ سے، خوبصورتی کی وجہ سے، اور اس کی دینداری کی وجہ سے، پس دینداری کو لے کر کامیاب ہو جاؤ ''فاظفر بذات الدين تربت يداك''(۲)

☆ عورت سے نکاح محض اس کی مالداری، اس کے صاحبِ جائیداد، شاندار کوٹھیوں والی اور اس کے بے انتہا مال ودولت کی وجہ سے نہ کیا جائے، بظاہر عورت کی مالداری کی وجہ سے مرد یہ سونچتا ہے کہ زندگی فکروں سے آزاد، مزے سے بھرپور، طمانینت وسکون کے ساتھ گذرے گی؛ بلکہ یہ چیزیں بسا اوقات مزید اس کے

(۱) فتاویٰ محمودیہ: محقق ۱۲؍۴۰، کتاب الفتاویٰ: ۴؍۳۹۵، مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
(۲) بخاری: کتاب النکاح، باب الأکفّاء فی الدین، حدیث: ۴۸۰۲

چین وسکون کو غارت کروادیں گی؛ چونکہ مالدار عورت شوہر کو کوئی حیثیت نہیں دے گی، اس کا کوئی احترام نہیں کرے گی، اس کے اپنے مال ومتاع اور ساز وسامان پر اس کو ناز ہوگا، وہ شوہر کو محض اپنے سامان کا رکھوالی اور منتظم اور منیجر سمجھے گی اور یہ چیز شوہر اور بیوی کے درمیان جھگڑے، اور فتنہ وفساد بپا کرے گی، جس کے برے اثرات اولاد پر مرتب ہوں گے؛ اس لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''لا تُزوّجهنّ لأموالهنّ فعسىٰ أموالهنّ أن يطغيهنّ''(۱)

☆ ایسے ہی محض حسب ونسب کولڑکی کے انتخاب کا معیار نہ بنایا جائے؛ بلکہ ذاتی صلاحیت واستعداد کو بھی پیش نظر رکھے، اگر محض نسب وحسب اور نسلی امتیاز کا خوب لحاظ ہو، اور دینداری نہ ہو تو یہ نسلی امتیاز بھی عورت میں غرور وتکبر پیدا کرے گا، جو مرد کی قوامیت (بڑے پن) کو مجروح کرے گا؛ اس لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ولٰكن تزوّجوهنّ على الدين ولأمة خرقاء سوداء ذات دينٍ أفضل''(۲) لیکن تم عورتوں سے ان کی دینداری کی وجہ سے نکاح کرو، یقینا کان کی کٹی، کالی دیندار باندی مالدار حسین عورتوں سے بہتر اور افضل ہے۔

☆ ایسے ہی محض حسن وخوبصورتی، ناک ونقشہ، جسم کی ساخت وبناوٹ، دلکشی ورونق اور رنگ وروپ پر نگاہ نہ ہو؛ بلکہ اس جگہ بھی دینداری کو پیش نگاہ رکھیں؛ چونکہ بغیر دینداری اور اخلاق کے محض حسن یہ لڑکی میں سرکشی اور غرور کی صفت پیدا کردے گا جو بالآخر شوہر اور بیوی کے درمیان ناچاقی کی وجہ بن جائیگا، اگر دینداری کے

---

(۱) ابن ماجه: کتاب النکاح: باب تزويج ذات الدين، حديث: ۱۸۵۹

(۲) ابن ماجه: کتاب النکاح: باب تزويج ذات الدين، حديث: ۱۵۸۹ علامہ بوصیری فرماتے ہیں کہ: اس روایت کو عبد بن حمید اپنی مسند میں، اسی طرح سعید بن منصور نے نقل کیا ہے، صحیحین اور اس کے علاوہ میں اس کا ایک شاہد موجود ہے، اور وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، بزار نے اسے عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، ابن حبان نے اسے بالکل ایک دوسری سند سے نقل کیا ہے، مصباح الزجاجة: کتاب النکاح: ۱/ ۲۸۷۔

ساتھ حسن بھی ہو تو سونے پر سہاگہ، حضور ﷺ کا اس حوالے سے ارشاد گرامی ہے: ''لا تُزوّجوا النساء لحسنهنّ فعسٰی حسنهنّ أن يُرديهنّ'' (۱)

ایک موقع سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جسے نیک بیوی ملی اسے دنیا وآخرت کی ساری بھلائی مل گئی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: چار چیزیں ایسی ہیں جس کو یہ چیزیں مل گئیں تو اس کو دنیا وآخرت کی بھلائی حاصل ہوگئی:

۱- شکر گذار دِل
۲- ذکر کرنے والی زبان
۳- ایسا بدن جو ہر مصیبت پر صبر کرتا ہو
۴- ایسی بیوی جو شوہر کے حق میں اپنی ذات ونفس اوراس کے مال میں برا نہ چاہتی ہو۔

''زوجة لا تبغيه حوبًا فی نفسها وما لها'' (۲)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بہو

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اہلیہ ہاجرہ اوران کے لڑکے اسماعیل علیہ السلام کو مکہ میں رکھ چھوڑا، تو اسماعیل علیہ السلام وہاں پلے بڑھے اور جوان ہوئے تو انہوں نے وہاں کے لوگوں میں سے ایک عورت سے شادی کرلی، حضرت ابراہیم علیہ السلام ایک مدت کے بعد اپنے لڑکے اسماعیل علیہ السلام سے ملاقات کیلئے آئے، حضرت اسماعیل علیہ السلام اس وقت موجود نہ تھے، ان کے بارے میں ان کی اہلیہ سے دریافت کیا تو اس نے کہا: وہ تلاشِ رزق میں گئے ہوئے ہیں پھران سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی زندگی اوراحوال کے بارے میں دریافت کیا تو اس نے کہا: ''**نحن بشر فی ضيق وشدة**'' ہم نہایت تنگی اورتنگ حالی میں ہیں، اس نے اس طرح شکایت کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: جب

---

(۱) ابن ماجہ: کتاب النکاح: باب تزويج ذات الدين، حدیث: ۱۸۵۹

(۲) الترغيب والترهيب: كتاب الذكر والدعاء، باب فی الاكثار من ذكر الله سرًّا أو جهرًا حدیث: ۲۳۰۱، منذری نے کہا کہ: اس کو طبرانی نے ''کبیر'' اور ''اوسط'' میں روایت کیا ہے اوراس میں سے ایک کی سند جید ہے۔

تمہارے شوہر آئیں تو ان کو میرا اسلام کہنا اور یہ کہنا کہ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل لیں "وقولی له یغیّر عتبة بابه" جب حضرت اسماعیل علیہ السلام آئے تو ان کو کسی کی آمد کا احساس ہوا تو انہوں نے اس بارے میں دریافت کیا کہ کیا کوئی آئے تھے؟ بیوی نے کہا: ہاں ہمارے یہاں اس اس طرح کے ایک بوڑھے شخص آئے تھے، انہوں نے ہم سے آپ کے بارے میں دریافت کیا تو میں نے کہا کہ ہم تنگدستی اور پریشانی میں ہیں، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا: کیا انہوں نے کوئی وصیت کی؟ اس نے کہا: ہاں، انہوں نے مجھے آپ کو سلام کہنے کو کہا ہے اور آپ سے یہ کہا کہ: آپ اپنے دروازے کی چوکھٹ بدل لیں، حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا: وہ میرے والد تھے، انہوں نے مجھ سے کہا کہ: میں تم کو چھوڑ دوں، لہٰذا تم اپنے اہل کے پاس چلے جاؤ، چنانچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس کو طلاق دے دی اور دوسری شادی کر لی پھر ایک مدت کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گھر پر تشریف لائے اور ان کی اہلیہ سے ان کے بارے میں دریافت کیا، تو اس نے کہا: وہ تلاشِ معاش کیلئے گئے ہوئے ہیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: تم لوگ کیسے ہو؟ اس نے کہا: ہم بخیر وعافیت ہیں اس نے اللہ کی تعریف کی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا: تمہارا کھانا کیا ہے؟ اس نے کہا: گوشت، تمہارا پانی کیا ہے؟ اس نے کہا: پانی، جب تمہارے شوہر آئیں تو ان سے سلام کہنا اور ان سے کہنا کہ اپنی چوکھٹ نہ بدلیں، آپ علیہ السلام نے ان دونوں کیلئے برکت کی دعا دی، حضرت اسماعیل علیہ السلام کی آمد کے بعد بیوی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آمد اور ان کے حلیہ اور ان کے سلام کہنے، احوال دریافت کرنے پر اپنی خوشحالی کے ذکر اور ان کے چوکھٹ نہ بدلنے وغیرہ کا ذکر کیا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کہا: وہ میرے والد محترم تھے وہ تم کو اپنی زوجیت میں برقراری کے بارے میں کہہ گئے ہیں۔(۱)

زندگی میں پیش آنے والے حالات صحت ومرض، خوش حالی وتنگی، پیدائش

(۱) بخاری: الصافات، حدیث: ۳۱۸۳

وموت، اولاد کی تربیت اور مرد کے رشتہ داروں کی خدمت میں نہ ڈگریاں کام آتی ہیں، نہ صرف گوری رنگت، نہ ڈرائیونگ نہ امریکی شہریت، کام آنے والے اوصاف تو بس حیاء، خدمت، تواضع اور صبر وشکر ہے۔

لڑکے کے انتخاب کے تعلق سے بھی نبی کریم ﷺ نے دینداری کو ملحوظ رکھنے کی تاکید فرمائی ہے، محض اس کی کمائی اور جائیداد اور دولت پر نظر نہ ہو جیسا کے عموماً ہوتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''إذا خطب إليكم من ترضون دينه وخلقه فتزوّجوه إلّا تفعلوا تكن فتنة في الأرض وفساد عريض'' (۱) تمہارے پاس جب کوئی پیغامِ نکاح لے کر پہنچ جائے جس کے دین واخلاق تم کو پسند ہے تو اس سے شادی کردو؛ ورنہ زمین میں فتنہ وفساد ہوگا۔

جبلہ بن ایہم الغسانی شام کا مشہور رئیس اور بادشاہ تھا، کعبے کے طواف میں اس کی چادر کا ایک گوشہ ایک دیہاتی کے پاؤں کے نیچے آگیا، جبلہ نے اس کے ایک تھپڑ رسید کردیا، اس نے بھی برابر کا جواب دیا، جبلہ غصے سے بیتاب ہوگیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی شکایت سن کر کہا: تم نے جو بھی کیا اس کی سزا پائی، چنانچہ وہ حضرت کے اس عدل ومساوات پر مبنی جواب سن کر مرتد ہوکر قسطنطنیہ چلا گیا اور پھر عیسائی بن گیا۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے اس کی وہاں ملاقات ہوگئی تو اس نے اپنے اسلام لانے اور دیہاتی کے اپنے مقدمہ کا ذکر کیا، اور پھر اپنے ارتداد کی روداد سنائی، ؛لیکن مجھے آج تک وہاں سے آنے کے بعد سکون نہیں ملا، گو مجھے ظاہری بادشاہت پھر مل گئی، لیکن میرے دل میں چین وسکون نہیں، میرا جی چاہتا ہے کہ پھر میں اسلام میں داخل ہوجاؤں،

---

(۱) ترمذی: باب ما جاء من ترضون دینہ فزوّجوہ، حدیث: ۱۰۸۴، امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد اس کے مرسل ہونے کو راجح قرار دیا ہے، پھر ابوحاتم کی سند سے اس روایت کو نقل کرکے اس کو حسن کہا ہے، حاکم نے اسے صحیح السند کہا ہے، مستدرک: کتاب النکاح، حدیث: ۲۶۸۰

اگر امیر المؤمنین اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کر دیں تو میں اس کو حیلہ بنا کر مسلمان ہو جاؤں گا، چنانچہ ان صحابی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق ذکر کرنے کا وعدہ کیا اور ساری بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہہ سنائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم نے وعدہ کیوں نہیں کیا، عمر کی بیٹی اسلام کے مقابلہ کیا چیز ہے؟ تمہیں وعدہ کر لینا چاہئے تھا، فرمایا: فوراً قسطنطنیہ جاؤ اور کہو کہ: ''عمر کی بیٹی حاضر ہے، تو اسلام قبول کر'' چنانچہ وہ واپس گئے، جب قسطنطنیہ میں داخل ہوئے تو جبلہ بن ایہم غسانی کا جنازہ نکل رہا تھا۔(۱)

اس واقعہ سے پتہ چلا کہ حضراتِ صحابہ نکاح کے معاملات میں بہو یا داماد کے انتخاب میں کس قدر دین کے مفاد اور دینداری کو ملحوظ رکھتے تھے۔

حضرت شعیب علیہ السلام کے داماد

لڑکے کے انتخاب کے حوالے سے حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو داماد بنانے اور انہوں نے جن خصوصیات کو یہاں اس موقع سے ملحوظ رکھا تھا، یہ سارا واقعہ بھی یہاں پیش نظر رہے۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک قبطی کے قتل کے بعد فرعون کے انتقام کے خوف سے ملکِ مصر سے مدین کی جانب چلے گئے اور وہاں پہنچ کر ایک کنویں کے پاس ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ گئے تو انہوں نے وہاں لوگوں کی ایک جماعت کو اپنی بکریوں کو پانی پلاتے ہوئے دیکھا اور وہیں انہوں نے دو باحیاء لڑکیوں کو بالکل الگ تھلگ اپنی بکریوں کو یکجا کئے ہوئے کھڑی تھیں دیکھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے اس طرح بیکار اپنی بکریوں کو لئے ہوئے کھڑے ہونے کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا: ہم ان چرواہوں کے چلے جانے کے بعد ان کا بچا کھچا پانی پلاتے ہیں، ہمارے والد چونکہ بوڑھے ہیں؛ اس لئے ہم اس خدمت کو انجام دے رہے ہیں، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انسانیت نوازی اور عفیف خواتین کی خدمت کے ارادہ سے کنویں کے اس ڈھکن کو

(۱) الوافی بالوفیات: ابن الأیهم الغسانی: ۱۱/۴، دار احیاء التراث، بیروت

جس کو دس افراد اٹھاتے تھے تنہا اٹھا کر انہیں پانی پلایا، حضرت موسیٰ علیہ السلام بالکل بھوکے تھے، کھانے پینے کیلئے ان کو پتوں کے سوا کچھ نہ ملا تھا، وہ وہاں سے دوبارہ اس درخت کے پاس آ کر بیٹھ گئے اور کہا: ''ربّ انّی لما أنزلت الیّ من خیر فقیر'' اے اللہ! جو خیر بھی تو میرے لئے نازل کرے گا تو میں اس کا سب سے زیادہ محتاج ہوں، ان کی اس بات کو ان لڑکیوں نے سن لیا، وہ اپنے والد کے پاس گئیں، اور ان کو تمام قصہ کہہ سنایا، حضرت شعیب علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اجنبی مسافر ہونے کا اندازہ کر لیا اور ایک لڑکی کو ان کو بلا کر لانے کیلئے بھیجا، پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس پہنچے اور یہاں تک پہنچنے کا سارا واقعہ کہہ سنایا تو انہوں نے تسلی دی، اور کہا کہ تم فرعون سے نجات پا گئے، لڑکی نے کہا: ابا جان! آپ انہیں بکریاں چرانے کیلئے بطور مزدور رکھ لیں، اور ان کے قوی اور امین ہونے کا ذکر کیا تو حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا: تمہیں ان کے ان اوصاف کا پتہ کیسے چلا؟ تو لڑکی نے کہا: انہوں نے دس آدمیوں سے اٹھائے جانے والے اس چٹان کو تن تنہا اٹھا لیا اور جب میں ان کے ساتھ آنے لگی تو میں ان کے آگے ہو گئی تو انہوں نے کہا: تم میرے پیچھے ہو جاؤ، جب راستہ بدل جائے تو کنکری پھینک کر مجھ کو اشارہ کرنا اور کہا میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان سے ہوں اور ہم نامحرم کو بلا عذر نہیں دیکھا کرتے، حضرت شعیب علیہ السلام نے جب اپنی لڑکی کی زبانی ان کی اس امانت داری اور قوی وجری ہونے کا ذکر سنا تو انہوں نے بجائے مزدور رکھنے کے، انہوں نے اپنی لڑکی سے ان کا نکاح کرنے کے اِرادہ کا اظہار کر دیا۔(۱)

حضرت سعید بن مسیبؒ کے داماد

حضرت سعید بن مسیبؒ بڑے درجے کے تابعی ہیں، انہوں نے بڑے بڑے صحابہ سے کسبِ فیض کیا تھا، حافظِ حدیث صحابی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ کے خسر تھے، بہت بڑے متقی اور پرہیز گار بھی تھے، تقوی کا یہ عالم تھا چالیس سال میں ایک دفعہ بھی

(۱) در منثور: ۱۱/ ۴۴۸، مرکز ھجر للبحوث والدراسات العربیۃ والاسلامیۃ

جماعت سے نماز ناغہ نہیں کی، جب مروان بن حکم نے اپنے بعد علی الترتیب عبد الملک اور اس کے بعد عبد العزیز کو خلیفہ بنایا تو عبد الملک کی نیت میں بگاڑ پیدا ہو گیا، وہ عبد العزیز کو ولی عہدی سے خارج کر کے اپنے لڑکوں ولید اور سلیمان کو ولی عہد بنانا چاہتا تھا، چنانچہ اس نے ولید اور سلیمان کو ولی عہد بنانے کیلئے بیعت لینی شروع کی، اس نے اہل مدینہ سے بیعت کیلئے سعید بن مسیب رحمہ اللہ کو بلایا تو انہوں نے عبد الملک کے حیات ہوتے ہوئے کسی اور کی بیعت سے انکار کر دیا، ان کے اس انکار کا مطلب سارے مدینہ کا انکار تھا، ہشام بن عبد الملک جو مدینہ کا والی تھا اس نے ان کو بے انتہا تکلیف دی اور کوڑے لگوائے کہ وہ نرم پڑ جائیں، مگر وہ اور سخت جان ثابت ہوئے، جب عبد الملک نے ان کو سختی سے مانتے ہوئے نہیں دیکھا تو اس نے ان کو دنیا کی لالچ سے زیر کرنا چاہا کہ ان کی حسین وجمیل اور تعلیم یافتہ لڑکی کو ولی عہد ولید کے ساتھ نکاح کر کے اس کو اپنی بہو بنالے اور اس طرح سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کو راضی کر لے، یہ سنتے ہی سعید بن مسیب رحمہ اللہ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور انہوں نے عبد الملک کے دونوں لڑکوں سے اپنی لڑکی کا نکاح کرنے سے صاف انکار کر دیا، اس انکار پر حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ کو طرح طرح کی تکلیفیں جھیلنی پڑیں، مگر وہ اپنی بات سے ٹس سے مس نہیں ہوئے، بہر حال ان کو اپنی لڑکی کا نکاح بھی کرنا تھا، چنانچہ انہوں نے اس کا نکاح ایک غریب اور شریف ابو وداعہ نامی لڑکے سے کر دیا۔

مشہور مؤرخ ابن خلکان نے خود ابو وداعہ کی زبانی اس واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے:

میں سعید بن مسیب رحمہ اللہ کے حلقہ میں پابندی سے بیٹھا کرتا تھا، ایک مرتبہ کچھ مدت تک حاضر نہ ہو سکا تو انہوں نے نہ آنے کی وجہ دریافت کی، میں نے جواب دیا کہ میری بیوی کا انتقال ہو گیا ہے اس وجہ سے حاضر نہ ہو سکا، اس کے بعد میں جب وہاں سے اٹھنے لگا تو انہوں نے کہا: دوسری بیوی کا انتظام کیا ہے؟ میں نے کہا: خدا آپ پر رحم فرمائے، کون میرے ساتھ شادی کرے گا جب کہ میں دو چار دراہم سے زیادہ کی حیثیت

نہیں رکھتا، انہوں نے کہا: اگر میں کروادوں تو کیا تم کرنے کیلئے تیار ہو؟ میں نے کہا: ہاں، اس کے بعد انہوں نے اللہ کی حمد وثناء بیان کی، اور نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا اور اسی وقت دو یا تین درہم پر میرے ساتھ اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا۔

ابو وَداعہ کہتے ہیں: میری خوشی کی کوئی انتہا نہیں رہی، مجھے گھر آنے کے بعد رخصتی کیلئے کچھ رقم وغیرہ بطورِ قرض لینے کی فکر ہوئی، میں اس دن روزے سے تھا، میں نے مغرب کے بعد سونچا کہ کچھ کھالوں، اسی دوران دروازے کے کھٹکھٹانے کی آواز آئی، میں نے پوچھا کون؟ تو آواز آئی سعید، میں نے سعید بن مسیب ؒ کو چھوڑ کر اس نام کے ہر شخص کا تصور کیا؛ کیونکہ سعید بن مسیبؒ تو چالیس برس سے اپنے گھر اور مسجد کے علاوہ کہیں دیکھے نہیں گئے، اٹھ کر دروازہ کھولا تو وہاں سعید بن مسیبؒ کھڑے تھے، ان کو دیکھ کر معاً خیال آیا کہ شاید ان کا خیال بدل گیا ہے، اور وہ فسخِ نکاح کرانے کیلئے آئے ہیں، میں نے کہا: اے ابو محمد! آپ نے کیوں زحمت فرمائی، مجھے بلا بھیجا ہوتا، انہوں نے کہا: نہیں، اس وقت مجھے تمہارے پاس آنے کی ضرورت تھی، میں نے کہا: پھر کیا حکم ہے؟ انہوں نے کہا: مجھے خیال آیا کہ تم اپنے گھر پر اکیلے ہوں گے، حالانکہ اب تو تمہاری شادی ہو چکی ہے، مجھے گوارا نہیں ہوا کہ تم تنہا رات بسر کرو، اور یہ ہے تمہاری بیوی، اس وقت سعید بن مسیبؒ نے صاحبزادی کو اندر کر کے باہر سے خود ہی دروازہ بند کر دیا، اور واپس چلے گئے۔

میں نے اندر سے دروازہ بند کیا اور اس کے بعد چھت پر چڑھ کر پڑوسیوں کو آواز دی، وہ لوگ جمع ہو گئے، اور پوچھا کیا قصہ ہے؟ میں نے کہا: سعید بن مسیبؒ نے آج اپنی لڑکی کا نکاح میرے ساتھ کر دیا اور آپ ہی اچانک یہاں اسے میرے گھر پر چھوڑ گئے، اور وہ یہاں گھر میں موجود ہے، وہ لڑکی نہایت حسین جمیل، کتاب اللہ کی حافظ اور سنتِ رسول کی عالمہ تھی، اور حقوقِ شوہر کو خوب جاننے والی تھی۔(۱)

---

(۱) وفیات الأعیان: لابن خلکان: ۲/۳۷۶، دار صادر بیروت

اور ہار مِل گیا......

قاضی ابوبکر بن عبدالباقیؒ کہتے ہیں کہ: میں مکہ کے پڑوس میں رہتا تھا، مجھے ایک دفعہ سخت بھوک لگی، میرے پاس بھوک مٹانے کیلئے کچھ نہیں تھا، مجھے ایک ریشم کی تھیلی ریشم کی ڈوری کے ساتھ بندھی ہوئی ملی، میں نے اسے گھر لے جا کر کھولا تو اس میں موتیوں کا ایک بے نظیر ہار تھا، پھر میں گھر کے باہر آیا تو ایک بوڑھے کو دیکھا کہ وہ یوں کہہ رہا تھا: جو مجھے موتی کے ہار کی کھوئی ہوئی یہ تھیلی دے گا تو میں اسے پانچ سو دینار کی یہ تھیلی دوں گا، میں نے اس سے تمام علامات دریافت کرنے کے بعد وہ تھیلی اس کو دے دی، اس نے اس پانچ سو دینار کے دینے پر بہت اصرار کیا، میں نے یہ کہہ کر وہ دینار نہیں لئے کہ ان دینار کا واپس کرنا تو میرے ذمہ ضروری اور لازم تھا، چنانچہ وہ یہ تھیلی لے کر چلا گیا، پھر یہ کہتے ہیں کہ: میں مکہ سے سمندر کے سفر پر روانہ ہو گیا، اثناءِ سفر کشتی ٹوٹ گئی، تمام مسافرین اپنے تمام ساز و سامان سمیت ڈوب گئے، میں ایک تختے پر بچ گیا، کئی دن بعد وہ تختہ ایک جزیرہ سے جا لگا، وہاں ایک بستی تھی، میں وہاں مسجد میں مقیم ہو گیا، وہاں مجھے لوگوں نے قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو میرے پاس وہ لوگ قرآن پڑھنے کیلئے اکٹھا ہو گئے ہیں، ان کو اور ان کی اولاد کو تعلیم اور خوشخطی وغیرہ سکھاتا، اس سے مجھے بہت سارا مال حاصل ہو گیا۔

انہوں نے مجھے ایک دفعہ یہ کہا کہ: ہمارے یہاں ایک یتیم و یسیر لڑکی رہتی ہے، اس کا کچھ مال بھی اس کے پاس ہے، آپ اس سے نکاح کر لیں، چنانچہ ان کے سخت اصرار پر میں نے نکاح کر لیا، جب شبِ زفاف میں اس لڑکی کے پاس گیا تو میری نگاہیں اس لڑکی کے گلے کے ہار پر پڑیں تو نگاہیں وہیں اٹکی رہ گئیں، لوگوں نے کہا: تم نے لڑکی پر نظر نہ کر کے اس ہار پر اپنی نظریں جما کر اس کے دل کو توڑ دیا ہے، تو میں نے ان سے ہار کا سارا قصہ کہہ سنایا، وہ بآواز بلند نعرۂ تکبیر بلند کرنے لگے، پھر ان لوگوں نے کہا: جس بوڑھے کو تم نے اس کا گمشدہ ہار واپس کیا تھا وہ اس یتیم لڑکی کا باپ تھا، وہ یوں کہا کرتا تھا:

میں نے ساری دنیا میں اس سے پختہ مسلمان کہیں نہیں دیکھا جس نے مجھ سے اپنا ہار واپس کیا تھا، وہ ہمیشہ یوں دعا کیا کرتا تھا کہ اَللّٰھُمَّ اجْمَعْ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ حَتّٰی اُزَوِّجَہٗ بِابْنَتِیْ اے اللہ! تو مجھے اور اسے اکٹھا کردے کہ میں اپنی لڑکی کا نکاح اس سے کردوں۔(۱)

مرد خوب رُو ہو، خاندان اونچا ہو اور بڑی بڑی ڈگریوں کا حامل بھی ہو، مگر اس میں خودداری، غیرت، پاکیزہ نگاہی نہ ہو، زبان اور غصہ بے لگام ہو، بندۂ سیم وزر، شکم پرور، نوٹ چھاپنے کی مشین ہو، ایسے مرد سے اچھے شوہر، مناسب باپ، فرماں بردار اولاد بننے کی امید نہیں کی جاسکتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مال ودولت، حسن وجمال اور دنیاوی وجاہت وشہرت آنی جانی چیزیں ہیں اور بیوی شوہر کا مضبوط بندھن ایسی فانی بے بنیاد چیزوں پر رکھا جائے تو ٹوٹ جاتا ہے، اگر معیارِ زندگی گر جائے، آمدنی کے ذرائع گھٹ جائیں، حمل، وضع حمل یا مختلف بیماریوں میں چہرے کے نقش ونگار بگڑ جائیں تو لوگ ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں اور بہت سے نادان رشتہ بھی ختم کردیتے ہیں؛ اس لئے دینداری ہوگی تو صبر وشکر، سادگی اور قناعت کا جذبہ پیدا ہوگا ورنہ زندگی کے دھوپ اور سایہ، سردی، گرمی، جوانی بوڑھاپا، صحت بیماری، زندگی وموت کے متضاد حالات میں کوئی دونوں کو جوڑ کر نہیں رکھ سکتا ہے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ کَبَدٍ(۲) (ہم نے انسان کو مشقت اور تکلیف میں پیدا کیا) تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا بَیْنَ النَّاسِ (۳) (ہم ان دنوں کو لوگوں میں اَدلتے بدلتے رہتے ہیں) میں خالقِ کائنات نے اس اصول کو خوب واضح کیا ہے۔

ابو الاسود دوئلی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اولاد سے فرمایا: میں نے تم پر بچپن میں اور بڑے ہونے کے بعد تم پر احسانات کیے ہیں اور تمہارے پیدا ہونے سے پہلے بھی تم پر

---

(۱) شذرات الذهب: ۱۰۹/۴، دار الكتب العلمية، بيروت
(۲) البلد: ۴ (۲) ال عمران: ۱۴۰

احسان کیا ہے: ''وقبل ان تولدوا'' تو بچوں نے پوچھا کہ ہماری پیدائش سے پہلے آپ کا ہم پر احسان کرنے کا مطلب نہیں سمجھ میں آیا تو انہوں نے فرمایا: ''اختـرت لكـم مـن الأمهات من لا تُسَبُّون بها'' میں نے تمہارے لیے ایسی ماں چنی ہے جس کی وجہ سے تمہیں عار محسوس نہیں ہوگی یا تمہیں برا بھلا نہیں کہا جائے گا۔(۱)

وہ عورتیں جن سے نکاح حرام ہے

شریعتِ مطہرہ نے نکاح کے بارے میں جہاں بہت سے احکام بتلائے ہیں، ان میں یہ تفصیلات بھی ہیں کہ کونسی عورت کس مرد کیلئے حلال ہے اور کون سی عورت کس کیلئے حرام ہے، قرآن مجید میں سورۂ نساء کے چوتھے رکوع میں یہ احکام مذکور ہیں اور حضور اقدس ﷺ نے بھی ان احکامات کی تشریح کی ہے کہ کونسی عورت کس کیلئے حرام ہے اس کے تفصیلی قوانین کی بنیاد چھ چیزوں پر ہے:

۱- نسبی قرابت

۲- دودھ کا رشتہ۔

۳- سسرالی رشتہ (اس رشتہ کی وجہ سے جو حرمت ہوتی ہے اُسے حرمت مصاہرت کہتے ہیں)۔

۴- کسی عورت کا دوسرے مرد کے نکاح یا اس کی عدت میں مشغول ہونا۔

۵- عورت کا کسی مرد کے نکاح میں ہونا۔

۶- تعداد مقررہ سے زیادہ نکاح کرنا۔

اس کی تفصیل اس طرح ہے:

۱-نسبی قرابت کے رشتے

اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد سے، اور ماں باپ، دادا، دادی یا نانا، نانی سے نکاح کرنا درست نہیں اور بہن بھائی کا آپس میں نکاح نہیں ہوسکتا خواہ حقیقی بہن بھائی ہوں

---

(۱) ادب الدنیا والدین، فصل ما یصلح بہ حال الانسان

خواہ باپ شریک ہوں خواہ ماں شریک۔ چچا بھتیجی کا اور ماموں بھانجی کا بھی آپس میں نہیں ہوسکتا نیز پھوپھی بھتیجے اور خالہ بھانجے کا بھی آپس میں نکاح درست نہیں۔

۲- دودھ کے رشتے

دودھ کے رشتے کی وجہ سے بھی آپس میں نکاح حرام ہوجاتا ہے، خالہ زاد بھائی سے اور چچا اور پھوپھی کے لڑکے سے نکاح درست ہے؛ لیکن اگر کسی لڑکے اور لڑکی نے دودھ پینے کے زمانے میں (یعنی دو سال کی عمر کے اندر) کسی ایک عورت کا دودھ پی لیا تو یہ دونوں آپس میں دودھ شریک بہن بھائی ہوگئے، اب آپس میں ان کا نکاح نہیں ہوسکتا، جس لڑکے نے کسی عورت سے دودھ پیا ہے وہ اس عورت کی کسی بھی لڑکی سے نکاح نہیں کرسکتا اگر چہ ایک ساتھ دودھ پیے ہوں یا نہ پیے ہوں، اس عورت کی بہن سے نکاح نہیں کرسکتا جس کا دودھ پیا ہو؛ کیونکہ وہ اس کی خالہ ہوگئی، خلاصہ یہ ہے کہ جو نکاح نسبی قرابت کی وجہ سے حرام ہیں، دودھ کے رشتے سے بھی حرام ہوجاتے ہیں ''وانّ اللّٰہ حرّم من الرضاعة ما حرّم من النسب''(۱)

جس طرح نسبی قرابت کے رشتے سے نسبی ماں بیٹا اور بہن بھائی اور خالہ بھانجا اور ماموں بھانجا اور ماموں بھانجی اور چچا بھتیجی اور پھوپھی آپس میں محرم قرار دیئے گئے ہیں، اسی طرح دودھ کے رشتے کی وجہ سے دودھ پینے والی عورت اور اس کی اولاد اس کی بہن اور اس کا بھائی اور اس کے ماں باپ دودھ پینے والے بچے کیلئے (لڑکا ہو یا لڑکی) محرم بن جاتے ہیں حتی کہ جس کی بیوی کا دودھ پیا ہے اس کا بھائی دودھ پینے والے بچے کا چچا ہوکر محرم بن جاتا ہے۔

۳- حرمتِ مصاہرت

کسی مرد کا عورت سے یا کسی عورت کا کسی مرد سے نکاح ہوجانے کی وجہ سے جو حرمت ہوجاتی ہے اسے حرمتِ مصاہرت کہا جاتا ہے، مثلا جب کوئی مرد کسی عورت سے

(۱) ترمذی: باب ما جاء یحرم من الرضاع، حدیث:۱۱۴۶، امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

نکاح کرلے تو اب اس عورت کی والدہ سے نکاح نہیں کرسکتا، اسی طرح یہ عورت اس مرد کے کسی بھی لڑکے سے نکاح نہیں کرسکتی، کسی عورت کا اس کے شوہر کے باپ سے نکاح نہیں ہوسکتا، پہلے شوہر کی لڑکیاں اگر کوئی عورت ساتھ لے آئی تو اس کا نیا شوہر ان لڑکیوں میں کسی سے نکاح نہیں کرسکتا بشرطیکہ ان لڑکیوں کی والدہ اور نئے شوہر کے درمیان شوہر بیوی والا کام ہو چکا ہو، اور اگر ان کی والدہ کو نکاح کر کے طلاق دے دی تو ان میں سے کسی بھی لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے بشرطیکہ ان لڑکیوں کی والدہ اور نئے شوہر کے درمیان شوہر اور بیوی والا کام ہو چکا ہو، اور اگر ان کی والدہ کو صرف نکاح کر کے طلاق دے دی تو ان میں سے کسی بھی لڑکی سے نکاح ہوسکتا ہے، قرآنِ مجید میں ہے: **وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآءُ كُمْ** اور **وَحَلَائِلُ اَبْنَاءِ كُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ** اور **وَرَبَائِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِسَائِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ** ان تمام آیات میں ان مسائل کو بتلایا گیا ہے، اگر کوئی مرد کسی عورت سے زنا کرے تو اس سے بھی حرمتِ مصاہرت ثابت ہوجاتی ہے جس عورت سے زنا کرے اب اس عورت کی والدہ سے اور اس کی لڑکی سے نکاح نہیں ہوسکتا۔

۴- عدت والی عورت کے نکاح کا حکم

کسی عورت کا کسی مرد کے نکاح یا اس کی عدت میں مشغول ہونا بھی حرمت نکاح کا باعث بن جاتا ہے، ایک مرد کے نکاح میں دو یا تین یا چار عورتیں تو رہ سکتی ہیں مگر ایک عورت دو مردوں کے نکاح میں نہیں رہ سکتی، جب ایک عورت سے کسی نے نکاح کر لیا تو اس عورت کا نکاح دوسرے مرد سے اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک کہ طلاقِ بائن یا طلاقِ مغلظہ دے دے مگر دوسرے مرد سے نکاح کرنے کی اجازت عورت کو جب ہوتی ہے جب عدت گزر جائے، قرآنِ مجید میں **وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَاءِ** فرما کر یہی بات بتائی گئی ہے کہ جو عورت کسی کے نکاح میں ہو اس کا نکاح دوسرے مرد سے نہیں ہوسکتا۔

۵- کون کونسی عورتیں ایک ساتھ ایک مرد کے نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں:

کسی مرد کے نکاح میں پہلے سے کسی عورت کا ہونا بھی بعض دوسری عورتوں سے نکاح کرنے کیلئے مانع ہوجاتا ہے، مثلاً کسی شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تو طلاق کے بعد جب تک عدت میں رہے گی اس عورت کی بہن سے اس کا نکاح نہیں ہوسکتا، اگر نکاح کرلیا تو شرعاً اس کا کوئی اعتبار نہیں، قرآنِ مجید میں **وَأَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ** فرما کر یہی مسئلہ بتایا گیا ہے کہ جس طرح دو بہنیں آپس میں ایک مرد کے نکاح میں جمع نہیں ہوسکتی ہیں اسی طرح پھوپھی بھتیجی اور خالہ بھانجی بھی ایک مرد کے نکاح میں نہیں رہ سکتی ہیں، اگر کوئی عورت کسی مرد کے نکاح میں ہوتو جب تک یہ اس مرد کے نکاح میں رہے گی اس کی بہن اور اس کی خالہ سے اور بھانجی سے اور پھوپھی سے اور بھتیجی سے اس مرد کا نکاح درست نہیں، اگر نکاح کرلیا تو شرعاً معتبر ہو، اگر ان میں سے ایک کو طلاق دے دی تو دوسری سے نکاح اس وقت تک درست نہیں ہوگا جب تک کہ طلاق پانے والی عورت کی عدّت نہ گذر جائے۔

۶- مرد کیلئے مقررہ تعداد سے زائد نکاح درست نہیں:

جب مرد کیلئے شریعت نے بیویوں کی تعداد مقرر کی ہے کہ بیک وقت چار عورتوں سے ایک مرد کو نکاح کرنا درست ہے؛ مگر اس کی اجازت اس وقت ہے جبکہ ہر بیوی کے حقوق شریعت کے مطابق برابری کے ساتھ ادا کرے، بیک وقت چار عورتوں سے زیادہ کوئی مرد نکاح نہیں کرسکتا حتی کہ اگر چار میں سے چوتھی کو طلاق دے دی تو جب تک اس کی عدت نہ گذر جائے اس کے بدلہ پانچویں عورت سے نکاح کرنا جائز نہیں۔

مشرک اور عیسائی عورتوں سے نکاح

مشرک عورتوں سے نکاح بالکل جائز نہیں، ارشادِ خداوندی ہے: **وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ**(۱) اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو؛ یہاں تک کہ وہ ایمان لائیں۔

---

(۱) البقرۃ:۲۲۱

اس زمانے میں جتنے فرقے اور جماعتیں غیر مسلموں کی موجود ہیں، ان میں صرف یہود ونصاری دوقومیں ہیں جو اہلِ کتاب میں شمار ہوسکتی ہیں، بقیہ موجودہ مذاہب میں سے کوئی بھی اہلِ کتاب میں داخل نہیں، آتش پرست، یابت پرست، ہندو، یاسکھ، یا آریہ وغیرہ سب اسی عموم میں داخل ہیں؛ کیونکہ اہلِ کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو کسی ایسی کتاب کے ماننے والے اور اس کی اتباع کے دعویدار ہوں جس کا آسمانی کتاب اوروحیٔ الٰہی ہونا قرآن وسنت کے نصوص سے ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ وہ توراۃ، انجیل، زبوراور صحفِ ابراہیم نہ کہیں محفوظ وموجود ہیں اور نہ کوئی قوم اس کی اتباع کی دعویدار ہے، وید، گرنتھ یا زرنشت وغیرہ جو دنیا میں مقدس کہی جاتی ہیں، ان کے وحیٔ الٰہی اور آسمانی کتاب ہونے کا ثبوت کسی شرعی دلیل سے نہیں۔

قرآنِ مجید کی دوآیتیں اس مسئلہ میں وارد ہوئی ہیں، پہلی آیت میں یہ ہے کہ مشرکات سے اس وقت تک نکاح حلال نہیں جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہوجائیں، دوسری آیت میں ہے کہ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ(۱) اور پاکدامن عورتیں ان میں سے جنھیں تم سے پہلے کتاب دی گئی (حلال ہیں) اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ کتاب عورتوں سے نکاح جائز ہے۔

اس لئے جمہورِ علماء صحابہ اور تابعین نے دونوں آیتوں کے مفہوم اور مدلول سے یہ قرار دیا ہے کہ اُصولی طور پر غیر مسلم عورت سے نکاح نہ ہونا چاہئے؛ لیکن سورۂ مائدہ کی اس آیت نے اہلِ کتاب کی عورتوں کو اس عموم سے مستثنیٰ کردیا ہے؛ اس لئے یہود ونصاری کی عورتوں کے سوا کسی دوسری قوم کی عورت سے بغیر اسلام لائے ہوئے مسلمان کا نکاح نہیں ہوسکتا۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ اہلِ کتاب یعنی یہود ونصاری کی عورتوں سے نکاح تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہ بھی جائز نہیں، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا یہی مذہب ہے،

(۱) المائدة:۵

ان سے جب کوئی یہ پوچھتا تو وہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد قرآنِ کریم میں واضح ہے وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ یعنی مشرک عورتوں سے اس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہوجائیں، اور میں نہیں جانتا کہ اس سے بڑا مشرک کون ہوگا جو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام یا کسی دوسرے بندۂ خدا کو اپنا رب اور خدا قرار دے۔(۱)

ایک مرتبہ میمون بن مہرانؒ نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ ہم ایک ایسے ملک میں آباد ہیں جہاں اہلِ کتاب زیادہ رہتے ہیں تو کیا ہم ان کی عورتوں سے نکاح کر سکتے ہیں اور ان کا ذبیحہ کھا سکتے ہیں، حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو جواب میں یہ دونوں آیتیں پڑھ کر سنا دیں، ایک وہ جس میں مشرکات کے ساتھ نکاح کو حرام فرمایا ہے، دوسری آیت سورہ مائدہ کی ہے جس میں اہلِ کتاب کی عورتوں کی حلت بیان کی گئی ہے۔

میمون بن مہرانؒ نے کہا: یہ دونوں آیتیں تو میں بھی قرآن میں پڑھتا ہوں اور جانتا ہوں، میرا سوال تو یہ ہے کہ ان دونوں کے پیشِ نظر میرے لئے حکمِ شرعی کیا ہے؟ اس کے جواب میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے پھر یہی دونوں آیتیں پڑھ کر سنا دیں اور اپنی طرف سے کچھ نہیں فرمایا، جس کا مطلب علماءِ امت نے یہ قرار دیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو اہلِ کتاب کی عورتوں سے نکاح حلال ہونے پر بھی اطمینان نہیں تھا۔

جمہورِ صحابہ وتابعین کے نزدیک اگرچہ از روئے قرآن اہلِ کتاب کی عورتوں سے فی نفسہٖ نکاح حلال ہے؛ لیکن ان سے نکاح کرنے پر جو دوسرے مفاسد اور خرابیاں اپنے لئے اور اپنی اولاد کیلئے؛ بلکہ پوری امتِ اسلامیہ کیلئے از روئے تجربہ لازمی طور سے پیدا ہوں گی ان کی بناء پر اہلِ کتاب کی عورتوں سے نکاح کو مکروہ سمجھتے ہیں۔

جصّاص نے احکام القرآن میں شقیق بن سلمہؒ سے نقل کیا ہے کہ حضرت حذیفہ بن

---

(۱) احکام القرآن للجصاص: مطلب الدھن المتحبس: ۱/ ۴۰۲، دار الکتب العلمیۃ بیروت

یمان رضی اللہ عنہ جب مدائن پہنچے تو وہاں ایک یہودی عورت سے نکاح کرلیا، حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ملی تو ان کو خط لکھا کہ اس کو طلاق دے دو، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا کہ کیا وہ میرے لئے حرام ہے،تو پھر امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ میں حرام تو نہیں کہتا؛ لیکن ان لوگوں کی عورتوں میں عام طور پر عفت اور پاک دامنی نہیں ہوتی ہے، اس لئے مجھے خطرہ ہے کہ آپ لوگوں کے گھرانوں میں اس راہ سے فحش وبدکاری داخل نہ ہوجائے اور امام محمد بن حسنؒ نے ’’کتاب الآثار‘‘ میں اس واقعہ کو براویت امامِ ابوحنیفہؒ اس طرح نقل کیا ہے دوسری مرتبہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا تو اس کے الفاظ یہ تھے ’’اعزم علیک أن لا تضع کتابی حتّی تخلّی سبیلها فانّی أخاف أن یقتدیک المسلمون فیختاروا نساء أهل الذمة لجما لهنّ وکفیٰ بِذلک فتنةً لنساء المسلمین ‘‘یعنی میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ میرا خط اپنے ہاتھوں سے رکھنے سے پہلے ہی اس کو طلاق دے کر آزاد کردو؛ کیونکہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ دوسرے مسلمان بھی آپ کی اقتداء نہ کریں اور اہلِ ذمہ اور اہلِ کتاب عورتوں کو ان کے حسن وجمال کی وجہ سے مسلمان عورتوں پر ترجیح دینے لگیں تو مسلمان عورتوں کیلئے اس سے بڑی مصیبت کیا ہوگی۔

اس واقعہ کو نقل کر کے حضرت محمد بن حسنؒ نے فرمایا کہ فقہائے حنفیہ اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ اس نکاح کو حرام تو نہیں کہتے ؛لیکن دوسرے مفاسد اور خرابیوں کی وجہ سے مکروہ سمجھتے ہیں اور علامہ ابن ہمامؒ نے ’’فتح القدیر‘‘ میں نقل کیا ہے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ طلحہ رضی اللہ عنہ اور کعب رضی اللہ عنہ کو بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا کہ انہوں نے آیتِ مائدہ کی بناء پر اہلِ کتاب کی عورتوں سے نکاح کرلیا تو جب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ملی تو سخت ناراض ہوئے، ان کو حکم دیا کہ طلاق دے دیں۔

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا زمانہ خیر القرون کا زمانہ ہے، لہٰذا اس کا کوئی احتمال نہیں تھا کہ کوئی یہودی، نصرانی عورت کسی مسلمان کی بیوی بن کر اسلام اور مسلمانوں کے

خلاف کوئی سازش کر سکے، اس وقت تو صرف یہ خطرات سامنے تھے کہ کہیں ان میں بدکاری ہوتو اس کی وجہ سے ہمارے گھرانے گندے ہوجائیں، یا ان کے حسن وجمال کی وجہ سے لوگ ان کو ترجیح دینے لگیں جس کا نتیجہ یہ ہو کہ مسلمان عورتیں تکلیف میں پڑ جائیں، مگر فاروقی دوربیں نظر اتنے مفاسد ہی کو سامنے رکھ کر ان حضرات کو طلاق پر مجبور کردیتی ہے، اگر آج کا نقشہ ان حضرات کے سامنے ہوتا تو اندازہ کیجئے کہ ان کا اس کے متعلق کیا عمل ہوتا؟ اول تو وہ لوگ جو آج اپنے مردم شماری کے رجسٹروں میں یہودی، نصرانی لکھتے ہیں، ان میں بہت سے تو لوگ وہ ہیں جو اپنے عقیدہ کی رو سے یہودیت ونصرانیت کو ایک لعنت سمجھتے ہیں، نہ ان کا توراۃ اور انجیل پر عقیدہ ہے نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر، وہ عقیدہ کے اعتبار سے بالکل لا مذہب اور دہریے، محض قومی یا رسمی طور پر اپنے آپ کو یہودی اور نصرانی کہتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ ان لوگوں کی عورتیں مسلمان کیلئے کسی طرح حلال نہیں، اور بالفرض اگر اپنے مذہب کے پابند بھی ہوں تو اس کو کسی مسلمان گھرانے میں جگہ دینا اپنے پورے خاندان کیلئے دینی اور دنیوی تباہی کو دعوت دینا ہے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو سازشیں اس راہ سے اس آخری دور میں ہوئیں اور ہوتی رہتی ہیں، جن کے عبرت نامے روزانہ نگاہوں کے سامنے آتے ہیں کہ ایک لڑکی نے پوری مسلم قوم اور سلطنت کو تباہ کردیا۔

الغرض قرآن وسنت اور اسوۂ صحابہ کی روشنی میں مسلمانوں پر لازم ہے کہ موجودہ زمانہ کی کتابی عورتوں کو نکاح میں لانے سے کلی پرہیز کریں۔(۱)

آج کل اکثر وبیشتر دیکھا گیا ہے کہ تعلیمی یا معاشی میدان میں غیر مسلم لڑکیوں اور لڑکوں سے بے تکلف اختلاط ہوگیا اور فسق میں مبتلا ہوگئے اور پھر یہ ارداہ کرتے ہوئے کہ وہ مسلمان ہونے کیلئے تیار ہے اور اسلام میں داخل کرنا بڑے ثواب کا کام ہے، مسلمان بنا کر شادی رَچالی جاتی ہے، پھر اس زمانے کی بے دینی، تربیت سے محروم لڑکے

---

(۱) معارف القرآن: ۶۰-۶۵

اورلڑکیاں ان سارے اسباب کی وجہ سے غیر مذہب میں ڈھل جاتی ہیں، بیوی یا شوہر میں سے جو بھی سماجی، ذہنی اعتبار سے اپنے مذہب سے گہرا تعلق رکھتا ہو، وہ مؤثر رہتا ہے، یا ٹی وی فلموں کی دنیا سے نکل جانے کے بعد عملی دنیا میں نباہ مشکل ہوجاتا ہے، اس سلسلہ میں بہت ہوش سے کام لیتے ہوئے وقتی محبت کے جنون سے نکل کر کسی تجربہ کار عالم دین سے مشورہ کرنا چاہئے۔

قادیانی سے نکاح کا حکم:

حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر ہیں آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئے گا، آپ علیہ السلام کے بعد جو بھی نبوت کا دعوی کرے گا وہ جھوٹا ہوگا، یہ عقیدہ رکھنا تمام مسلمانوں پر فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ (۱)

محمد علیہ السلام تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں اور اللہ تعالی ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "أنا خاتم النبيين لا نبي بعدي..." میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں۔

اس کے علاوہ بکثرت نصوص ہیں، جن سے رسول اللہ ﷺ کا خاتم الانبیاء ہونا ثابت ہے؛ لہٰذا مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی نبوت جھوٹا ہے، اس دعوی میں اس نے قرآن وحدیث کے ان تمام صریح نصوص کا انکار کیا جن سے نبوت کا عقیدہ ثابت ہے؛ لہٰذا مرزا غلام احمد قادیانی مرتد، کافر، دائرہ اسلام سے خارج ہے اب جو شخص بھی مرزا

(۱) الأحزاب: ۴۰

غلام کو نبی تسلیم کرتا ہے، وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہے، اس سے نکاح کا رشتہ قائم کرنا جائز نہیں، اس کو لڑکی دینا یا ایسی کسی لڑکی کو اپنے نکاح میں لانا دونوں ہی حرام ہیں۔

شیعہ عورت سے نکاح:

جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدائی کا قائل ہو (یعنی حلول کا عقیدہ رکھتا ہو) یا قرآن کریم کو تحریف شدہ مانتا ہو، یا اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زنا کی تہمت رکھتا ہو، یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا منکر ہو، حضرت جبرئیل علیہ السلام کی وحی لانے میں غلطی کا عقیدہ رکھتا ہو، یا کوئی اور کافرانہ عقیدہ رکھتا ہو وہ کافر ہے دائرہ اسلام سے خارج ہے، لہٰذا اگر کوئی شیعہ لڑکی ان عقائد کی حامل ہو یا لڑکا ان عقائد کا حامل ہو تو سنی لڑکے یا لڑکی سے اس کا نکاح حلال نہیں ہوگا، اگر کفریہ عقائد نہ رکھتی ہو تو فی نفسہ نکاح منعقد ہو جائے گا تاہم اس نکاح سے مرد و عورت کے عقیدہ خراب ہونے کا قوی امکان ہے اس سے اجتناب ضروری ہے:

ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

”وبهذا أظهر أن الرافضی إن كان ممن يعتقد الألوهية في علي أو أن جبرائيل غلط فی الوحی أو كان ينكر صحبة الصديق، أو يقذف السيدة الصديقة فهو كافر لمخالفته القواطع المعلومة من الدين بالضرورة“(۱)

غیر مسلم کا قبول اسلام اور اس کا نکاح:

اگر کوئی کافرہ عورت اسلام قبول کرے تو اگر وہ عورت ایسی ہو کہ اس کا کوئی شوہر نہیں تو اس سے فوراً نکاح درست ہے، اگر اس کا شوہر موجود ہے تو پھر اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ بھی مسلمان ہو جائے تب تو بدستور یہ عورت اس کی بیوی رہے گی، دونوں کا نکاح برقرار رہے، اگر وہ شوہر اسلام قبول کرنے سے انکار کردے تو ان میں تفریق کر دی

(۱) رد المحتار: فصل فی المحرمات، کتاب النکاح: ۴۶/۳

جائے، یہ تفریق بحکم طلاق ہوگی۔
اگر یہ عورت دارالحرب میں ہو تو اسلام قبول کرنے کے وقت سے تین حیض گذار کر اس کا نکاح ختم ہوگا، اگر حاملہ ہو تو وضع حمل پر اس کا نکاح ختم ہوگا، اس کے بعد عدت گذار کر نکاح کرنا چاہیے، یہی احوط ہے۔

''وإذا أسلم أحد الزوجين المجوسيين أو امرأة الكتابی عرض الإسلام علی الأخر، فإن أسلم فبها وإلا بان أبی أو سکت فرق بينهما إلی قوله ولو أسلم أحدهما ثمة لم تبن حتی تحيض ثلاثا أو تمضی ثلاثة أشهر''(۱)

اگر عورت اسلام قبول کر کے دارالحرب سے دارالاسلام ہجرت کر کے آجائے تو دارالاسلام میں داخل ہوتے ہی اس کا نکاح ختم ہوجائے گا، اس پر اس پر عدت کے واجب ہونے میں اختلاف ہے قول وجوب ارجح اور احوط ہے:

''ومن هاجرت إلينا مسلمة أو ذمية حائلا بانت بلا عدة فيحل تزوجها وأما الحامل فحتی تضع علی الأظهر لا للعدة؛ بل لشغل الرحم بحق الغير''(۲)

غیر مسلم شوہر کے انتقال کے بعد نومسلمہ کا نکاح:

اگر کوئی غیر مسلم لڑکی اپنے کافر شوہر کے انتقال کے بعد اسلام قبول کرے تو اس سے اگر کوئی مسلمان شادی کرنا چاہے تو طریقہ یہ ہے کہ وہ عورت حاملہ ہے تو وضع حمل تک انتظار کیا جائے، اس کے بعد نکاح ہوسکتا ہے اور اگر حاملہ نہیں ہے تو اس عورت پر کافر کی عدت وفات لازم نہیں؛ بلکہ فوراً دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔

''وكذالا تعتد مسبية افترقت بتباين الدارين؛ لأن العدة

---

(۱) ردالمحتار، باب نکاح الکافر: ۱۸۸/۳
(۲) ردالمحتار: باب نکاح الکافر: ۳۹۱/۳

حيث وجبت إنما وجبت حقا للعباد والحربى ملحق بالجماد، إلا الحامل فلا يصح تزوجها لا لأنه معتدة؛ بل لأن فى بطنها ولدا غير ثابت النسب كحربية خرجت أيضا مسلمة أو ذمية أو مستأمنة ثم أسلمت وصارت ذمية لما مر أنه ملحق بالجماد إلا الحامل لما مر (١)

مسئلہ کفاءت کا فلسفہ

مقاصدِ نکاح کی برآوری اور ارادۂ خداوندی کے ظہور کیلئے یہ ایک فطری ضرورت ہے کہ نکاح کے وقت زوجین کے مابین مزاج کے اعتبار سے ہم آہنگی اور باہم موافقت کی رعایت کی جائے، چنانچہ شریعتِ مقدسہ نے متعدد امور میں دونوں کے ہم سر اور مساوی ہونے کا پورا لحاظ کیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ رشتۂ ازدواج کو مستحکم اور پائیدار بنانے کیلئے، اسی طرح دونوں میں نبھاؤ کیلئے کفاءت اور مکمل یکجہتی کا پایا جانا بیحد ضروری ہے، یہی نہیں بلکہ یہ مقدس رشتہ فریقین کے اہلِ تعلق پر بھی بہت سے حقوق وفرائض کا بار ڈالتا ہے، اس لئے بھی دونوں اہلِ تعلق کے درمیان باہمی انس واحترام کا پایا جانا ضروری ہے۔

اسلام کا مزاجِ مساوات مسلّم ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی اعلیٰ ترین خاندان کا فرد اپنی حور صفت، خوبصورت صاحبزادی کا عقد، اس کی رضامندی سے کسی نومسلم صالح حبشی کے ساتھ کردیتا ہے تو اسلام نہ صرف اس کو جائز رکھتا ہے، بلکہ اس کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، اور اسے دادِ تحسین دیتا ہے، مگر انسانی نفسیات کی کمزوری ہے کہ بیشتر تقویٰ ودیانت کے بجائے وہ تعلیم وتہذیب اور رنگ ونسب اور شکل وصورت پر نظر کرتا ہے، رشتۂ ازدواج چونکہ محض نظریاتی چیز نہیں ہے؛ بلکہ امتحان گاہِ عالم میں اسے لمحہ برلمحہ تجربات سے گذرنا پڑتا ہے، نازک، طویل اور وسیع تعلقات اور ذمہ داریوں کا حامل ہے، لہٰذا اسلام نے اس فطری تقاضے کا بھی پاس ولحاظ کیا ہے؛ اس لئے اس نے اپنے اصولِ مساوات کے

(١) ردالمحتار: باب العدة مطلب الدخول فى النكاح الأول

مطابق یہ فتوی دیا ہے کہ ایک مسلمان خاتون کا نکاح بلاتمیز رنگ ونسل، عقل وشکل اور مال ووجاہت کے باہم رضامندی کے ساتھ ہر مسلمان کے ساتھ جائز ہے وہیں پر اس نے انسانی فطرت کا لحاظ کرتے ہوئے یہ پابندی بھی عائد کی ہے اس عقد سے متأثر ہونے والے اہم ترین افراد کے اتفاق کے بغیر بے جوڑ شادی نہ کردی جائے۔

۱- مالی حیثیت میں کفاءت

اسلام میں فقر وغربت کوئی عیب نہیں ہے؛ لیکن عرف وعادات میں خصوصاً آج کل کے مادّی دور میں جہاں مال، پیسے کی بنیاد پر بے شمار تنازعات کھڑے کردیئے جاتے ہیں، اور فقر کو معیوب سمجھا جاتا ہے، اس لئے ضروری ہے کہ لڑکے اور لڑکی کے مابین مالی حیثیت، معیارِ زندگی کی بھی رعایت کی جانی چاہیئے۔

جیسا کہ فاطمہ بنتِ قیسؓ کو جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پیغامِ نکاح بھیجا تو انہوں نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کے مفلوک الحال اور معاشی پریشانیوں کا ذکر کر کے حضرت اُسامہ سے نکاح کا مشورہ دیا۔(۱)

مال میں کفاءت کے معتبر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بوقتِ نکاح لڑکے کے پاس اتنا مال ہو کہ وہ مہرِ مثل ادا کرنے اور خرچ چلانے پر قادر ہو، ایسی صورت میں وہ ہر صاحبِ ثروت، متمول خاندان کا کفو ہوسکتا ہے، اور علامہ کاسانیؒ نے تو کافی توسع سے کام لیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ: مال میں لڑکے کا لڑکی کے ہم پلّہ ہونا ضروری نہیں ہے؛ بلکہ اگر وہ مہرِ مثل ادا کرنے پر قادر ہو تو وہ مالدار لڑکی کا کفو ہوسکتا ہے۔(۲)

علامہ جمال الدین زیلعیؒ نے اس سلسلہ میں مزید سہولت سے کام لیا ہے، ان کی تصریح کے مطابق اگر لڑکا مہر اور نفقہ کما کر ادائیگی پر قدرت رکھتا ہو تو اس کا کفو ہوگا۔

مختصر یہ کہ مجموعی طور پر تمام فقہاء نے معاشی سطح پر یکسانیت کا اعتبار نہیں کیا ہے، یہ نہ انعقادِ نکاح کیلئے شرط ہے اور جوازِ نکاح کیلئے۔

---

(۱) مسلم: باب المطلقة ثلاثا: حدیث: ۱۴۸۰

(۲) بدائع: ۶۲۶/۲۔ مکتبہ زکریا دیوبند

پیشہ میں کفاءت

اسلامی نقطہ نظر سے کوئی پیشہ کم تر نہیں کہ تحقیر یا تقدیس کا باعث بنے، چاہے وہ پارچہ بافی ہو یا بڑھئی گری تمام فنون و پیشے جائز ہیں؛ بلکہ رسول اللہ ﷺ نے دست کاری کیلئے بے شمار فضائل بیان فرمائے ہیں: ایک حدیث میں پیشہ وروں کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے فرمایا کہ سب سے بہتر روزی وہ ہے جو اپنے ہاتھ کی کمائی سے حاصل کی جائے، اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاتے تھے۔(۱)

ایسے ہی علامہ سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ: جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ پیشے اور معاش کے تمام جائز ذرائع اباحت کے لحاظ سے یکساں ہیں، جہاں تک بات ہے لوگوں کے بعض پیشوں کو حقیر سمجھنے کی تو اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ بعض پیشوں میں دیانت داری، ایفائے عہد، اور جھوٹی قسم یا بخل سے پرہیز کا لحاظ کم کیا جاتا ہے، ورنہ فی نفسہ اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔(۲)

ہاں! اگر کسی مخصوص اہل پیشہ میں کوئی شرعی قباحت در آتی ہو تو اس کی اصلاح کرنا الگ بات ہے، مگر نشانۂ تذلیل بنانا ایک غیر شرعی عمل ہے جو درحقیقت برہمنی نظام کی تقلید ہے، چنانچہ مفتیٔ اعظم ہند مولانا کفایت اللہ صاحب دہلویؒ رقم طراز ہیں:

> ''جائز پیشہ کی بنیاد پر کسی کو ذلیل سمجھنا اسلامی احکام اور اسلامی تعلیم کے خلاف ہے، مسلمانوں میں یہ مرض ہندوستان میں ہندوؤں کے اختلاط کی وجہ سے پیدا ہوا ہے، اور بدقسمتی سے اسی درجہ تک پہنچ گیا ہے جس درجہ میں ہندوؤں میں ہے اور اس نے اسلامی وحدت کو پاش پاش کر دیا ہے''۔(۳)

---

(۱) بخاری: باب کسب الرجل وعمل ید، حدیث:۱۹۶۶

(۲) المبسوط: ۳۰/۲۵۸، انساب وکفاءت کی شرعی حیثیت: ۴۷

(۳) کفایت المفتی: ۱/۲۶۵

لہٰذا پارچہ بافی ، درزی گری ، دباغت کاری اور بڑھی گری تمام کے تمام حلال اور جائز پیشے ہیں، محض ان کی وجہ سے کسی کو حقیر نہیں جاننا چاہئے ، جب کہ نبی کریم ﷺ نے ایک صحابی ابوہند جو پچھنا لگاتے تھے کی تعریف وتوصیف کی اور ایک انتہائی معزز قبیلہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ :ابوہند کو لڑکی دو اور لڑکی لو ''أنكحوا أبا هند وأنكحوا إليه'' (۱)

نیز فرمایا: کیا ہی اچھا بھلا ہے پچھنا لگانے والا جو بدن سے فاسد خون کو نکال باہر کردیتا ہے جو ریڑھ کو ہلکا کرتا ہے اور نگاہ کی روشنی بڑھاتا ہے ''نعم الحجّام يذهب بالدم ويخفّ الصلب ويجلو البصر''(۲)

حقیقت یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے خلاف جن حضراتِ فقہاء نے پیشہ میں کفاءت کی رعایت کی اس کا مقصد صرف اتنا ہے کہ کسی مہذب اور شائستہ مزاج لڑکی کا نکاح مثلاً کسی آنتوں کے صاف کرنے والے شخص سے کردیا جائے تو وہ متعفن وبدبودار رہنے والے ماحول میں گھٹنے لگے گی ، نیتجتاً طرح طرح کی ناچاقیاں اور چپقلش پیدا ہوگی ، اس لئے اس وقت یہ لحاظ کرنا چاہئے ، یہ مقصود بالکل نہیں کہ اس بارے میں بے جا انتہا پسندی کا مظاہرہ کیا جائے اور ایک اچھے خاصے جوڑے کے میسر آجانے اور باہم لڑکے اور لڑکی کے رضامند ہونے کے صرف پیشہ کی بنیاد پر لڑکی کو اپنے من پسند جوڑے سے محروم کر کے دوسری جگہ شادی رَچا دی جائے اور فتنہ کے ایک بڑے دروازہ کو کھول دیا جائے اور نکاح کے عظیم مقاصد جیسے دینداری اور عصمت کی تحفظ اور خوانگی امور میں باہم تعاون مفقود ہوجائے ۔(۳)

---

(۱) ابوداؤد: باب فی الأکفاء ، حدیث: ۲۱۰۲، حاکم نے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے، ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے

(۲) ابن ماجہ: باب الحجامة، حدیث: ۳۴۷۸، حاکم نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے، ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے

(۳) حجۃ اللہ البالغہ: ۲/ ۱۲۴

نسب میں کفاءت

فقہاء کرام بیان کرتے ہیں کہ: قریش ایک دوسرے کے کفو ہیں، اسی طرح عرب میں غیر قریش باہم ایک دوسرے کے کفو ہیں، تیسرا طبقہ ''موالی'' یعنی عجم کا ہے، ان کے مابین بھی کوئی فرقِ مراتب اور درجہ بندی نہیں ہے، یہ سب ایک دوسرے کے ہم سر ہو سکتے ہیں۔(۱)

دراصل رشتۂ ازدواج کے مقاصد کی تکمیل کیلئے ضروری ہے کہ اس بات کا پورا لحاظ کیا جائے کہ کسی برتر حسب ونسب کی مالک خاتون کو کسی فروتر صاحبِ نسب لڑکے سے نہ جوڑ دیا جائے کہ وہ عورت عار محسوس کرنے لگے اور احساسِ کمتری کی شکار ہو جائے اور زوجین کے مابین قرابت بھی پیدا نہ ہو سکے، بالاخر نکاح کی اصل روح ہی مفقود ہو جائے۔

غالباً اسی لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

''لأمنعنّ فروج ذات الأحساب الاّ من الأكفّاء قال: قلت: وما الأكفاء ؟ قال: في الأحساب''(۲)

میں عالی نسب خواتین کو اپنے کفو کے سوا کسی سے نکاح کرنے نہیں دوں گا، میں نے پوچھا: کفو سے کیا مراد ہے؟ تو فرمایا: حسب ونسب۔

یہاں بھی یہ بات ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ نسب میں کفاءت یہ درجۂ جواز میں ہے؛ لیکن لازمی شرط میں نہیں ہے، یعنی غیر برادریوں میں بھی شادی کرنے میں کوئی شرعی ممانعت نہیں؛ لیکن آج کل ذات پات، اور فخر بالانساب کے حوالے جو تشدد برتا جارہا ہے اور اس کے ذریعہ شرافت ورزالت کو حد درجہ فروغ دیا جارہا ہے، ایسی صورتحال میں اسلام کا تصورِ مساوات دب کر رہ گیا، برادریوں کا تعدد جو درحقیت تعارف اور شناخت

---

(۱) بدائع: ۶۲۶/۲، مکتبہ زکریا دیوبند

(۲) مصنف ابن ابی شیبہ: ما قالوا في الأكفّاء في النكاح، حديث: ۱۷۷۰۲

کیلئے تھا اس کو تکریم وتحقیر کا معیار باور کیا جانے لگا۔ مسلم معاشرہ کے برادرانِ وطن کے ساتھ جن کے یہاں طبقاتی، برہمی رواج رائج ہے، طویل مدت سے بودوباش اور صحبت واختلاط کے نتیجہ میں ان کی تہذیب اونچ نیچ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

اصل مساوات تو تقویٰ اور دیانت داری میں ہونا چاہئے، جو صحیح اور مضبوط احادیث سے ثابت ہے نہ کے نسب حسب کو خصوصیت کے ساتھ دیکھا جائے جو کہ ضعیف احادیث سے ماخوذ ہے۔

اور جبکہ نبیؐ کریم ﷺ کا طرزِ عمل ہمارے اندر راسخ اسلامی تخیّل اور طریقہ کے مخالف ہے، چند مثالیں لکھیں جارہی ہیں:

۱- حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی پھوپھی زاد بہن تھیں اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کلبی تھے؛ اور غلامی کی زندگی بسر کر چکے تھے، اس لئے حضرت زینبؓ خود اور ان کی ہمشیرہ واہلِ خانہ، حضرت زید رضی اللہ عنہ سے نکاح کو پسند نہیں کرتے تھے، اور ابتداء جب مشورہ کیا گیا تو بہت شاکی ہوئیں کہ آپ اپنی پھوپھی زاد بہن کا نکاح، ایک غلام سے کرنا چاہتے ہیں، لیکن سورۂ احزاب کی ایک آیت کے نزول کے بعد، ازخود خدمتِ اقدس میں مناسب سمجھی جانے والی جگہ شادی کردینے کی درخواست کی "زوّجنی من شئت" (۱)

۲- آپ ﷺ نے اپنی خاص چچا زاد بہن حضرت ضباعہ بنتِ زبیر بن عبد المطلب کا نکاح حضرت مقداد بن اسود کندی رضی اللہ عنہ سے فرمایا باوجودیکہ حضرت مقداد جس قبیلے کی طرف منسوب تھے یعنی کندہ وہ قریشی قبیلہ نہ تھا کہ حضرت ضباعہ کا کفو ہو، نیز یہ قبیلہ پارچہ بافی سے طعنہ دیا جاتا تھا، بایں ہمہ آپ ﷺ نے یہ کہتے ہوئے نکاح فرمایا: "لیکون أشرفکم أحسنکم خلقًا" (۲) تاکہ حسنِ خلق

(۱) السنن الکبری: باب لا یردّ نکاح غیر الکفؤ، حدیث: ۳۷۸۲
(۲) سنن الدارقطنی: باب المهر، حدیث: ۲۰۲

یہ شرافت کا معیار بن جائے۔

۳۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی شادی فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی؛ حالانکہ فاطمہ بنتِ قیس رضی اللہ عنہا قریشی تھی، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جیسے قریشی اصحاب ان کے خواستگار ہو چکے تھے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آزاد شدہ غلام کے لڑکے کو ترجیح دی، جبکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے واضح طور اپنی ناراضگی کا اظہار کر دیا تھا، لیکن انہوں نے محض خدا اور رسول کی فرمانبرداری کرتے ہوئے آمادہ ہوگئیں، نتیجتاً وہ رشتہ قابل رشک اور مبارک ثابت ہوا ''انکحته فجعل الله فيه خيرًا واغتبطت به'' (۱)

۴۔ اسی طرح حضرت بلالِ حبشی رضی اللہ عنہ کی ایک شادی عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی قریشی بہن سے ہوئی تھی اور ایک کا پیغام انہوں نے بنولیث میں ایک انصاریہ کے پاس بھیجا تھا تو انہوں نے ان کے غلام ہونے کو دیکھ کر ٹھکرا دیا تھا؛ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی وجہ سے راضی ہوگئیں۔ (۲)

اسی طرح ابوطیبہ اور ابوہند حجام نے بنو بیاضہ جیسے معزز سمجھے جانے والے قبیلہ کے یہاں پیغام بھیجا تو انہوں نے غلامی پر نظر کرتے ہوئے رَد کر دیا، ان دونوں موقعوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دے کر فرمایا کہ: ان سے نکاح کرو۔ (۳)

اس کے علاوہ اگر آثارِ صحابہ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی غیر برادری میں نکاح کرایا ہے، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی ہمشیرہ ام فروہ کا نکاح اشعث بن قیس کندی رضی اللہ عنہ سے فرمایا جو حائک جلاہا کے بیٹے سے مشہور تھے ''زوّجني أختك ففعل أبو بكر'' (۴)

---

(۱) مسلم: باب المطلقة ثلاثا، حديث: ۳۷۷۰

(۲) السنن الکبریٰ: باب لا یردّ نکاح غیر الکفو، حدیث: ۱۳۵۵۶

(۳) سنن دار قطنی: باب المهر، حديث: ۲۰۴

(۴) الطبقات الکبری: ابوسهل الساعدی: ۱۰/۵

اور ہند بنتِ حارث قرشیہ کی شادی معبد بن مقداد کندی سے ہوئی، میمونہ بنتِ سفیان امویہ قریشہ کی شادی عروہ بن مسعود الثقفی رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد مغیرہ بن شعبہ ثقفی رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور صخرہ بنتِ ابی سفیان کا نکاح سعد ابن الاخنس سلمی رضی اللہ عنہ سے اور ہند بنتِ مقوم بن عبد المطلب ہاشمی کا نکاح ابو عمرہ انصاری سے ہوا۔

سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ایران کے آخری ساسانی بادشاہ یزگرد ثالث کی دختر شہر بانو سے نکاح فرمایا، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد زین العابدین نے شہر بانو کا نکاح امام حسین رضی اللہ عنہ کے غلام زبیر سے فرمایا، پھر حضرت زین العابدین نے اپنے ایک غلام کو آزاد کیا اور اپنی بیٹی اس کے نکاح میں دی، پھر انہوں نے اپنی باندی کو آزاد کیا اور پھر اس سے نکاح فرمایا، بنوامیہ کے حکمراں عبد الملک بن مروان کو خبر ہوئی تو وہ بہت ناراض ہوا، اس نے امام زین العابدین کو خط لکھا اور آپ کے خاندان کی شرافت ونجابت کا تذکرہ کیا اور آپ کے اس عمل پر تنقید کی تو حضرت زین العابدین نے جواب میں قرآنِ کریم کی آیت لَقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِيۡ رَسُوۡلِ اللّٰهِ أُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ سے استشہاد کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کا ذکر فرمایا کہ: کس طرح صفیہ بنت حیی اور حضرت زینب پھوپھی زاد بہن کا نکاح ہوا۔(۱)

اس سلسلہ میں برتی جانے والی عصبیت کی تردید کرتے ہوئے مفتیٔ اعظم مولانا کفایت اللہ صاحب دہلویؒ فرماتے ہیں:

"پس نصوصِ قرانیہ اور تعاملِ صحابہ اور سلف صالحین اس امر پر دلیل قاطع ہیں کہ کفائت نسبی فی حد ذاتہ صحتِ انعقادِ نکاح کی شرط نہیں ہے"۔

اور ایک جگہ لکھتے ہیں:

"سید زادی بالغہ غیر کفو میں اولیاء کی رضا مندی سے یا اس کے اولیاء میں اگر کوئی نہ ہو تو اپنی مرضی سے نکاح کر سکتی ہے۔"(۲)

---

(۱) المعارف لابن قتیبہ: بنات علی رضی اللہ عنہ: ۱/ ۲۱۵ (۲) کفایت المفتی: ۵/ ۲۱٦

البتہ فقہاء نے یہ بات واضح اور دوٹوک کردی ہے کہ علم کی شرافت حسب ونسب کی شرافت پر فائق اور اس سے برتر ہے؛ لہٰذا ایک قریشیہ سے بھی عجمی عالم نکاح کرسکتا ہے۔(۱)

''کفاءت'' میں مسلک کا بھی اعتبار کیا جائے

میاں بیوی کا رشتہ نہایت مضبوط بنیادوں پر قائم ہونا چاہئے، لہٰذا جو کوئی بھی چیز اس رشتہ کی مضبوطی اور پائیداری کے درمیان حائل بن سکتی ہو، جس کی وجہ سے یہ رشتہ کمزور پڑسکتا ہو، یا جس کی وجہ سے ان کے درمیان بناؤ اور نباہ کی شکل نہ بن پاتی ہو، جو چیز ان کے آپس میں جھگڑے، فساد وبگاڑ کا باعث بن سکتی ہو، ان چیزوں سے رشتہ کو محفوظ رکھنا نہایت ضروری ہے، اسی لئے اختلافِ دین کو یعنی مشرک مرد وعورت کا نکاح کفو اور ہم سری کے نہ ہونے کی وجہ سے مسلمان مرد وعورت سے ناجائز ٹھہرایا گیا ہے، ارشادِ باری عزوجل ہے: لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ (۲) مشرک عورتوں سے نکاح نہ کریں یہاں تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔

اس لئے کہ ایک تو اس میں ان کے مذہب وکلچر اور ان کے دین وعقیدے سے متاثر ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، یہ تو دینی بگاڑ ہے اور دنیوی نقصان یہ ہوتا ہے کہ عقیدے، مذہب، رہن سہن، طرز وانداز، نظر وفکر کے اختلاف کے ساتھ دونوں کا خوشگوار ماحول میں رہنا دشوار ہوتا ہے، نظر وفکر کے اسی اختلاف کی وجہ سے صالح العقیدہ، اہلِ سنت لڑکی کا نکاح کسی ایسے گمراہ فرقے سے تعلق رکھنے والے مرد سے نہیں کیا جائے گا جن کی گمراہی گرچہ صریح کفر تک نہ پہنچی ہو پھر بھی اس کے حق میں غیر کفو سمجھا جائے گا، اسی واسطے رضا خانی، مودودی اور اہلحدیث وغیرہ سے کرنا درست نہیں معلوم ہوتا؛ کیونکہ نکاح کے مقاصد اس سے پورے نہیں ہو پاتے، نظر وفکر کا یہ اختلاف ان کے مابین روزانہ کی تلخیوں اور جھگڑوں کا باعث بن جائے گا؛ بلکہ بناؤ کی شکلیں نہ ہونے اور زیادہ ''تو تو، میں میں''

---

(۱) بدائع: ۶۲۶/۲، مکتبہ زکریا دیوبند (۲) البقرۃ: ۲۲۱

اور نوک جھوک کی وجہ سے نوبت طلاق کی بھی آسکتی ہے۔

گرچہ فقہاء نے کفاءت اور ہم سری کے ذیل میں اس مسئلہ کو نہیں چھیڑا ہے؛ لیکن تشیع (شیعہ عقیدہ) کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے:

ابن قدامہؒ نے ''کفاءت'' کے ذیل میں ایک فصل ''اہلِ بدعت'' کے حوالے سے قائم کی ہے اور لکھا ہے:

''لا يزوّج البنت من حروری مرق من الدين ولا من الرافضی ولا من القدوری''(۱)

لڑکی کی شادی حروری (جو دین سے نکل چکا ہو) رافضی اور قدریہ فرقہ کے شخص سے نہ کرے۔

ہم عمری کا لحاظ

لڑکی کی شادی میں شوہر کے ہم عمر ہونے کا بھی لحاظ کیا جائے، دنیوی حرص وہوس کی وجہ سے مال ودولت کو ہی پیشِ نظر رکھ کر اپنی لڑکی کا ہاتھ کسی بوڑھے کے ہاتھ میں نہ تھمادے۔ سرورِ کائنات نے اپنی جگر گوشہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی میں ہم عمری کا لحاظ رکھا تھا، نسائی نے ایک باب باندھا ہے ''تزوّج المرأة مثلها فی السنّ''(عورت کی شادی اس کے ہم عمر سے کرنا) اس باب کے تحت میں انہوں نے بریدہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کیلئے پیغام بھیجا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ (فاطمہ) کمسن ہے، ''فقال رسول اللّٰه: أنّها صغيرة'' پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیلئے پیغام دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کردی ''فخطبها علی فزوّجها منه''(۲)

---

(۱) المغنی: شروط الکفاءۃ: ۷/ ۳۷۴، دار الفکر، بیروت

(۲) نسائی: کتاب النکاح، تزوّج المرأة بمثلها فی السن، حدیث: ۳۲۲۱، اس روایت کو محقق شعیب الارناؤط نے مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے، صحیح ابن حبان، کتاب اخبارہ، حدیث: ۶۹۴۸

فقہاء لکھتے ہیں: ”ولا یُزوّج ابنته الشابّة کبیرًا ولا رجلاً دمیمًا“(۱) باپ اپنی جوان بیٹی کو کسی بوڑھے اور بدصورت مرد سے نہ بیاہے۔

سیرت کے ساتھ صورت کا لحاظ کیا جائے:

دینداری کو پیشِ نظر رکھا جائے، اس سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ خوبصورت عورت سے نکاح نہ کریں، بدصورت سے کریں؛ بلکہ منشاء یہ ہے کہ دینداری کو زیادہ اہمیت دی جائے، اگر دینداری کے ساتھ حسن کو بھی کسی حد تک پیشِ نظر رکھا جائے تو یہ کوئی برا نہیں، یہ بھی ایک نعمتِ خداوندی ہے۔

حدیث میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا واقعہ لکھا ہے کہ انہوں نے خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آ کر کہا میں نے ایک انصاری عورت سے شادی کر لی ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیکھ لیا کرو؛ اس لئے کہ انصاری عورتوں کی آنکھوں میں کچھ عیب ہوتا ہے ”اذھب فانظر إلیھا فإنّ فی أعین الأنصار شیئًا“ اس عورت کو دیکھ لو؛ کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ (عیب) ہوتا ہے۔(۲)

شادی سے پہلے منگیتر کو دیکھنا

شریعت نے یہ بھی اجازت دی ہے کہ ممکن ہو تو بغیر کسی خاص اہتمام کے عورت کو شادی سے پہلے دیکھ لیا جائے؛ چونکہ یہ چیز دونوں کے درمیان آپس کی دلچسپی اور مودت ومحبت کا باعث ہوتی ہے، عورت کی طرف سے مرد کو اس کے حسن وجمال یا کسی بھی طرح کا شک وشبہ ہو تو اس کا ازالہ ہو جاتا ہے، گرچہ یہ ضروری نہیں، کسی دوسرے کے دیکھنے پر بھی اعتماد کیا جا سکتا ہے، لیکن خود دیکھنے میں کراہت یا چاہت جو بھی پہلو ہو وہ واضح ہو جاتا ہے، اس طرح آئندہ کی زندگی خوشی ومسرت کے ساتھ کامیاب گذر سکتی ہے۔

اس کی ترغیب دیتے ہوئے اور اس دیکھنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۱) ردالمحتار: ۹/۴

(۲) مسلم: باب ندب النظر الی وجہ المرأۃ وکیفیتھا لمن یرید تزوجھا، حدیث: ۱۴۲۴

نے فرمایا: ''تم میں سے جب کوئی پیغامِ نکاح دے اور وہ اس چیز کے دیکھنے پر قدرت رکھتا ہو، جو اس عورت کے نکاح کی طرف داعی ہو تو ایسا کرنا چاہیئے ''فإان استطاع أن ينظر إلٰى ما يدعوه إلى نكاحها فليفعل'' (۱)

اور ایک روایت میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی شادی کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تو نے دیکھ لیا ہے؟ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نہیں، یارسول اللہ ﷺ! یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: اس عورت کو دیکھ لو؛ اس لئے کہ یہ باہمی تعلقات کے استواری کیلئے مناسب ہے ''فانظر إليها فإنه أحرى أن يؤدم بينكما'' (۲)

ان ارشاداتِ نبوی ﷺ سے معلوم ہوا کہ جس عورت سے شادی ہونے والی ہے اس کو دیکھ لینا اور کچھ نہیں تو مستحب ضرور ہے، امام ترمذیؒ نے لکھا ہے کہ: بعض اہل علم اس طرف گئے ہیں کہ عورت کو شادی سے پہلے دیکھ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، بشرطیکہ اس کا وہ حصہ نہ دیکھا جائے جس کا دیکھنا حرام ہے اور یہی مذہب امام احمدؒ اور اسحاقؒ کا ہے، پھر امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: ''معنى أن يؤدم بينكما قال: أحرىٰ أن تدوم المؤدة بينكما '' اس کا معنی یہ ہے کہ ''تم میں پائیدار محبت رہ سکے''۔ (۳)

اور دیکھنے کے بارے میں یہ بھی لحاظ رہے کہ چہرہ اور ہتھیلیوں کا دیکھنا کافی ہے؛

---

(۱) ابوداؤد: کتاب النکاح: باب فی الرجل ینظر الی المرأۃ وھو یرید تزویجھا: حدیث: ۲۰۲۸، علامہ حجر کہتے ہیں کہ: اس کو احمد، ابوداؤد نے روایت کیا ہے، اس کے رجال ثقہ ہیں، اور اسے حاکم نے صحیح کہا ہے، ترمذی اور نسائی کے یہاں حضرت مغیرہ سے اور ابن ماجہ اور ابن حبان کے یہاں محمد بن مسلمہ سے اس کا ایک شاہد موجود ہے: بلوغ المرام: ۱/۲۰۲۔

(۲) ترمذی: باب ما جاء فی النظر الی المخطوبۃ: حدیث: ۱۰۸۷، امام ترمذیؒ نے اسے حسن صحیح کہا ہے، بوصیریؒ کہتے ہیں: اس کی سند صحیح ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں، اس کو ابن حبان نے حضرت انسؓ کی حدیث سے نقل کیا ہے: مصباح الزجاجۃ: کتاب النکاح: ۱/۲۰۸۔

(۳) ترمذی: باب النظر الی المخطوبۃ: حدیث: ۱۰۸۷

اس لئے کہ چہرہ مجمع المحاسن (حسن کا اصل مقام) ہے اور ہتھیلیوں کو دیکھنے سے صحت اور تر و تازگی کا پتہ چلتا ہے، پیر یا عورت کے دیگر ظاہر ہونے والی جگہوں کے دیکھنے کے بارے میں اختلاف ہے، صحیح قول یہ ہے کہ ان دونوں کے علاوہ اور دیگر اعضاء کا دیکھنا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح لڑکی کیلئے بھی یہ مسنون ہے کہ وہ اپنے ہونے والے شوہر کو دیکھ لے، چونکہ جس طرح لڑکے کو لڑکی کی جو چیزیں اس کی پسندیدگی کی باعث ہوتی ہیں ایسے ہی لڑکی کو لڑکے میں اس کی پسندیدگی کی باعث چیزیں ہوتی ہیں۔

البتہ یہ بات کہ لڑکی کو کتنے مرتبہ دیکھا جا سکتا ہے تو صاحبِ ''محتاج'' کہتے ہیں کہ: ''وله تكرير النظر ولو أكثر من ثلاثة مرة مادام أنّ له حاجة إلى النظر لعدم احاطته بأوصافها''(۱) مرد کیلئے مکرر دیکھنا گرچہ تین سے زیادہ بار کیوں نہ ہو، جائز ہے، جب تک کہ وہ دیکھنے کی حاجت محسوس کرے، چونکہ وہ اس کے تمام اوصاف سے واقف نہیں ہوتا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں کہ: جب تم میں سے کوئی شخص کسی کو پیغامِ نکاح دے، اگر وہ اس میں کوئی ایسا وصف دیکھنا چاہے جو اس سے نکاح کیلئے داعی بن سکتا ہو تو اس طرح کرے۔ فرماتے ہیں کہ: میں نے ایک لڑکی کو نکاح کا پیغام دیا، میں اس کو چھپ کر دیکھتا، چنانچہ میں نے اس میں وہ وصف دیکھا جو اس سے نکاح کیلئے داعی بن سکتا تھا، پھر میں نے اس سے نکاح کر لیا'' حتّى رأيت منها ما دعاني إلى نكاحها ''(۲)

معلوم ہونا چاہئے کہ یہ دیکھنے کی اجازت صرف دولہے کو ہے نہ چچازاد اور تایازاد بھائیوں کو۔

---

(۱) تکملۃ فتح القدیر: ۸/۹۹

(۲) ابوداؤد: باب فی الرجل ینظر الی المرأۃ یرید تزویجھا، حدیث: حاکم نے اس کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے، ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے: المستدرک: کتاب النکاح، حدیث: ۲۶۹۶

نکاح سے پہلے منگیتر سے تعلق

یہاں یہ بات سمجھ لینا چاہیے کہ اسلام نے شادی سے پہلے لڑکی کو دیکھنے کی اجازت تو ضرور دی ہے؛ مگر اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہمارے یہاں وہ رواج بھی صحیح تصور کئے جائیں جو غیر قوموں اور مغربی تہذیب نے اس حوالے سے روا رکھے ہیں، کہ شادی سے پہلے لڑکا اور لڑکی ایک مدت تک بے باکی کے ساتھ ملے جلے، زندگی گذارتے رہیں اور عشق ومحبت کی وادی طے کر کے نکاح کی منزل پر پہنچتے ہیں، یہ طریقہ اسلام میں قطعاً جائز نہیں، اس طرح کی بے حیائی کو اسلام حرام اور گناہ سمجھتا ہے، ایجاب وقبول سے پہلے وہ ایک دوسرے کیلئے اجنبی ہوتے ہیں اور شرعی نقطۂ نظر سے اجنبی مرد وعورت کا ایک دوسرے کے ساتھ تخلیہ میں ملنا جائز نہیں، حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''لا یخلونّ رجل بامرأة إلّا کان ثالثهما الشیطان'' (۱) جب کوئی کسی عورت سے تنہائی میں ملتا ہے تو ان کا تیسرا شیطان ہوتا ہے۔

کیونکہ اگر ایک عرصہ تک وقت گذاری ہوجائے اور باہم محبت اور پیار کے تعلقات اور لمحات گذارے جائیں تو آپ کی قربتیں بسا اوقات دونوں کو صنفی تعلق تک پہنچا دیتی ہیں، پھر اگر اس لڑکی کا کسی وجہ سے اس لڑکے سے رشتہ نہ ہو تو اس کا خمیازہ اس لڑکی کو بھگتنا پڑے گا اور یہ بات بہت سطحی ہے کہ آدمی فون پر مسلسل بات کر کے یا پارکوں میں ملاقاتیں کر کے مزاج کو سمجھ نہیں سکتا ہے، مزاج وطبیعت کو معلوم کرنے کیلئے دوسرے رشتہ داروں اڑوس پڑوس اور حلقۂ احباب سے معلومات حاصل کریں۔

منگنی میں دیئے گئے سامان:

منگنی میں انگوٹھی، رومال اور اور دیگر سامان فریقین کو آپس میں دیئے جاتے ہیں، تو اس سلسلے میں حکم یہ ہے کہ اگر اس طرح کا لین دین کا علاقہ میں رواج ہو چکا ہے تو یہ مانگ یا دباؤ

---

(۱) ترمذی: باب لزوم الجماعة، حدیث: ۲۱۶۵، امام ترمذی نے اسے حسن صحیح غریب کہا ہے، حاکم اور علامہ ذہبیؒ نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے: مستدرک: کتاب العلم، حدیث: ۳۸۷

ڈال کر لینے کے حکم میں ہے اور اس طرح لین دین شرعی طور پر ناجائز اور ممنوع ہے، اس سے طرفین کے لوگ ایک بیجا خرچ میں مبتلا ہوجاتے ہیں؛ اس لئے اس کا ترک ضروری ہے۔(۱)

اسی طرح لڑکے والے لڑکی کے لئے (لڑکے کی نسبت سے) کچھ سامان لڑکی والوں کو دیتے ہیں، کیا لڑکی یہ سامان اپنے استعمال میں لاسکتی ہے؟ کیوں کہ یہ ابھی تک دونوں ایک دوسرے کے لئے محرم نہیں ہوئے؛ چونکہ یہ بھی رسم ورواج سے مجبور ہو کر لینا دینا ہوتا ہے؛ اس لئے اسکو بھی ترک کردینا ضروری ہے۔(۲)

اسی طرح ان مواقع سے گھر کے بچوں کو طرفین سے ہاتھوں میں دینا اظہار محبت کے لئے ہوتا ہے، اس میں بظاہر کوئی قباحت نہیں؛ لیکن اگر نہ دینے پر شکوہ وشکایت شروع ہوجائے تو یہ بھی ممنوع ہوگا۔(۳)

قال في الوسيلة الأحمدية شرح الطريقة المحمدية: لعن رسول الله ﷺ الراشي والمرتشي، ومن الرشوة ما أخذه ولي المرأة قبل النكاح إذا كان بالسؤال، أو كان إعطاء الزوج بناء على عدم رضائه على تقدير عدمه، أما إذا كان بلا سؤال ولا عن عدم رضائه فيكون هدية، فيجوز (۴)

الوسیلۃ الاحمدیہ شرح الطریقۃ المحمدیہ میں ہے: رسول اللہ ﷺ نے رشوت دینے اور لینے والے پر لعنت فرمائی ہے، رشوت یہ بھی ہے کہ جس کو لڑکی کا ولی نکاح سے قبل لیتا ہے، اگر یہ بذریعہ سوال حاصل ہوا ہے، یا شوہر نے اس سامان کے نہ ہونے کی صورت میں اس کے راضی ہونے کی وجہ سے دیا ہے (تو یہ ناجائز ہے) اگر یہ بلاسوال یا اس کی رضامندی کے بغیر نہ ہو تو یہ ہدیہ ہے اور یہ جائز ہے۔

---

(۱) مستفاد: فتاوی محمودیہ، قدیم: ۵/۳۱۹، ڈابھیل: ۱۱/۱۹۵

(۲) مستفاد فتاوی محمودیہ: ۵/۳۱۹، ڈابھیل: ۱۱/۱۸۵ (۳) حوالہ سابق

(۴) مجموعۃ الفتاوی علی ہامش الخلاصۃ، کراچی ۲/۲۳۰

منگنی ختم ہونے کی صورت میں اس میں دیئے گئے سامان کی واپسی:

لڑکے والوں نے شادی کا معاملہ طئے کر کے اور زیادہ مطالبہ کی عدم ادائیگی پر شادی کا معاملہ ختم کر کے جو دوسری جگہ طئے کرلیا ہے، یہ دھوکہ اور فراڈ ہے، یہ عہد شکنی اور فعل مذموم ہے، اب لڑکی والوں نے جو رقم یا سامان لڑکے والوں کو دیا ہے، یہ لوگ برضائطرفین یا بذریعہ شرعی پنچایت ایک دوسرے سے واپس لوٹا سکتے ہیں۔

لا ينفرد الواهب بالرجوع؛ بل يحتاج فيه إلى القضاء، أو الرضاء، أو قبل التسليم ينفرد الواهب بذلك، هكذا في الجوهرة(۱)

پیغامِ نکاح کے قبول کرنے پر زبردستی نہ کی جائے

جب لڑکے والے لڑکی والوں کے یہاں پیغامِ نکاح دیں تو اس کے قبول کرنے پر زور نہ دیں چاہے وہ اپنی پسند سے قبول کرلیں یا رد کردیں، قبول کرنے پر تو رضا کا اظہار ہو، اور نہ قبول کرنے پر ان سے کینہ اور بغض رکھا جائے اور اس کو بڑا مسئلہ بنا دیا جائے، یہ بات درست نہیں، حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے واقعات اس بارے میں نمونہ ہیں:

☆ ابو نعیم نے ”حلیۃ“ میں ثابت بنانیؒ سے یہ نقل کیا ہے کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ بنی لیث کی ایک عورت کے پاس حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا پیغامِ نکاح لے کر گئے، انہوں نے ان کے پاس آ کر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب اور ان کے حق وصداقت کی تلاش میں دربدر پھرنا اور حق واسلام کو قبول کرنے میں ان کے پہل کا ذکر کیا اور فرمایا: فلاں گھر کی لڑکی کو وہ پیغامِ نکاح دیتے ہیں، ان لوگوں نے کہا: ہم ان سے نکاح نہیں کروائیں گے؛ بلکہ ہم اپنی لڑکی کا نکاح آپ سے کروادیں گے، چنانچہ آپ نے نکاح

---

(۱) الفتاوی الهندیة: کتاب الهبة، الباب الخامس فی الرجوع فی الهبة، زکریا ۳۸۵/۴، جدید زکریا ۴۰۹/۴، بحوالہ فتاوی قاسمیہ: ۵۳۶/۱۲

فرمالیا اور باہر تشریف لائے ، فرمایا: سلمان! ایک چیز پیش آگئی جس کا ذکر میں تمہارے سامنے کرنا نہیں چاہتا ، مجھے اس کے ذکر سے حیاء محسوس ہو رہی ہے ، انہوں نے فرمایا: کیا ہوا؟ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے انہیں سارا قصہ کہہ سنایا ، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تم سے اس بارے میں حیاء کرنے کا زیادہ حقدار ہوں کہ میں اس لڑکی کیلئے پیغامِ نکاح دوں جس کا اللہ نے تقدیر میں تمہارے حق میں فیصلہ کر دیا ہے ''أنا أحقّ أن استحیی منك أن أخطبها وكان اللّٰه تعالٰی قد قضاها لك'' (۱)

یہاں پر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ نہایت ہی قابل توجہ ہے، اس حوالہ سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ان کے مواخاتی بھائی کے پیغامِ نکاح دینے کا طرز بھی اس حوالے سے اسوہ اور نمونہ ہے۔

☆ ابنِ سعدؒ نے شعبیؒ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ: کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ان کے مواخاتی بھائی نے یمن کے کسی گھرانے میں پیغامِ نکاح دیا، تو ان لوگوں نے کہا: اگر بلال تشریف لائیں گے تو ہم تمہارا نکاح کر دیں گے، راوی کہتے ہیں: حضرت بلال رضی اللہ عنہ آ کر ان کے متعلق گواہی دی اور فرمایا: میں بلال بن رباح ہوں اور یہ میرے بھائی ہیں، یہ دین اور اخلاق کے اعتبار سے خراب ہیں، اگر تم چاہو تو ان کا نکاح کر دو اور اگر چاہو تو نہ کرو ''فإن شئتم أن تُزوّجوه وإن شئتم أن تدعوه فدعوه'' (۲) ان لوگوں نے کہا: جس کے بھائی اس طرح دیانت دار ہوں تو ہم اس سے نکاح کروائیں گے، چنانچہ انہوں نے نکاح کر دیا۔

---

(۱) علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کے رجال ثقہ ہیں مگر ثابت نے نہ سلمان فارسی سے سنا ہے اور نہ ہی ابوالدرداء سے: مجمع الزوائد: باب الکفاءۃ، حدیث: ۷۴۴۵۔

(۱) الطبقات الکبری لابن سعد: بلال بن رباح: ۳/ ۲۳۷، اسے حاکم نے صحیح السند کہا ہے جس کی شیخین نے تخریج نہیں کی ہے، ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے: المستدرک: ذکر بلال بن رباح، حدیث: ۵۲۳۷۔

ان تمام واقعات میں قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے پیغامِ نکاح کے قبول کرنے پر زور نہیں دیا، قبولیت اور عدمِ قبولیت کو ان کی رضا پر موقوف رکھا، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کی بداخلاقی وغیرہ کا اظہار کر کے قبول کرنے اور نہ کرنے کو ان کے اختیار پر چھوڑ دیا۔

نکاح کیلئے استخارہ کا ثبوت

عقدِ نکاح سے قبل استخارہ کرنا مسنون ہے، نکاح کوئی معمولی واقعہ یا زندگی کا معمولی کام نہیں ہے کہ اس کیلئے یوں ہی بغیر سوچے سمجھے قدم اٹھائے جائیں، بلکہ دونوں کا زندگی بھر کا ساتھ اور دونوں کی پائیدار رفاقت کا نام نکاح ہے؛ اس لئے احادیث میں نیک بیوی کو تقوی کے بعد سب سے بڑا سرمایہ قرار دیا گیا ہے؛ اس لئے نکاح سے پہلے استخارہ یعنی اس انتخاب کے بارے میں اللہ عزوجل سے مشورہ طلب کیا جائے: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا: تم زینب سے میرا ذکر کرو، زید کہتے ہیں کہ: میں چلا، میں نے کہا: اے زینب رضی اللہ عنہا ! خوش خبری ہو مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے سامنے اپنا ذکر کرنے کیلئے بھیجا ہے، انہوں نے جواب دیا: میں اپنے رب کے مشورہ کے بغیر کچھ نہیں کرسکتی، فوراً وہ نماز کیلئے کھڑی ہوگئیں، ''ما أنا بصانعة شيئا حتّى استأمر ربّي فقامت إلى مسجدها ونزل القرآن'' اسی دم قرآن کا نزول ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اجازت کے ہی ان کے گھر میں داخل ہوگئے۔(۱)

امام نوویؒ اس حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ: ''وفيه استحباب الاستخارة سواء كان الأمر ظاهر الخير أم لا''(۲) یعنی اس سے استخارہ کا مستحب ہونا ثابت ہوتا ہے، خواہ معاملہ کا خیر ہونا واضح ہو یا نہ ہو۔

---

(۱) مسلم: باب زواج زینب بنت جحش، حدیث: ۱۴۲۸

(۲) المنهاج: ۹۸۲

نمازِ استخارہ

استخارہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ سے خیر اور بہتری کو طلب کرنا، استخارہ اس وجہ سے مشروع کیا گیا کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ آدمی ایک کام کرنا چاہتا ہے، مگر اسے کام کا انجام معلوم نہیں ہوتا، ایسی صورت میں سمجھدار لوگوں سے مشورہ کرنا بھی مسنون ہے، اور نماز استخارہ اور استخارہ کی تعلیم فرمودہ دعا پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے رہنمائی حاصل کرنا بھی ہے،...... زمانۂ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ جب کوئی اہم کام کرنا ہوتا تھا مثلاً کسی جگہ کا سفر، یا نکاح یا کوئی بڑا سودا، تو وہ تیروں سے فال نکالا کرتے تھے، یہ تیر کعبے کے مجاور کے پاس ہوتے تھے، ان میں سے کسی میں لکھا ہوتا "اَمَرَنِیْ رَبِّیْ" اور کسی پر لکھا ہوتا "نَهَانِیْ رَبِّیْ" اور کوئی تیر بے نشان ہوتا، اس پر کچھ لکھا نہ ہوتا، مجاور تھیلا ہلا کر فال طلب کرنے والے سے کہتا کہ ہاتھ ڈال کر ایک تیر نکال لو، اگر "اَمَرَنِیْ رَبِّیْ" والا تیر ہاتھ آتا تو دوبارہ فال نکالی جاتی، سورۂ مائدہ میں اس کی حرمت نازل ہوئی۔(۱)

چونکہ ایک تو یہ بے بنیاد عمل ہے، اور محض اتفاق ہے اور دوسرے یہ اللہ پر بہتان ہے کہ اللہ پاک نے یہ حکم کہاں دیا ہے؟ اور کب منع کیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے اس فال کی جگہ استخارہ کی تعلیم دی، اس میں براہِ راست اللہ عزوجل سے بندہ رہنمائی کا طالب ہوتا ہے اور اللہ کی طرف سے فیضان کا دروازہ کھلتا ہے۔

رہی یہ بات کہ اللہ تعالیٰ کی رہنمائی بندے کو کس طرح حاصل ہوگی؟ روایات میں اس کا ذکر نہیں، بزرگوں کا تجربہ یہ ہے کہ یہ رہنمائی خواب کے ذریعہ ہوتی ہے، پھر

(۱) سورۃ المائدۃ:۳

کبھی خواب واضح ہوتا ہے اور کبھی تعبیر طلب اور کبھی رہنمائی اس طرح ہوتی ہے کہ اس کام کے کرنے کا شدید داعیہ دل میں پیدا ہوتا ہے، یا اس سے دل بالکل ہٹ جاتا ہے، ان دونوں کیفیتوں کو من جانب اللہ اور دعا کا نتیجہ سمجھنا چاہئے، اگر استخارہ کے بعد بھی تذبذب باقی رہے تو استخارہ کا عمل مسلسل جاری رکھے اور جب تک ایک طرف رجحان نہ ہو عملی اقدام نہ کرے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو اپنے معاملات میں استخارہ کرنے کا طریقہ اس اہتمام سے سکھاتے تھے، جس اہتمام سے قرآن کی سورتوں کو تعلیم فرماتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو بتلاتے تھے کہ پہلے دو رکعت نفل پڑھے اور اس کے بعد اللہ سے دعا کرے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ، وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ، وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ، فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ، وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ، وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ، اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ فَاقْدِرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ، ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ، وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ، فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ، وَاقْدِرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ، ثُمَّ اَرْضِنِيْ بِهٖ۔

اے اللہ! میں تجھ سے تیری صفتِ علم کے وسیلہ سے خیر اور بھلائی کی رہنمائی چاہتا ہوں، اور تیری صفتِ علم اور قدرت کے وسیلہ سے قدرت کا طالب ہوں، اور تیرے عظیم فضل کی بھیک مانگتا ہوں؛ کیونکہ تو قادرِ مطلق ہے اور میں عاجز ہوں، تو ہر چیز کو جاننے والا ہے، اور میں نہیں جانتا، اور تو سارے غیبوں سے واقف

ہے، اے اللہ! اگر تیرے علم میں ''یہ کام'' میرے لئے اچھا ہے، میرے دین، میری دنیا اور میری آخرت کے لحاظ سے، تو اس کو میرے لئے مقدّر فرما، اور میرے لئے اس کو آسان فرما، اور مجھے اس میں برکت دے، اے اللہ! اگر تیرے علم میں ''یہ کام'' برا ہے، میرے دین، میری دنیا اور میری آخرت کے لحاظ سے، تو مجھ کو اس کام سے الگ رکھ، اور مجھے اس سے روک دے، اور میرے لئے خیر اور بھلائی مقدر کر دے، چاہے وہ جہاں اور جس میں ہو، پھر مجھے اس خیر والے کام سے راضی اور مطمئن کر دے۔

راوی کا بیان ہے، رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمایا کہ جس کام کے بارے میں استخارہ کی ضرورت ہو، استخارہ کی دعا کرتے ہوئے، صراحۃً اس کا نام لے ''ھذا الأمر'' کہتے وقت جس مقصد کے پیش نظر استخارہ کیا جارہا ہو، اس کو ذہن میں رکھا جائے، یا اس جگہ اس کا تذکرہ کیا جائے۔(۱)

یہ ہے استخارہ کا مسنون طریقہ، اس کے علاوہ موجودہ دور میں استخارہ کے جو بے شمار طریقے رِواج پا گئے ہیں، ان کی کوئی حقیقت نہیں، یہ سب خرافات ہیں اور لوگوں کو لبھانے اور رُجھانے کے طریقے ہیں۔

یہاں استخارہ کے حوالے سے چند اُمور ملاحظہ ہوں:

۱- اولاً تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ استخارہ کیلئے کوئی وقت مقرر نہیں، بلکہ جب بھی موقع ملے، رات و دن میں، عشاء کی نماز کے بعد کی قید کے بغیر محض جب استخارہ کا ارادہ ہو، دو رکعت نماز پڑھے پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے مذکورہ دعا کرے اور بس۔

---

(۱) بخاری: باب ما جاء فی التطوع مثنی مثنی، حدیث: ۱۱۶۲

استخارہ کا مقصد یہ نہیں ہے کہ جس کام کا ارادہ ہے اس میں تردد ختم ہوجائے؛ بلکہ استخارہ کا مقصود یہ ہے کہ بندہ خدا تعالی سے دعاء کرتا ہے کہ میں جو کچھ کروں اسی کے اندر خیر ہو، اور جو کام میرے لئے خیر نہ ہو وہ کرنے ہی نہ دیجئے، حاصل یہ ہے کہ استخارہ کا مقصود طلب خیر ہے نہ کہ استخبارہ (خبر معلوم کرنا) استخارہ کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ استخارہ کے بعد وہ چیز اللہ کے حوالے ہوجاتی ہے، اگر مضرت اور ظاہری نقصان ہو بھی تو بندہ باطنی خیر کی امید میں اپنے لئے تسلی کا سامان فراہم کرلیتا ہے۔(۱)

۲- یہ بھی ضروری نہیں کہ استخارہ کے بعد خواب نظر آئے گا جس میں کام کے کرنے یا نہ کرنے کے حوالہ سے رہنمائی ہوگی، بعض مرتبہ یہ رہنمائی خواب کے ذریعہ ہوگی اور کبھی خواب کے ذریعہ نہیں ہوگی، بس استخارہ کے بعد دل کا رُجحان جس جانب ہوجائے اس پر عمل پیرا ہو، اگر استخارہ کے بعد بھی بالفرض دل کا رُجحان کسی جانب نہ بھی ہو، تب بھی استخارہ کا فائدہ بندے کو حاصل ہوگیا کہ اَب اللہ کی جانب سے خیر اور بھلائی کو طلب کرنے سے اس کیلئے بھلائی اور اچھائی کے راستے منجانب اللہ کھلتے رہیں گے، گرچہ وقتی طور پر بندے کو اس میں خیر اور بھلائی نظر نہ آئے؛ لیکن جب چند دن کے بعد اس کے نتائج وعواقب بندے کے سامنے آئیں گے تو پھر خیر اور بھلائی کا پہلو خود بخود بندہ واضح ہوجائے گا، اسی کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے یوں فرمایا: "إن الرجل يستخير الله تبارك وتعالىٰ فيختار له فيسخط على ربّه عزوجل، فلا يلبث أن ينظر العاقبة فإذا هو خير له" (۲) بعض اوقات بندہ اللہ عزوجل سے استخارہ کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس کے حق میں بہتری کا فیصلہ کردیتے ہیں، (سمجھ میں نہ آنے کی وجہ سے) وہ اپنے پروردگار پر ناراض ہوجاتا ہے، لیکن

(۱) اسلامی شادی: حضرت مولانا اشرف علی تھانوی: ۶۹

(۲) کتاب الزهد لابن المبارک علیہ الرحمۃ

کچھ عرصہ کے بعد انجام سامنے آجاتا ہے تو اُسے پتہ چلتا ہے کہ یہی چیز اس کے حق میں بہتر تھی۔

۳- یہ بھی ملحوظ رہے کہ استخارہ کرنے والا کبھی ناکام یا نامراد نہیں رہتا، ویسے تو استخارہ کے بعد آدمی ناکام ہرگز نہیں ہوتا، اگر بالفرض اس کی محدود سوچ کے مطابق اِسے استخارہ کے بعد اس عمل میں کچھ کمی یا نقص نظر آئے تو اب بھی اس کیلئے اس میں اپنی تسلی کا بہت سارا سامان موجود ہے کہ اُس نے اپنی رائے اور محض اپنی ذہنی پرواز پر اعتماد کر کے کام نہیں کیا، بلکہ میں نے اس حوالے سے سب سے علیم وخبیر ذات سے مشورہ کرلیا ہے، اسی کو حضور ﷺ نے یوں فرمایا: ما خاب من استخار ولا ندم من استشار (۱) اپنے معاملات میں استخارہ کرنے والا کبھی ناکام نہیں ہوا، اور نہ اپنے کاموں میں مشورہ کرنے والا کبھی نادم ہوا۔ یعنی ایک استخارہ اور دوسرے مشورے سے انشاء اللہ سارے مسائل کا حل بھی نکلتا ہے۔

۴- مذکورہ بالا مسنون طریقہ استخارہ اس وقت کیلئے ہے جب آدمی کے پاس استخارہ کرنے کی مہلت اور گنجائش موجود ہو لیکن بسا اوقات ایسے دوراہے پر ہوتا ہے، اس کو اتنا جلدی فیصلہ اپنانا ہوتا ہے کہ اس میں دو رکعت پڑھ کر دُعا کرنے کی فرصت نہیں ہوتی، اس موقع سے حضورِ اکرم ﷺ نے یہ دُعائیں تلقین فرمائیں:

اَللّٰھُمَّ خِرْلِیْ وَاخْتَرْلِیْ (۲)

اے اللہ! میرے لئے آپ پسند فرما دیجئے، مجھے کونسا راستہ اختیار کرنا چاہئے۔

اور ایک دُعا ہے: اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ وَسَدِّدْنِیْ (۳)

---

(۱) المعجم الصغیر للطبرانی، حدیث: ۹۸۰

(۲) سنن ترمذی، باب ۸۶، حدیث: ۳۵۱۶

(۳) مسلم، باب التعوذ من شر ما عمل ومن شر، حدیث: ۲۷۲۵

اے اللہ! میری صحیح ہدایت فرمایئے اور مجھے سیدھے راستہ پر رکھئے۔

اور ایک دُعا ہے:

اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ (۱)

اے اللہ! جو صحیح راستہ ہے وہ میرے دل پر اِلقا فرمادیجئے۔

اِن دُعاؤں میں جو یاد آجائے پڑھ لے، اگر عربی میں یاد نہ ہوں تو اُردو میں ہی دُعا کرے،

اے اللہ! مجھے اس معاملہ میں کشمکش پیش آگئی ہے، آپ مجھے صحیح راستہ دکھادیجئے۔ اگر زبان سے نہ کہے تو دل ہی دل میں کہہ لے، اللہ کی طرف رُجوع کرے کہ صحیح بات کا اِلقاء اس کے دل میں کردے۔

استخارہ کا نتیجہ جاننے کے سلسلے میں حضرت تھانویؒ نے ''بوادر النوادر'' کے ۷۶ ویں نادرہ میں فیصلہ کن گفتگو فرمائی ہے جو حضرت کے مطالعہ کا نچوڑ اور زندگی کی آخری رائے معلوم ہوتی ہے۔

پس اقرب الی الادب اور اجمع للدلائل یہ ہے کہ استخارہ کے بعد کسی شق کا رجحان قلب میں آجائے تو اس پر عمل کرے اور اگر کسی کا رجحان نہ ہو تو جس شق پر چاہے عمل کرے۔(۲)

خلاصہ یہ ہے کہ دل کا رجحان یا خواب کا دیکھنا دونوں ضروری اور بنیاد نہیں، دینی مصالح کو مقدم رکھا جائے، دین اور دنیا کا تجربہ رکھنے والوں سے مشورہ کرلیا جائے۔

انتخاب میں بھروسہ مند لوگوں سے مشورہ کرے

لڑکی یا لڑکے کے انتخاب کے تعلق سے بھروسہ منداور خیر خواہ لوگوں سے مشورہ کرنا بھی مسنون ہے، اس بارے میں اس حدیث سے روشنی پڑتی ہے: فاطمہ بنت قیسؓ

---

(۱) ترمذی، باب ۷۰، حدیث: ۳۴۸۳

(۲) أبوادر النوادر: ۲/۷۶۴، مکتبہ جاوید دیوبند

کو ان کے شوہر نے طلاقِ مغلظہ دے دیا تو انہوں نے اس کی اطلاع حضور ﷺ کو دی تو حضور ﷺ نے ان سے عدت گذر جانے کے بعد آپ ﷺ کو اطلاع دینے کو کہا، جب وہ عدت گذار چکیں تو حضور اکرم ﷺ کے پاس آئیں اور آپ ﷺ سے کہا کہ: معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اور ابوجہم رضی اللہ عنہ ان کو پیغامِ نکاح دیتے ہیں تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ابو جہم رضی اللہ عنہ تو وہ اپنی لاٹھی اپنے کاندھے پر رکھے رہتے ہیں اور معاویہ رضی اللہ عنہ تو وہ غریب اور فقیر ہیں ان کے پاس کچھ بھی مال نہیں ہے ''امّا ابوجهم فلا يضع عصاه عن عاتقه وأما معاوية فصعلوك لامال له'' لہٰذا تم اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے نکاح کرلو، تو انہوں نے اس کو ان کے کالے ہونے کی وجہ سے ناپسند کیا، پھر حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اسامہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کرلو، تو وہ کہتی ہیں کہ: میں نے ان سے نکاح کرلیا، تو اللہ عزوجل نے اس میں بے شمار خیر و برکت عطا فرمائی، اس پر میں رشک کیا کرتی تھی۔(۱)

اس حدیث سے ایک بات تو یہ معلوم ہوئی کہ نکاح کے تعلق سے خیر خواہ اور باوثوق لوگوں سے مشورہ کرنا چاہئے اور مزید اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلا کہ آدمی کو بھلائی اور خیر خواہی کی نصیحت باصرار کی جاسکتی ہے جیسا کہ حضور ﷺ نے فاطمہ بنتِ قیس رضی اللہ عنہا کو باصرار اسامہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کرنے کو کہا، جس کے نتیجے میں یہ نکاح بڑا نتیجہ خیز اور قابلِ رشک ثابت ہوا۔

مزید اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلا کہ کسی کی نصیحت اور خیر خواہی میں کسی کے عیوب کا اظہار بھی کیا جاسکتا ہے، یہ اس کی غیبت نہیں؛ بلکہ یہ نصیحت اور خیر خواہی کے قبیل کی چیز ہے، جیسا کے حضور ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے فقیر اور محتاج ہونے اور ابوجہم رضی اللہ عنہ کے زیادہ مار پیٹ کرنے یا ان کے زیادہ سفر میں ہونے کا ذکر کیا۔

لڑکی سے اجازت کا مسنون طریقہ:

مسنون طریقہ تو یہ ہے کہ پوچھنے کے لئے والی اقرب جائے؛ اگر لڑکی کنواری ہو

---

(۱) مسلم: باب المطلقة ثلاثًا لا نفقة له: حديث: ۱۴۸۰

اور پوچھنے والا قریب تر رشتہ دار ہو تو پوچھنے پر لڑکی کے خاموش رہنے سے نکاح ہو جاتا ہے، صراحتہ اجازت دینا ضروری نہیں، اگر لڑکی کنواری نہ ہو پوچھنے والا قریب تر رشتہ دار نہ ہو تو لڑکی کا صراحتہ اجازت دینا ضروری ہے، خاموش رہنے سے نکاح نہ ہوگا، لڑکی کا سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار کون ہے؟ والد، والد نہ ہو تو پھر دادا، پھر بھائی، پھر بھتیجا، بھتیجا کا درجہ چچا سے زیادہ ہے، پھر چچا تو پوچھنے میں یہ ترتیب ملحوظ رہے، اس سے بڑھ کر یہ جہالت اور بے حیائی کی بات ہوتی ہے کہ بعض لوگ لڑکی کے بہنوئی کو پوچھنے کے لئے بھیجتے ہیں، نامحرم کو نہ بھیجا جائے۔(۱)

شادی کے بارے میں لڑکی کی ماں سے بھی مشورہ کیا جائے

اگر چہ ماں ولیہ کی حیثیت نہیں رکھتی کہ وہ لڑکی کا نکاح خود سے کردے لیکن اس سے بھی مشورہ کیا جانا چاہئے، ایک تو اس میں اس کی دل جوئی بھی ہے اور دوسرے یہ کہ لڑکی کے بارے میں ماں زیادہ جانتی ہے اور اس کی مصلحتوں وغیرہ سے وہ واقف ہوتی ہے۔

اس بارے میں یہ روایت دلالت کرتی ہے: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو اس کی لڑکی کیلئے پیغامِ نکاح دیا، ماں کی چاہت یہ تھی کہ اس کا نکاح ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ہو جائے اور باپ اپنے رشتے کے یتیم سے اس کا نکاح کرنا چاہتا تھا، چنانچہ باپ نے اس یتیم سے اپنی لڑکی کا نکاح کر دیا، اس لڑکی کی ماں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لڑکیوں کی ماں سے ان کے امور کے بارے میں دریافت کرو ''اٰمروا النّساء فی بناتھنّ'' (۲)

---

(۱) فقہ الزواج:۱۱۶، احسان شائق

(۲) ابوداؤد: باب الأستئمار: حدیث: ۲۰۹۵، محقق شعیب الارنؤط نے اس روایت کو حسن کہا ہے اور اس کی سند کے رجال کو ثقہ اور شیخین کے رجال قرار دیا ہے، سوائے ایک مبہم شخص کے اس سے اسماعیل بن امیہ نے احادیث نقل کی ہے اور اس کو ثقہ کہا ہے: مسند احمد: مسند عبداللہ بن عمر بن خطاب حدیث:۴۹۰۵: ۲/ ۳۴

شادی میں بارات کا حکم:

شادی میں دلہن خود نہیں آسکتی، اس کو لانے کے لئے دولہے کے اعزہ و متعلقین کو بھی جانا پڑتا ہے، اس کے بغیر کوئی بھی اپنی لڑکی کو خود نہیں پہنچاتا ہے، اس طرح دولہن کو رخصت کر کے لانے کے لئے جو لوگ جاتے ہیں، اس کو بارات کہتے ہیں، اس میں تعداد کے اعتبار سے کم از کم افراد کا ہونا بہتر ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''إن أعظم النكاح بركة أيسره مؤنة''(۱) سب سے زیادہ بابرکت نکاح وہ ہے جس میں مالی بوجھ کم ہو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''ومن دخل على غير دعوة دخل سارقا وخرج مُغيرا''(۲) اور جو شخص بغیر دعوت کے دعوت میں حاضر ہوا تو وہ چور بن کر داخل ہوا اور لوٹ مار کر نکل گیا۔

نکاح مسجد میں ہو

اسلام نے نکاح کو بدکاری سے ممتاز کرنے کیلئے یہ چاہا ہے کہ نکاح ڈھکے چھپے انداز میں نہ ہو؛ بلکہ علی الاعلان کھلے طور پر نمازی مجمع کے درمیان اللہ کے گھر میں ہو، ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ''اعلنوا النكاح واجعلوه فى المساجد''(۳) نکاح کا اعلان کرو، اور اس کو مسجد میں کرو، لہٰذا اس حدیث کے بموجب اعلان اور اشتہار کا مسنون طریقہ یہی ہے کہ مسجد میں نکاح کیا جائے۔

مجلس نکاح میں مصری یا کھجور لٹانا جائز ہے

مجلسِ نکاح میں کھجور یا مصری لٹانا جائز ہے، کیونکہ یہ خوشی کے اظہار کیلئے ہوتا ہے، اگر بدتہذیبی یا ناشائستگی یا دل شکنی کا اندیشہ ہو تو تقسیم کر دینا مناسب ہے۔(۴)

---

(۱) مسند احمد، حدیث: ۲۵۰۳۴

(۲) ابوداؤد: كتاب الأطعمة، باب ماجاء فى إجابة الدعوة، حديث: ۳۷۴۱

(۳) ترمذی: باب اعلان النکاح، حدیث: ۱۰۸۹، علامہ سخاوی فرماتے ہیں: یہ روایت حسن درجے کی ہے گرچہ امام ترمذی کے پاس اس کا راوی ضعیف ہے؛ لیکن اس کے متابعات موجود ہیں: المقاصد الحسنة: ۱/۱۲۵

(۴) فتاویٰ ہندیہ: ۵/۳۴۵

خطبۂ نکاح کا پیغام

اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں بھی نکاح سے پہلے خطبے دیئے جاتے تھے؛ لیکن وہ صرف فخر ومباہات اور خاندانی شرافت اور نسبی تفاخر وغیرہ کے بیان پر مشتمل ہوتے تھے؛ لیکن اسلام جس کے یہاں کرامت وشرافت اور عزت وعظمت کا معیار صرف اور صرف تقویٰ وطہارت اور آپسی معاملات وحقوق کی درستگی اور اللہ عزوجل کے سامنے بندگی وعاجزی کا اظہار ہے؛ اس لئے اس نے نکاح کے وقت جو خطبہ سنت قرار دیا وہ اولاً خدا کی توحید اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے اعتراف اور قرآن کی ان آیات پر مشتمل ہے جو آپسی معاملات کی درستگی اور اس بارے میں خدا سے ڈرنے کی تاکید کرتی ہیں۔

خطبۂ نکاح میں جو آیتیں مقرر کی گئی ہیں اس میں اسی بات کا پیغام دینا مقصود ہے کہ

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيْرًا وَنِسَآءً، وَّاتَّقُوْا اللهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهِ وَالْاَرْحَامَ، اِنَّ اللهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا (۱)

اے لوگو! اپنے اس پرورگار کی مخالفت کرنے سے ڈرو، جس نے تم کو ایک جاندار (آدم) سے پیدا کیا اور اس جاندار سے اس کا جوڑ (حوا) پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد وعورتیں پھیلائیں اور تم اس خدا سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے (اپنے

(۱) النساء:۱

حقوق) کا مطالبہ کرتے ہو، رشتہ داری (کے حقوق ضائع کرنے)
سے ڈرو، اللہ تعالیٰ تمہارے (حالات کی) اطلاع رکھتے ہیں۔

اس آیتِ کریمہ میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اللہ عزوجل نے اوّلاً حضرت آدمس کو پیدا کیا، پھر ان کی بائیں پسلی سے حضرت حواء کو وجود بخشا، پھر ان سے سارے مخلوق مرد و عورتیں وجود میں آئیں، لہذا نسلی، خاندانی، علاقائی اور لسانی تفاخر اسلام میں معتبر نہیں، اللہ عزوجل نے تمہیں خاندانوں اور قبیلوں میں اس واسطے تقسیم کیا ہے کہ تمہاری شناخت ہو سکے، نہ اس وجہ سے کہ تم اونچے خاندان کے ہونے سے اپنی بڑائی و برتری کے زعم میں دوسرے کو حقیر اور کمتر سمجھنے لگو فرمایا:

وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا، اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (۱)

اللہ تعالیٰ نے تم کو مختلف گروہوں اور مختلف خاندانوں میں بنایا؛ تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو، اللہ کے نزدیک تم میں سب سے بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔

یعنی چھوٹا، بڑا، معزز و حقیر ہونا، ذات پات اور خاندان ونسب سے تعلق نہیں رکھتا؛ بلکہ جس قدر جو نیک خصلت، مؤدب، پرہیزگار ہو، وہ اسی قدر اللہ کے یہاں معزز و مکرم ہے، حقیقت تو یہ ہے کہ سارے آدمی ایک مرد و عورت یعنی آدم علیہ السلام وحوا کی اولاد ہیں، اور وہ مٹی سے پیدا کئے گئے، تو ہماری ابتداء بھی مٹی ہے اور انتہا بھی مٹی ہے، شیخ، سید، پٹھان، صدیقی، فاروقی، عثمانی، انصاری سب آدم علیہ السلام وحوا پر ہی ختم ہوتے ہیں، یہ ذات پات اور خاندان اللہ عزوجل نے محض تعارف اور شناخت کیلئے مقرر کئے ہیں۔

اور فرمایا کہ جس اللہ عزوجل کا واسطہ دے کر تم دوسروں سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے ہو اور کہتے ہو کہ ”بھائی اللہ کے واسطے میرا حق مجھے دے دو“ اس طرح اسے اللہ عزوجل

---

(۱) حجرات: ۱۳

سے ڈراتے ہو، پہلے تو تمہیں اس کے ڈرانے سے پہلے اللہ عز وجل سے ڈرنا اوراس کو احکام کی تابعداری کرنی چاہئے، پھر اخیر میں فرمایا کہ قرابت اور رشتہ داری کو توڑنے سے بھی ڈرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ شادی کی رنگ رنگلیوں، اور بیوی کی چاہت میں ماں باپ اور دیگر رشتہ داروں کے حقوق بھول نہ جاؤ، خصوصاً عورت اور دلہن کو یہ تاکید کی گئی ہے کہ تمہارا شوہر کے گھر کی چوکھٹ پر قدم رکھنا، رشتہ داری کے حقوق کی برقراری کا ذریعہ ہونا چاہئے، ایسا نہیں ہے کہ تم شوہر کو اپنی اداؤں سے اسے ماں باپ اور بھائی اور بہنوں سے قطع تعلق کرنے پر مجبور کردو، گھر کے اندر پھوٹ اور ٹوٹ کا کام شروع کردو۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا اللهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (۱)

اے ایمان والو! اللہ تعالی سے (ایسا) ڈرو (جیسا) ڈرنے کا حق ہے اور بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان نہ دینا (یعنی کامل اسلام اور تقوی پر موت تک قائم رہنا)۔

عجیب بات یہ ہے کہ موقع ہے خوشی کا اور موت جیسی نا قابلِ انکار حقیقت، طئے شدہ منزل یاد دلائی جارہی ہے؛ کیونکہ عموماً یہ جذبہ آدمی کو بہت سارے خرافات میں ڈال دیتا ہے کہ نکاح زندگی میں ایک ہی مرتبہ ہوتا ہے؛ اس لئے سارے ارمان اور جائز وناجائز خواہشات اور دل کے سارے چونچلے پورے کرلئے جائیں، خطبہ نکاح کے اس حصے نے فریقین کو اس پہلو کی طرف متوجہ کیا کہ شادی کی خوشیاں تمہیں اپنی قبر وآخرت اور عنداللہ جواب دہی کے احساس اور روزِ محشر کی پیشی کو نہ بھلادیں؛ اس لئے ساری زندگی موت کے آنے سے پہلے ہی تقویٰ اور اللہ کے ڈر اور خوف کے ساتھ گذاری جائے، کسی بھی حالت میں تمہارے قدم اسلام کی راہ میں ڈگمگانے نہ پائیں، آخرت کی تیاری کا موقعہ اور موت بھی ایک ہی مرتبہ آتی ہے۔

---

(۱) ال عمران: ۱۰۲

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا
يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ، وَمَنْ
يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا (۱)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور سچی بات کہو، اللہ عزوجل تمہارے اعمال کو قبول کرے گا، اور تمہارے گناہ معاف کردے گا، جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔

آدمی گھر سے باہر کی زندگی میں تو زبان کے استعمال میں کچھ قابو کر لیتا ہے؛ لیکن میاں بیوی کے درمیان گھر میں زبان کے استعمال میں بے قابو ہوجاتا ہے، جس سے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں، طلاق وتفریق کے واقعات پیش آتے ہیں، کتنی ہی بدصورت عورتیں اپنی شیریں گفتگو سے زندگی کو گل وگلزار بنادیتی ہیں اور شوہر کو اپنا اسیر بنائے رہتی ہیں، اس کے بالمقابل کتنی ہی خوبصورت بیویاں اپنی بدزبانی سے شوہروں کو ناراض کردیتی ہیں، زبان کی یہ ذراسی لغزش اچھے اچھے خاندانوں کے درمیان ٹوٹ پھوٹ کا ذریعہ بن جاتی ہے، زبان کی ان ہی نزاکتوں کے پیشِ نظر خصوصاً نکاح کے موقع سے میاں بیوی کو یہ تاکید کی گئی کہ بھلی اور اچھی بات کو اختیار کریں، زبان کو قابو میں رکھیں۔

اور قابلِ غور بات یہ ہے کہ ان تینوں آیات میں مشترکہ طور پر رشتہ داروں کو تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے اور تقویٰ کی حقیقت مختصراً یہ ہے کہ آدمی کانٹوں والے راستے سے گذرتا ہے تو جس ضبط واحتیاط کے ساتھ چلتا ہے ویسے ہی اپنی ساری زندگی گذارنے والا بن جائے، ساری شریعت نام ہے ''حقوق'' اور ''حدود'' کا، جیسے چھوٹی سی سڑک پر ہزاروں گاڑیوں کا چلنا اس لئے آسان ہوگیا کہ ہر گاڑی اپنے حق کو استعمال کرتے ہوئے اپنے حد میں چلتی ہے، ایسے ہی اگر کوئی بڑی سی سڑک ہو؛ لیکن وہ بائیں جانب چلنے کے بجائے اپنی حد سے نکل کر دائیں جانب چلنے لگ جائے یا قانون کی متعینہ رفتار سے طئے شدہ ٹرک

(۱) الاحزاب:۷۱

سے نکل جائے تو بڑی سی بڑی سڑک پر دو گاڑیوں کا چلنا مشکل ہوجائے گا، اگر آدمی ماں کا حق ادا کرنے میں حد سے نکل جائے تو بیوی پر ظلم ہوگا، یا بیوی کے حق ادا کرنے میں اور اس کے ساتھ برتاؤ وسلوک میں کچھ بھی جھکاؤ بڑھ جائے تو خاندانی نظام درہم برہم ہوجائے گا۔

ان بے جان گاڑیوں وبے روح پرزوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ کسی پہیّے بنانے والے کے بتائے ہوئے مقدار سے ہوا کم زیادہ ہوجائے تو گاڑی ہچکولے کھانے لگ جاتی ہے، پھر انسانی رشتے تو غیر معمولی حساس اور نازک ہوتے ہیں، کسی رشتہ میں گرم جوشی اور استقبال ہوتا ہے، اگر ویسا ہی سلوک دوسری طرف نہ ہوتو اس کی وجہ سے بھی خاندانی گاڑیاں ہچکولے کھانے لگتی ہیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے خطبۂ نکاح یوں منقول ہے:

”الحمد للّٰه نستعينه ونستغفره ونعوذ باللّٰه من شرور أنفسنا ومن يهد اللّٰه فلا مضّل له ومن يضلله فلا هادی له وأشهد أن لا إله إلّا اللّٰه وأشهد أنّ محمدًا عبده و رسوله“

پھر اس کے بعد مذکورہ بالا تین آیتیں پڑھنے کا ذکر ہے۔(۱)

خطبۂ نکاح ایجاب وقبول سے پڑھنا سنت ہے

خطبہ نکاح کا ایجاب وقبول سے پہلے پڑھنا سنت ہے، اس بارے میں، درمختار اورشامی کی عبارت ہے ”يندب اعلانه و تقديم خطبة“، ”ما يذكر قبل اجراء العقد من الحمد والتشهد“ نکاح کا اعلان کرنا اور خطبہ کو مقدم کرنا مستحب ہے، خطبہ یعنی عقد سے پہلے جو حمد اور کلمات تشہد پڑھے جاتے ہیں اس کو مقدم کرنا ہے۔(۲)

---

(۱) سنن النسائی الکبری: احکام فی الخطبة وشروط النکاح والعرس والبنائحدیث: ۲۲۵۸، محقق شعیب الارنؤط نے مسند احمد کی تعلیق میں اس کو صحیح کہا ہے۔

(۲) ردالمحتار: کتاب النکاح: ۸/۳، دارالفکر، بیروت

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب فرماتے ہیں:

''نکاح میں خطبہ سنت ہے، واجب نہیں، نفس نکاح بغیر خطبہ کے بھی صحیح ہوجاتا ہے، البتہ سنت خطبہ کا ثواب نہیں ملے گا، جو حضرات یہ کہتے ہیں کہ خطبہ کے بغیر نکاح صحیح نہیں وہ درست نہیں''(۱)

موجودہ زمانہ میں جس طرح نکاح پڑھایا جاتا ہے، اسی طرح آپ کا نکاح حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابوسفیان کے ساتھ ہوا اور شاہِ نجاشی نے نکاح کا خطبہ پڑھایا، نیز مروجہ خطبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔(۲)

اسی مروجہ طریقہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کیا، جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے انتہائی سادگی کے ساتھ نکاح کا خطبہ پڑھا اور یہ اعلان کیا کہ تم گواہ رہو کہ میں نے چار سو مثقال چاندی کے بدلے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کردیا:

وروی أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم: خطب حین النکاح ھذہ الخطبة: الحمد المعبود بنعمته الخ (۳)

دلہا دلہن کو کس طرح مبارک بادی دی جائے

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ عقیل بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے بنی خثعم کی ایک عورت سے نکاح کیا تو ان سے (مبارکبادی دیتے ہوئے) کہا گیا: ''بالرفاہ والبنین'' (یعنی تمہیں خوش حالی اور اولاد مبارک ہو، یہ زمانۂ جاہلیت میں شادی کے بعد مبارکبادی کے الفاظ تھے) تو انہوں نے کہا: اس طرح کہو جس طرح رسول

---

(۱) کفایت المفتی قدیم ۵/ ۱۵۵، زکریا، فتاوی قاسمیہ ۱۵/ ۵۰۵، کتاب النکاح، باب فضائل النکاح، مکتبہ اشرفیہ دیوبند

(۲) ابوداؤد: کتاب النکاح، باب فی خطبة النکاح، حدیث: ۲۱۱۸

(۳) تاریخ الخمیس: ۱/ ۳۶۱ بحوالہ بہشتی زیور: ۶/ ۴۲ ن البدایة والنہایة: ۷/ ۳۴۲، دار الفکر، بیروت

اللہ ﷺ نے کہا ہے: ''بَارَكَ اللّٰهُ فِيكُمْ وَبَارَكَ عَلَيْكُمْ ''(۱)

بعض روایات میں اس طرح کے الفاظ ہیں '' بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ ، وَبَارَكَ عَلَيْكَ، وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي الْخَيْرِ''(۲)

شادی مبارک کہنے کا مطلب:

غالبا شادی کی تقریب کے لئے جو کارڈ چھاپا جاتا ہے، اس پر ''شادی مبارک'' لکھا ہوتا ہے، پھر نکاح کے بعد اسی مجلس میں ہر طرف سے ''شادی مبارک'' کی صدائیں سنائی دیتی ہے، اس کا سلسلہ کئی دنوں کا چلتا رہتا ہے، اسی طرح ''عید مبارک'' ''نیا مکان مبارک'' ''نئی دکان مبارک'' ''نئی تجارت مبارک'' غرض ہر خوشی کے موقع سے مبارک دینے کا عام دستور ہے، مگر کوئی یہ نہیں سوچتا کہ اس کا مطلب کیا ہے؟ ''مبارک باد'' دعا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جس نعمت اور خوشی پر یہ دعا دی جارہی ہے، اس نعمت سے جو مقصد ہے اس سے فائدہ تام ہو اور اس میں دوام ہو، یعنی فائدہ زیادہ سے زیادہ ہو اور یہ فائدہ ہمیشہ رہے؛ بلکہ اس میں روز بروز ترقی ہوتی رہے، مثلاً ''شادی مبارک'' کا مطلب یہ ہے کہ میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے لئے دنیا وآخرت میں راحت وسکون کا ذریعہ بنیں، اور صالح اولاد پیدا ہو جو والدین کے لئے صدقہ جاریہ ہو۔(۳)

بارات کا حکم:

بارات کا مقصد مجلسِ عقد نکاح میں لوگوں کو شرکت کی دعوت دینا ہے، فی نفسہ یہ بات رسول اللہ ﷺ کے عمل سے ثابت ہے، اس لئے شرعی حدود میں رہتے ہوئے ایسا کرنا درست ہے، البتہ اس کا بہت زیادہ اہتمام کرنا، ریاء ونمود اور فخر وغرور میں مبتلا ہونا

---

(۱) سنن النسائی الکبری: باب کیف یدعی الدعاء للرجل اذا تزوج، حدیث: ۵۵۶۱، محقق شعیب الارنؤط نے اس کو مرفوعاً صحیح لغیرہ کہا ہے: مسند احمد: حدیث عقیل بن ابی طالب: ۱/۱

(۲) ترمذی: باب ما جاء فیما یقال للمتزوج، حدیث: ۱۰۹۱، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن اور صحیح کہا ہے۔

(۳) فقہ الزواج، احسان شائق: ۱۲۰

ضرورت سے زیادہ بڑا اجتماع بلانے کی کوشش کرنا اسراف سے کام لینا یہ سارے امور خلاف شرع ہیں، ان سے اجتناب کرنا چاہئے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پیغام نکاح دیا، ان سے قبل حضرت ابوبکر، پھر عمر نے بھی پیغام نکاح دیا تھا، پھر چند دنوں کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور فرمایا: پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور کچھ انصاریوں کو بلایا، پھر جب یہ آجائے اور اپنی جگہ بیٹھ گئے تو نکاح کی کاروائی ہوئی۔(۱)

سہرا باندھنا کافروں کی رسم ہے:

شادی کے موقع پر بعض علاقوں میں دستور ہے کہ دولہا کے ماتھے پر سہرا باندھتے ہیں، یہ ایک خالص ہندوانی رسم ہے، انہیں سے لی گئی ہے، مسلمانوں پر لازم ہے کہ کافرانہ رسم ورواج سے اجتناب کرے، اس لئے یہ رسم قابل ترک ہے۔

چنانچہ مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ سہرا باندھنا ہندوانی رسم انہیں سے لی گئی ہے، اور قابل ترک ہے۔(۲)

---

(۱) شرح الزرقانی مع مواھب اللدنية: ۲/۲۷۳، ذکر تزويج علی فاطمة رضی الله عنها، مطبوعة دار المعرفه، بیروت

(۲) کفایت المفتی: ۴/۴۹، کتاب الحضر والاباحۃ، تیسرا باب رسوم مروجہ

صحبت کے آداب

شریعت نے انسان کو صنفی عمل کیلئے بھی یوں ہی جانوروں کی طرح بے مہار نہیں چھوڑا کہ جس طرح چاہے اپنے صنفی تعلقات کے ذریعہ لذت وشہوت کی تکمیل میں رہے؛ بلکہ اس موقع سے بہت سے آداب واصول بیان فرمائے ہیں، جو اس صنفی عمل کو بھی عبادت بنادیتے ہیں۔

☆ حجلۂ عروسی میں جانے سے پہلے میاں بیوی دو رکعت نماز پڑھیں

حضرت اسید رضی اللہ عنہ کے غلام ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: میں نے غلامی کی حالت میں شادی کی تو میں نے اس موقع سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو مدعو کیا جن میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے مجھے یہ سکھلایا کہ جب تمہارے پاس تمہاری اہلیہ آجائے تو تم دو رکعت نماز پڑھانا پھر اللہ عزوجل سے اس خیر کا مطالبہ کرنا جس کو وہ لے کر آئی ہے اور اس شر سے پناہ چاہنا جو اس میں ہے پھر جو چاہے عمل کرنا "ثمّ شأنک وشأن أهلک"۔(۱)

☆ حجلۂ عروسی میں عورت کے ساتھ کوئی عورت ضرور داخل ہو:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے نکاح فرمایا، میرے پاس میری ماں آئیں اور مجھے گھر میں لے گئیں، وہاں کچھ انصاری عورتیں پہلے سے موجود تھیں انہوں نے کہا: دعا اور برکت کے ساتھ آئیں "فقلن: علی الخیر والبرکة وعلی خیر طائر" تم خیر اور بھلائی کے ساتھ آئیں۔(۲)

---

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ: ما یدعوا به الرجل اذا دخل علی أهله، حدیث: ۲۹۷۳۳، البانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) بخاری: باب الدعاء للنساء اللواتی، حدیث: ۸۴۶۱

شوہر کی ماں کا حجلۂ عروسی میں تھوڑی دیر کیلئے جانا اور وہاں اس کے ساتھ تھوڑی دیر تک گفتگو کرنا مفید ہوتا ہے، تا کہ دلہن اس جگہ سے مانوس ہو، اور اس کی وحشت اور خوف جاتا رہے۔

☆ بیوی کے پیشانی پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھے:

نبیٔ کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب تم میں کوئی شادی کرے یا کوئی غلام خریدے تو اس کی پیشانی پر ہاتھ رکھے اور اللہ عز وجل کا نام لے اور برکت کی دعا کرے

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَیْرِھَا وَخَیْرِ مَا جُبِلَتْ عَلَیْهِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا جُبِلَتْ عَلَیْهِ"(۱)

☆ شوہر کچھ مشروب یا کوئی ہدیہ لے کر جائے:

حضرت اسماء بنت یزید بن السکن رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کیلئے عائشہ رضی اللہ عنہا کو خود ہی تیار کیا تھا، پھر حضور اکرم ﷺ کے پاس آ کر آپ ﷺ کو رونمائی کیلئے لے گئی تھی، آپ ﷺ تشریف لائے اور عائشہ رضی اللہ عنہا کے بازو بیٹھ گئے، ایک دودھ کا بڑا پیالہ لایا گیا، اس سے آپ ﷺ نے پیا، پھر اسے آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیا تو جھک گئیں اور شرما گئیں، "فأتی بعسّ لبن فشرب ثم ناولها النبیّ ﷺ فخفضت واستحیت "اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ: میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا کو ڈانٹا، اور میں نے اس سے کہا: اس پیالہ کو حضور ﷺ کے ہاتھ سے لے لو، کہتی ہیں: عائشہ رضی اللہ عنہا نے پیالہ لیا اور اس سے پیا، پھر آپ ﷺ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اسے اپنی کسی سہیلی کو دے دو، اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں: میں نے کہا: بلکہ آپ خود اُسے لیں اور اس سے پیئیں، اور خود آپ اسے کسی کو دیں، چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔(۲)

---

(۱) ابن ماجه: باب ما یقول الرجل اذا دخلت علیه أهله، حدیث: ۱۹۱۸، حاکم کہتے ہیں کہ اس روایت کو عمرو بن شعیب سے ائمہ ثقات نے ذکر کیا ہے، اور یہ حدیث صحیح ہے اور علامہ ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے: المستدرک: کتاب النکاح، حدیث: ۲۷۵۷

(۲) مسند احمد: من حدیث اسماء بنت یزید، حدیث: ۲۷۶۳۲، البانی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

اس حدیث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ شبِ زفاف میں شوہر بیوی کیلئے دودھ یا کوئی مشروب یا اس کے علاوہ جو چیز بھی اس کے درجہ کی ہو لے کر جائے اور بیوی سے مختلف موضوعات پر گفتگو کرے؛ تاکہ اس کی حیاء اور اجنبیت میں کچھ کمی واقع ہو۔

☆ جماع سے پہلے ''بسم اللہ'' کہنا مستحب ہے:

چونکہ ارشادِ خداوندی ہے: " قَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ "(۱) اپنے لئے آگے بھیج دو، حضرت عطاؒ فرماتے ہیں: اس سے مراد جماع اور صحبت سے پہلے "بِسْمِ اللہِ" پڑھنا ہے جس کو ایک روایت میں اس دعا کی شکل میں بیان کیا گیا ہے "بِسْمِ اللہِ اللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا "(۲) ترجمہ: اللہ کے نام سے، اے اللہ! شیطان سے ہماری حفاظت فرما اور ہماری اولاد کی بھی۔

پھر مزید فرمایا کہ اس وطی سے جو حمل ٹھہرے گا تو اسے شیطان کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

☆ جماع سے پہلے ننگے ہو جانا مکروہ ہے:

حضرت عتبہ بن عبید سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں کا کوئی شخص اپنے اہل کے پاس آئے تو پردہ کرے، جانوروں کی طرح برہنہ اور بے لباس نہ ہو جائے ''إذا أتى أحدكم أهله فليستتر ولا يتجرّد تجرّد البعير'' جب تم میں سے کوئی اپنے اہل کے پاس آئے تو گدھے کی طرح ننگا نہ ہو جائے۔(۳)

صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں: ''الأولى أن لا ينظر كلّ واحدٍ منهما

---

(۱) البقرة: ۲۲۳

(۲) بخاری: باب ما يقول اذا أتى أهله، حدیث: ۶۰۲۵

(۳) ابن ماجہ: باب التستر عند الجماع، حدیث ۱۹۲۱، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو بزار اور طبرانی نے روایت کیا ہے، اس میں مندل بن علی ضعیف ہیں، کہیں کہیں ان کی توثیق بھی کی گئی ہے، بزار کہتے ہیں کہ مندل نے اس کے مرفوع قرار دینے میں غلطی کی ہے، صحیح یہ ہے کہ یہ مرفوع ہے، اور اس کے بقیہ رجال ثقہ ہیں: مجمع الزوائد: باب ما يفعل اذا دخل اهله، حدیث: ۷۵۵۸

إلی عورة صاحبه لقول علیه السّلام: ''إذا أتی أحدکم أهله'' الحدیث لأنّ ذٰلک یورث النسیان'' بہتر یہ ہے کہ مرد وعورت میں کوئی بھی اپنے ساتھی کی شرمگاہ کو نہ دیکھے ایک تو مذکورہ بالا حضور ﷺ کے ارشاد کی وجہ سے، دوسرے یہ کہ دیکھنے کی وجہ سے بھولنے کی بیماری پیدا ہوتی ہے اور بصارت کمزور ہو جاتی ہے۔(۱)

☆ میاں بیوی کا ایک دوسرے کے ستر کو دیکھنے اور بوس وکنار کا حکم

خواہش کی کوئی انتہا نہیں اور جانور وانسان کے طریقۂ صحبت میں فرق ہونا چاہئے؛ اس لئے حیاء کا تقاضا تو یہ ہے کہ ایک دوسرے کی شرمگاہ نہ دیکھی جائے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''مانظرتُ الٰی فرج رسول اللّٰہ ﷺ'' (۲) میں نے رسول اللہ ﷺ کی شرمگاہ کو نہیں دیکھا۔

حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے حیاء کے واقعات ملاحظہ کیجئے کہ ان کو حیاء داری کا کس قدر پاس ولحاظ تھا کہ انہوں نے خود اپنی شرمگاہ تک دیکھنی گوارہ نہیں کی اور اس میں عار اور شرمندگی محسوس کی، دراصل یہ انسانیت اور اخلاق کا اعلیٰ درجہ ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بہت زیادہ باحیاء ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: بعض دفعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھر میں ہوتے اور دروازہ بھی بند ہوتا؛ لیکن پھر بھی غسل کیلئے اپنے کپڑے نہ اتار سکتے اور وہ اتنے حیاء دار اور شرمیلے تھے کہ (غسل کے بعد) جب تک وہ کپڑے سے ستر نہ چھپالیتے کمر سیدھی نہ کرتے ''یمنعه الحیاء من أن یقیم صلبه'' (۳)

حضرت ابومجلز رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: میں

---

(۱) ردالمحتار: کتاب الحظر والاباحة، فصل فی النظر والمس، ۲۵۷/۹

(۲) ابن ماجة: باب النهی أن یری: حدیث: ٦٦٢، اس کی سند ضعیف ہے، حضرت عائشہ کے مولیٰ کا نام مذکور نہیں ہے۔

(۳) مجمع الزوائد: باب فی حیائه رضی اللہ عنہ، حدیث: ۱۴۵۰۷، علامہ ہیثمیؒ نے کہا ہے کہ: اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔

تاریک کمرے میں غسل کرتا ہوں تو میں اللہ سے شرم کی وجہ سے جب تک اپنے کپڑے پہن نہ لوں اس وقت تک اپنی کمر سیدھی کر کے کھڑا نہیں ہوسکتا'' فما أقيم صلبي حتى أخذ ثوبي حياءً من ربّي''(۱)

حضرت عبادہ بن انسؒ فرماتے ہیں کہ: حضرت ابوموسی رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ لنگی باندھے بغیر پانی میں کھڑے ہیں تو فرمایا: میں مرجاؤں، پھر مجھے زندہ کیا جائے، پھر میں مرجاؤں، پھر مجھے زندہ کیا جائے ''ثمّ أموت ثمّ انشر''(۲) یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں ان کی طرح کروں۔

حضرت سعد بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عمارہ بن عزاب حصیبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے یہ بات بالکل پسند نہیں ہے کہ میری بیوی میرے ستر کو دیکھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں؟ انہوں نے کہا: مجھے اس سے شرم آتی ہے اور مجھے برا لگتا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بیوی کو تمہارا لباس اور تمہیں اس کا لباس بنایا ہے اور بعض (دفعہ) میرے گھر والے میرا ستر اور میں ان کا ستر دیکھ لیتا ہوں، (شاید اعضاءِ مخصوصہ کے علاوہ) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کر لیتے ہیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون ہوسکتا ہے؟ (جس کا ہر کام میں اتباع کیا جائے ایسے تو آپ ہیں) جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چلے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن مظعون بہت زیادہ باحیاء، پاکدامن اور ستر کو چھپا کر رکھنے والے ہیں ''إنّ ابن مظعون لحيي ستير'' (۳)

بہرحال ان واقعات سے پتہ چلتا ہے اور حیاء کا بھی یہی تقاضا ہے کہ میاں بیوی

(۱) حلیۃ الأولیاء: ابوموسی الاشعری: ۱/۲۶۰

(۲) حلیۃ الأولیاء: ابوموسی الاشعری: ۴/۱۱۴

(۳) مجمع الزوائد: باب ما جاء فی الجماع والقول عندہ والتستر، حدیث: ۷۵۶۱، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس میں یحیی بن علاء متروک ہیں۔

ایک دوسرے کی شرمگاہ نہ دیکھیں۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ کا ارشاد گذر چکا ہے کہ انہوں نے کبھی آپ ﷺ کی ستر نہیں دیکھی اور نہ آپ ﷺ نے کبھی ان کی ستر دیکھی اور جہاں یہ ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے دیکھا ہے یا آپ ﷺ کے ازواج نے تو کبھی اس طرح ہوا ہوگا یا کبھی اتفاق سے نظر پڑ گئی ہوگی، یا عورتِ مغلظہ کے علاوہ جسم کے دوسرے حصہ کو دیکھنا مراد ہو۔

اوپر کی روایات جس میں دیکھنے کی ممانعت کی جو وجوہات بیان کی گئیں ہیں: بینائی کا کمزور ہونا، بھول چوک کی بیماری کا پیدا ہونا، یہ اپنی جگہ مسلم ہے؛ البتہ جوازِ نظر کی جہاں تک بات ہے، اس سلسلے میں احسن الفتاوی میں اس فقہی عبارت کے تحت مذکور ہے۔

امام بابرتی کہتے ہیں کہ:

''روی عن أبی یوسف فی الأمالی قال: سألتُ ابا حنیفة عن الرجل یمسّ فرج امرأته أو تمسّ هی فرجه لیتحرّک علیها هل تریٰ بذالک بأسًا؟ قال: لا، أرجوا أن یعظم الأجر'' (۱)

حضرت امام ابو یوسفؒ سے امالی میں یہ روایت نقل کی گئی ہے فرماتے ہیں کہ: میں نے امام ابو حنیفہؒ سے اس شخص کے متعلق پوچھا جو اپنی بیوی کی شرمگاہ کو چھوتا ہے یا عورت اپنے شوہر کی شرمگاہ کو چھوتی ہے تا کہ اس میں حرکت پیدا ہو تو کیا آپ اس میں کچھ حرج سمجھتے ہیں تو انہوں نے فرمایا: مجھے امید ہے کہ اس کی وجہ سے اجر میں زیادتی ہو۔

اس میں جواز گرچہ صراحۃً مذکور نہیں مگر قیاساً ظاہر ہے۔ (۲)

جہاں بیوی کی شرمگاہ کو بوسہ لینے وغیرہ کی بات ہے تو اس بارے میں احسن

---

(۱) رد المحتار لابن عابدین: ۹/ ۵۲۷، مکتبۃ زکریا دیوبند

(۲) احسن الفتاویٰ: ۸/ ۴۷، زکریا بک ڈپو دیوبند

الفتاویٰ میں مذکور ہے:

’’ہاتھ لگانا جائز ہے، بوسہ لینا جائز نہیں: قال فی الھندیة: فی النوازل إذا أدخل الرجل ذکره فی فم امرأته قد قیل یکره، وقد قیل بخلافه ، کذافی الذخیرة‘‘(۱)

جب مرد اپنے ذکر کو عورت کے منہ میں داخل کرے یوں کہا گیا کہ یہ مکروہ ہے، اور کہا گیا: اس کے برخلاف (مکروہ نہیں) ۔لیکن میں کہتا ہوں: ’’مباح والی بات مجہول اور منکر ہے اور یہ قول شرعاً وعقلاً مردود ہے۔‘‘(۲)

فتاوی رحیمیہ میں اس سلسلے میں مذکور ہے:

’’بے شک شرمگاہ کا ظاہری حصہ پاک ہے، لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہر پاک چیز کو منہ میں لیا جائے، اس کو چوما جائے اور چاٹا جائے، ناک کی رطوبت پاک ہے تو کیا ناک کے اندرونی حصہ کو زبان لگانا، اس کی رطوبت کو منہ میں لینا پسندیدہ چیز (خصلت) ہوسکتی ہے؟ اور اس کی اجازت ہوسکتی ہے؟ ’’مَقْعَدْ‘‘ (پاخانہ کا مقام) کا ظاہری حصہ بھی ناپاک نہیں، پاک ہے تو کیا اس کو چومنے کی اجازت ہوگی؟ نہیں، ہرگز نہیں، اسی طرح عورت کی شرمگاہ کو چومنے اور زبان لگانے کی اجازت نہیں، سخت مکروہ اور گناہ ہے، کتوں، بکروں وغیرہ حیوانات کے مشابہ ہے، اگر شہوت کا غلبہ ہے تو صحبت کر کے ختم کرلے، البتہ عورت فاعل نہیں، مفعول ہے، پس صحبت اس کے اختیار کی بات نہیں ہے ؛اس لئے اگر وہ صحبت کی درخواست کرنے میں شرم محسوس کرے اور شہوت سے مغلوب ہو کر مرد کے عضو کو منہ میں لے تو معذوری ہے؛ لیکن اس کی عادت کر لینا مکروہ ہے۔

غور کیجئے! جس منہ سے پاک کلمہ پڑھا جاتا ہے، قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی

---

(۱) فتاوی ھندیة: کتاب الکراھة، الباب الثلاثون فی المتفرقات: ۵/ ۳۷۲، دار الفکر، بیروت

(۲) احسن الفتاویٰ: ۸/ ۴۵

ہے، درود شریف پڑھا جاتا ہے، اس کو ایسے خسیس کام میں استعمال کرنے کو دل کیسے گوارا کرسکتا ہے، ایک شاعر کہتا ہے:

ہزار بار بشویم دَہن زمشک وگلاب　　ہنوز نام تو گفتن کمالِ بے ادبی است

ہزار مرتبہ مشک وگلاب سے منہ دھوؤں تب بھی تیرا پاک نام لینا بے ادبی سا ہے۔

غور کرنے کی بات ہے کہ اللہ جلّ جلالہٗ نے انسان کو ماں کے پیٹ میں ناپاک خون کی غذا منہ کے راستہ سے نہیں بلکہ ناف کے ذریعہ سے دیا تاکہ جس منہ سے نامِ خدا لیا جائے وہ رحمِ مادر میں بھی گندا نہ ہو، یہ ساری گفتگو شرمگاہ کے ظاہری حصہ کے بارے میں ہے، اندرونی حصہ اور مادّۂ منویہ تو ناپاک ہے ہی۔(۱)

☆ **بوقتِ صحبت مکمل پردہ کی حالت ہو**، نہ کوئی دیکھ سکے، نہ آواز کا احساس کر سکے اور نہ بوس وکنار کے مرحلے میں کسی کی نگاہ پڑنے پائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء جاتے تو اپنے سر کو ڈھانکے رہتے اور جب اپنے اہل کے پاس آتے تب بھی سر کو ڈھانکتے اور اسی طرح زوجہ سے نہ ملتے اس حال میں کہ کوئی دیکھ لے یا ان کی آواز کو کوئی محسوس کرلے اور نہ ہی لوگوں کی موجودگی میں بوس وکنار فرماتے:

”ولا يجامع بحيث يراهما أحد أو يسمع حسّهما ولا يقبّلها ولا يباشرها عند النّاس“(۲)

☆ مجامعت کے وقت عورت سے زیادہ گفتگو بھی نہ کرے:

قبیصہ بن ذؤیب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں سے مجامعت کے وقت زیادہ گفتگو نہ کرو؛ کیونکہ اس کی وجہ سے جو اولاد ہوتی ہے وہ گونگی ہوتی ہے:

---

(۱)　فتاوی ھندیة: کتاب الکراھة، الباب الثلاثون فی المتفرقات: ۵/۳۷۲، دار الفکر، بیروت

(۲)　الشرح الکبیر لابن قدامه: ۸/۱۴۱

''لا تکثرو الکلام عند مجامعة النساء؛ فانّ منه یکون الخرس''(۱)

☆ یہ بھی مستحب ہے کہ جماع سے پہلے دواعیٔ جماع (جماع پر ابھارنے والے اسباب) جیسے بوس وکنار اور ملاعبت وغیرہ کرے؛ تاکہ عورت کی شہوت خوب انگیز (بھڑک جائے) ہوجائے، اور وہ بھی فعلِ جماع سے مرد کے برابر لطف اندوز ہوسکے۔

امام ابوداؤد نے نبیٔ کریم ﷺ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ''حضورِ اکرم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بوس وکنار کرتے اور ان کی زبان کو منہ میں لیتے'' إنّه کان یقبّل عائشة ویمصّ لسانها '' (۲)

اور ایک روایت میں ہے کہ نبیٔ کریم ﷺ نے دواعیٔ جماع کو اختیار کرنے سے پہلے صحبت کی ممانعت فرمائی ہے: ''نهٰی رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم عن المواقعة قبل الملاعبة''(۳)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی شخص اپنے اہل سے جماع کرے تو عورت کی بھی رعایت کرے، جب وہ اپنی ضرورت سے فارغ ہوجائے تو جلد بازی نہ کرے،

(۱) کنز العمال: الاکمال من محظورات المباشرة، حدیث: ۴۴۹۰۱، مؤسسة الرسالة، بیروت ۱۹۸۹م) المغنی لابن قدامة: باب آداب الجماع: ۱۳۶/۸، دار الفکر، بیروت، یہ حدیث ضعیف ہے۔

(۲) زاد المعاد: الجماع من اسباب الصحّة، ۲۲۸/۴، مؤسسة الرسالة، مکتبة المنار الاسلامیة، بیروت، الطبعة الرابعة العشر ة، ۱۴۰۷ھ، علامہ نوویؒ فرماتے ہیں کہ: اس روایت کو ابوداؤد نے ایسی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے جس میں سعد بن اوس اور مصدع ہیں اور ان کے جرح اور توثیق کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے: المجموع: فصل فی مسائل من مذاہب العلماء: ۳۱۸/۶

(۳) کنز العمال: محظورات المباشرة، حدیث: ۴۴۸۸۶، مؤسسة الرسالة بیروت، علامہ حجر کہتے ہیں کہ اس روایت کے ایک راوی خلف بن محمد الخیام ہیں ابویعلی الخلیلی کہتے ہیں کہ یہ بہت زیادہ ضعیف راوی ہیں، اس نے نہایت غیر معروف متون نقل کئے ہیں: لسان المیزان: من اسمه خلاس وخلف: ۴۰۴/۲

عورت کی بھی ضرورت پوری ہونے دے ''فلا يعجلها حتى تقضى حاجتها''(۱)

☆ جب منی نکلے تو یہ دعا پڑھے

حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ، ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ: جب کوئی شخص اپنی اہل سے مجامعت کرے اور انزال ہو جائے تو یہ دعا (دِل میں) پڑھے ''اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ لِلشَّيْطٰنِ فِيْمَا رَزَقْتَنَا نَصِيْبًا''۔ (۲)

☆ ایسے ہی عورت کی زندگی میں دو مواقع ایسے آتے ہیں جس میں وہ گندگی میں مبتلا رہتی ہے، ایک حیض کا زمانہ ہے یعنی وہ خون جو ہر غیر حاملہ کو تقریباً ہر ماہ آتا ہے، جس کی زیادہ سے زیادہ مدت احناف کے نزدیک دس دن ہے اور کم سے کم تین دن، دوسرا انفاس کا زمانہ کہ جب عورت کی ولادت ہوتی ہے، اس کے بعد مسلسل کئی ہفتے اس کو خون آتا رہتا ہے، اس کی زیادہ مدت چالیس دن اور کم کی کوئی حد متعین نہیں، ان دو حالتوں میں عورتوں سے صحبت سے منع کیا گیا ہے حیض کی حالت میں عورت سے صحبت کے ممنوع ہونے پر یہ آیت دلالت کرتی ہے:

فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ (۳)

عورتوں سے حیض کی حالت میں قربت اختیار نہ کرو، یہاں تک کہ وہ پاکیزہ ہو جائیں، جب وہ پاکیزہ ہو جائیں تو ان کے پاس اس مقام سے آؤ، جہاں سے آنے کا حکم اللہ عز وجل نے دیا ہے۔

البتہ حیض و نفاس کے زمانے میں صحبت اور ناف سے گھٹنوں تک کا حصہ چھوڑ کر بقیہ جسم سے لذت حاصل کرنا جائز ہے اور بیوی اُتنے حصہ پر کوئی کپڑا پہن لے، چنانچہ

---

(۱) مجمع الزوائد: باب ادب الجماع: حدیث: ۷۵۶۶، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو ابو یعلی نے روایت کیا ہے، اس میں ایک مبہم راوی ہے اور اس کے بقیہ رجال ثقہ ہیں۔

(۲) مصنف ابن ابی شیبة: باب ما يدعو الرجل اذا دخل على أهله، حدیث: ۲۹۷۳۴

(۳) البقرة: ۲۲۲

رسول اللہ ﷺ بھی اپنی بیوی کے ساتھ حالتِ حیض میں اسی طرح کیا کرتے تھے۔(۱)

☆ صحبت کے وقت قصداً کسی اجنبی عورت کا تصور کرنا حرام ہے۔

☆ دودھ پینے کی مدت اکثر فقہاء کے نزدیک دوسال اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک ڈھائی سال تک کی عمر ہے، اسی عمر تک بچہ کو دودھ پلایا جاسکتا ہے، اس عمر سے زیادہ کسی بھی لڑکے یا لڑکی یا شوہر کو دودھ پلانا حرام ہے، البتہ رشتے پر اثر نہیں پڑے گا۔(۲)

☆ صحبت کا مسنون طریقہ:

حضرت مولانا یونس صاحب شیخ الحدیث مظاہر العلوم سہارنپور ایک حدیث پاک کی توضیح میں صحبت کے مسنون طریقہ پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضور اقدس ﷺ کا ارشاد کہ ''إذا جلس بين شعبها الأربع، ثم جهدها فقد وجب الغسل'' یہ حدیث بخاری شریف اور اسی طرح دیگر کتب حدیث میں مروی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خاوند اپنی بیوی کی شعب اربع کے درمیان بیٹھ کر اس کو مشقت میں ڈالے یعنی اس سے ہم بستری کرے تو غسل واجب ہوجائے گا، اصل غرض حدیث پاک کی تو یہ ہے کہ ''إدخال الذكر في الفرج'' پایا گیا تو غسل واجب ہوجائے گا خواہ انزال ہو یا نہ ہو، چنانچہ مسلم شریف میں ''وإن لم ينزل'' یعنی اگرچہ انزال نہ ہو بھی اس حدیث کے آخر میں موجود ہے۔

شعب اربع کی تفسیر میں شراح حدیث نے مختلف اقوال بیان فرمائے ہیں بعض کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں مراد ہیں، بعض کہتے ہیں کہ دونوں ٹانگیں اور دونوں رانیں مراد ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ: فرج یعنی شرمگاہ کے اطراف اربع مراد ہیں، اور حضرت شیخ مدظلہ العالی کے والد حضرت مولانا محمد یحیی صاحب نور اللہ مرقدہ کی

---

(۱) بخاری، باب مباشرۃ الحائض، حدیث نمبر:۲۹۹

(۲) فتاویٰ قاضی خان، باب الرضاع: ۱/۴۱۷، رشیدیہ

رائے یہ ہے کہ اس سے دونوں ٹانگیں اور دونوں سرین مراد ہیں، حضرت شیخ مدظلہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ چونکہ جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث ہوئے تھے، یعنی بات تو بہت مختصر مگر بہت سے معانی کے لئے جامع ہوتی تھی، تو اگرچہ اس حدیث کی غرض اصلی تو مسئلہ اولی ہی کو بیان کرنا ہے؛ مگر آپ نے بطور اشارہ کے اس حدیث پاک میں وطی کا طریقہ تعلیم فرمایا دیا کہ وطی عورت کی دونوں ٹانگوں اور دونوں سرین کے بیچ بیٹھ کر ہوتی اور جب آدمی اس طرح وطی کرے گا تو بالضرور اس کی ٹانگوں کو اٹھا کر وطی کرے گا اس میں ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ جانبین کو لذت آئے گی نہ صرف خاوند کو، دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ اگر اتفاق سے کسی کا آلہ تناسل کچھ چھوٹا بھی ہوا تو کام چل جائے گا، اس لئے کہ جب ٹانگیں اٹھائے تو عورت کی بچہ دانی اوپر کو ہوجائے گی اور تیسرا بڑا اہم فائدہ یہ ہے کہ عورت کی بچہ دانی منکوس ہے، یعنی نیچے کی جانب الٹی ہوتی ہے تو جب ٹانگیں اٹھا کر مباشرت کرے گا تو اس کا منہ سامنے ہوجائے گا اور آلہ تناسل سیدھا اس میں داخل ہوجائے گا تو انزال اندار ہوگا منی ضائع نہ ہوگی اور استقرار حمل میں سہولت ہوگی۔(۱)

دبر میں صحبت کرنا حرام ہے:

اپنی منکوحہ کے ساتھ ہم بستری کرنا صرف شرمگاہ میں حلال ہے، پیچھے کے راستہ سے یہ عمل شرعاً حرام ہے، اس پر حدیث شریف میں لعنت وارد ہوئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’ملعون من أتی أمراته فی دبرها‘‘ اس شخص پر لعنت ہو جو اپنی عورت کے دبر میں آئے (۲) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنی عورت کے مقعد (پاخانہ کے مقام) میں بدفعلی کرے وہ ملعون ہے۔

---

(۱) نوادر الفقہ:۳۴۹، ادارہ افادات اشرفیہ دوبگہ، ہردوئی

(۲) ابوداؤد: باب فی الکاہن، حدیث:۳۹۰۴

حیض ونفاس کے ایام میں ہم بستری:

حیض ونفاس کی حالت میں عورت سے صحبت کرنا حرام ہے، بڑا گناہ ہے، اس سے اجتناب ضروری ہے، کیوں کہ حدیث میں اس پر وعید آئی ہے، اگر کوئی غلطی سے ایسا فعل کر بیٹھے تو توبہ کرنا واجب نیز حالتِ حیض میں صحبت کرنے کی وجہ سے صدقہ دینے کا حکم بھی آیا ہے، اس پر بھی عمل کیا جائے کہ توبہ واستغفار کے ساتھ صدقہ وخیرات بھی کیا جائے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص حائضہ عورت سے صحبت کرے، یا عورت کے دبر میں صحبت کرے یا کسی کاہن کے پاس جائے تو اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ شریعت کا انکار کیا: ''فقد كفر بما أنزل على محمد'' (۱)

حیض کی حالت میں بیوی کے ساتھ لیٹنے کا حکم:

ایام حیض میں عورت کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا جائز ہے، نیز اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا بھی جائز ہے۔

باقی اس کے ساتھ جنسی لذت حاصل کرنا اس کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں:

۱- ہم بستری کرنا حرام ہے۔

۲- کپڑے کے اوپر سے فائدہ حاصل کرنا یہ بالا جماع جائز ہے۔

۳- ناف کے نیچے گھٹنے کے اوپر بغیر کپڑے کے شرمگاہ میں صحبت کئے بغیر فائدہ اٹھانا بھی جمہور کے نزدیک حرام ہے۔(۲)

حضرت سلمانِ فارسی رضی اللہ عنہ کا نکاح اور شبِ زفاف کے کچھ آداب

ابونعیمؒ نے ''حلیۃ'' میں ابوعبد الرحمن السلمیؒ سے اور وہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ

(۱) ترمذی: باب ماجاء فی کراہیۃ إتیان الحائض، حدیث: ۱۳۵

(۲) فقہ الزواج: ۲۱۲، احسان شائق

سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے قبیلہ ’’کندہ‘‘ کی ایک عورت سے نکاح کیا، اور اسی عورت کے گھر صحبت فرمائی، جب شبِ زفاف کا وقت آیا تو ان کے ساتھ ان کے ساتھی بھی تھے، جب آپ اس عورت کے گھر پہنچے تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: تم یہاں سے لوٹ جاؤ، اللہ تمہیں اجر سے مالا مال کرے، چنانچہ آپ انہیں بے وقوفوں کی طرح گھر کے اندر نہ لائے، جب انہوں نے گھر دیکھا تو وہ پردوں سے مزین تھا تو فرمایا: کیا اس کو بخار آ گیا ہے؟ (یعنی انہوں نے اس گھر کو اس قدر پردوں اور لحاف میں اَٹا ہوا اور اس کے گرم ماحول کو دیکھا تو فرمایا: کیا اس کمرے کو بخار آ گیا ہے؟) یا ’’کندہ‘‘ میں خانۂ کعبہ کا رخ بدل گیا ہے، (یعنی لوگوں نے گھر کو پردوں سے ایسے ڈھنک دیا تھا کہ وہ کعبہ نظر آتا تھا) ان لوگوں نے کہا: ہمارا گھر نہ بخار زدہ ہے اور نہ ’’کندہ‘‘ میں کعبہ بدلا ہے، چنانچہ حضرت سلمانؓ اس وقت تک گھر میں نہیں گئے جب تک کہ وہ پردے نکالے نہیں گئے، جب گھر میں تشریف لے گئے تو بے شمار ساز وسامان دیکھا تو فرمایا: یہ ساز وسامان کس کیلئے ہے؟ ان لوگوں نے کہا: یہ تمہارا اور تمہارے اہل وعیال کا سامان ہے، تو آپ نے فرمایا: میرے خلیل نے اس کی وصیت نہیں فرمائی ہے، میرے خلیل نے تو اس کی وصیت کی ہے کہ تمہارا دنیوی ساز وسامان تو مسافر کی طرح ہونا چاہئے وہاں انہوں نے خدمت گذار اور نوکر دیکھے تو فرمایا: یہ کس کے خدمت گذار ہیں؟ ان لوگوں نے کہا: تمہارے اور تمہارے اہل کے، آپ نے فرمایا: میرے خلیل نے اس بارے میں مجھے یہ وصیت نہیں کی تھی کہ میں ان کو یہاں روک کر رکھ سکتا ہوں، سوائے ان کے جن سے میں نے نکاح کیا ہے یا جن سے میرے لئے صحبت جائز ہے (باندیاں) اگر میں نے ایسا کیا تو انہوں نے زنا کا ارتکاب کیا اور مجھ پر بھی اسی قدر گناہ ہوگا جتنا کہ گناہ ان پر ہوگا، پھر ان عورتوں سے جو ان کے پاس تھیں کہا: کیا تم یہاں سے نکل کر میرے اور میرے اہل کے درمیان تنہائی کو موقع دوگی؟ ان لوگوں نے کہا: ہاں، وہ عورتیں وہاں سے نکل گئیں، آپ دروازے کے پاس تشریف لے گئے اور اس کو بند کر دیا اور پردہ گرا دیا، پھر آ کر اپنی بیوی

کے پاس بیٹھ گئے اس کے پیشانی پر ہاتھ پھیرا اور برکت کی دعا دی:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ خَیْرَهَا وَخَیْرَ مَا جُبِلَتْ عَلَیْهِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا جُبِلَتْ عَلَیْهِ"

اے اللہ! میں تجھ سے اس کی بھلائی کو اور جس بھلائی پر اس کی فطرت بنی ہے وہ بھلائی چاہتا ہوں اور تجھ سے اس کے شر سے اور جس شر پر اس کی فطرت بنی ہے پناہ چاہتا ہوں۔

اپنی اہلیہ سے فرمایا: کیا تم میرے حکم کو مانو گی؟ اس نے کہا: میں مطیع و فرمانبردار کی طرح بیٹھتی ہوں، فرمایا: میرے خلیل نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ جب میں اپنے اہل سے ملوں تو اللہ عز وجل کی اطاعت کے ساتھ، پھر وہ دونوں نماز کی جگہ آئے، پھر جس قدر ہو سکا نماز پڑھی، پھر وہاں سے چلے آئے اور اپنی ضرورت اور تقاضے کو پورا کیا، پھر صبح ان کے ساتھی ان کے پاس آئے، اور کہا: تم نے اپنے اہل کو کیسے پایا؟ آپ نے ان سے اعراض کیا، پھر فرمایا: اللہ عز وجل نے پردے اور دروازے اس لئے بنائے ہیں کہ اس کے اندر کی چیزیں چھپی رہیں: "وإنّما جعل اللّٰه الستور والخدور والأبواب لتُواری ما فیها" آدمی کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ ظاہری چیزوں کے بارے میں دریافت کرے اور ناموجود اور پوشیدہ اُمور کے متعلق نہ پوچھے میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بیوی کے ساتھ ہوئی خلوت کی باتیں بیان کرنے والا ایسا ہے جیسے دو گدھے راستے میں اپنی خواہش پوری کررہے ہوں "المتحدّث عن ذلك کالحمارین یتسافدان فی الطریق" (۱)

شب زفاف کہاں مسنون ہے؟

عقد نکاح کے بعد افضل اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ لڑکی کو اپنے گھر لا کر شبِ

---

(۱) علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں حجاج بن فروخ ہیں جو ضعیف ہیں: مجمع الزوائد: باب ما یفعل اذا دخل أهله، حدیث: ۷۵۴۴

زفاف گذاری جائے، البتہ اگر کسی وجہ سے لڑکی کے گھر پر ہی یہ رات گذاری جائے تو اس میں شرعا کوئی حرج نہیں، آپ کے متعلق یہ ثابت نہیں کہ آپ نے کسی زوجہ مطہرہ سے عقدِ نکاح کے بعد انہیں کے گھر میں شب باشی کی ہو اور زفاف کے معنی ہی یہ ہیں کہ عورت کو مرد کے پاس بھیج دیا جائے۔(۱)

قال الشامی فی تفسیر الزفاف: إهداء المرأة إلى زوجها ''قاموس'' وروی البخاری عن عائشة رضی الله عنها قالت: رفضننا امرأة إلى رجل من الأنصار'' (۲)

غیر فطری اور ناجائز عمل

اللہ عزوجل نے مرد و عورت کے درمیان نکاح کے پاکیزہ رشتہ کے ذریعہ جہاں ان دونوں کی جنسی خواہش کی آپسی تکمیل کی فطری اور پاکیزہ راہ فراہم کی ہے، وہیں اس کو اَفزائش نسلِ انسانی کا ذریعہ بھی بنایا ہے؛ لہٰذا ہر وہ غیر فطری راہ جو نظامِ خداوندی میں خلل اور اس کے مقرر کردہ قانون کے مغائر ہو، اور اس کے طئے کردہ حدود میں مداخلت کا باعث بنتی ہو اور نسلِ انسانی کے قیام اور بقاء کیلئے رکاوٹ ہو تو شریعت اس پر روک لگاتی اور پابندی عائد کرتی ہے۔

اسی جنسی بے راہ روی اور بے اعتدالی کی ایک بدترین شکل لواطت اور استلذاذ بالمثل بھی ہے یعنی مرد کا مرد سے اپنی جنسی میلان کا پورا کرنا، اسلام کی نگاہ میں یہ غیر فطری عمل نہایت مبغوض اور ناپسندیدہ ہے، اس فعلِ بد کی ابتداء قومِ لوط سے ہوئی اور اللہ عزوجل نے ان پر سخت پتھر کی بارش برسائی اور ان کی سطحِ زمین کو پلٹ کر رکھ دیا، ارشادِ خداوندی ہے:

فَلَمَّا جَاءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عٰلِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهَا

---

(۱) مستفاد: فتاوی محمودیہ جدید ڈابھیل: ۱۰/ ۴۶۸

(۲) شامی، کتاب النکاح، زکریا دیوبند: ۴/ ۶۸

حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيلٍ مَّنْضُودٍ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ (۱)

سو جب ہمارا حکم آپہنچا تو ہم نے اس زمین کا اوپر کا تختہ نیچے کر دیا اور اس زمین پر کنکر کے پتھر برسانا شروع کر دیئے، جو لگا تار گر رہے تھے، جن پر ان کے رب کے پاس سے نشان لگے ہوئے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ چار اشخاص کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کی صبح وشام اللہ کے غضب اور ناخوشنودی کی حالت میں ہوتی ہے، اس میں ایک اس فعل کا مرتکب بھی ہے ''أربعة يصبحون فی سخط اللّٰه ويمسون فی سخط اللّٰه''(۲)

خالق کائنات کو لوطی آدمی سے اس قدر شدید نفرت ہوگی اور اتنا غصہ ہوگا جس کا اندازہ لگانا مشکل ہے، کیونکہ قومِ لوط کا عمل دنیا میں سب سے بدترین عمل، اور بالکل غیر فطری تھا جو حیوانوں اور جانوروں میں بھی نہیں پایا جاتا تھا، اس عمل کا ارتکاب کر کے گویا انسان انسانیت کی مٹی پلید کرتا ہے، اور نسل کشی اعلان کرتا ہے، یہی نہیں بلکہ عورتوں کی تباہی وبربادی بھی اس میں ہے اور خود اس فعل کے مرتکب کی بھی اس میں ہلاکت مضمر ہے، وہ اپنے آپ کو طرح طرح کی بیماریوں کا شکار پاتا ہے؛ کیونکہ اس عملِ بد کی وجہ سے اس کے اعضائے رئیسہ کمزور پڑ جاتے ہیں، چہرہ کی رونق چلی جاتی ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ عورت کے بالکل قابل نہیں رہتا؛ یہ محروم القسمت اولاد جیسی نعمت اور عفت جیسی عظیم دولت سے محروم ہو جاتا ہے۔

استمناء بالید

جب نوجوانوں میں جنسی ہیجان آخری حد کو پہنچ جاتا ہے تو وہ اپنے اعضائے

---

(۱) سورۂ ھود: ۸۲-۸۳

(۲) مجمع الزوائد: باب ما جاء فی اللواط، حدیث: ۱۰۶۳۷، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے اوسط میں محمد بن سلام خزاعی عن ابیہ سے روایت کیا ہے، بخاری نے کہا ہے: ان کی اس حدیث پر کسی نے متابعت نہیں کیا ہے۔

جسمانی کے اس ہیجان کو ختم کرنے کیلئے ہاتھ سے منی نکال لیتے ہیں اور اپنے جنسی ہیجان کو تسکین دیتے ہیں۔

اس کو اکثر علماء نے حرام قرار دیا ہے، امام مالکؒ نے اس کی حرمت پر اس آیت سے استدلال کیا ہے:

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ، اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ (۱)

مطلب یہ ہے کہ ہاتھ سے منی نکالنے والا اور بیویوں اور باندیوں کے علاوہ دوسری جگہوں پر اپنی شرمگاہ کے استعمال کے ذریعہ انسان حدودِ خداوندی کو تجاوز کر کے اللہ عزوجل کے عذاب اور سزا کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے آپ ﷺ نے ایسے شخص پر اللہ اور اس کے فرشتوں کی لعنت بھیجی ہے۔ملعون ملعون من عمل عمل قوم لوط (۲)

البتہ فقہاء نے زنا میں مبتلا ہونے کے اندیشہ کے وقت اس طرح منی کے اخراج کو جائز ٹھہرایا ہے، اُمید ہے کہ اس پر وبال اور عذاب نہ ہوگا، ابن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، مجاہدؒ، حسن بصریؒ وغیرہ کی یہی رائے ہے۔(۳) لیکن وہ شخص اس قبیح عمل کو اپنی عادت اور معمول نہ بنالے؛ کیونکہ اس کے اثرات نہ صرف اعضائے جسمانی اور قویٰ پر پڑتے ہیں؛ بلکہ اس کی مردانگی بھی بے حد متاثر ہوجاتی ہے جس سے وہ یا تو عورت کے بالکل قابل نہیں رہتا یا اس کی مردانگی بالکل کمزور ہوجاتی ہے، اس طرح وہ اولاد جیسی عظیم اور بیش بہا دولت سے بھی محروم ہوجاتا ہے۔

---

(۱) المؤمنون:۵،۶،۷

(۲) شعب الایمان: حدیث:۵۴۷۲

(۳) إعلاء السنن:۲۷۹

مشت زنی اس قدر بڑا گناہ ہے کہ علامہ ذہبی نے ''کتاب الکبائر'' میں حدیث نقل کی ہے:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سات قسم کے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے، اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائیں گے، ان کے بارے میں حکم ہوگا کہ دوسرے جہنمیوں کے ساتھ ان کو بھی جہنم میں داخل کردو۔

۱- فاعل ومفعول (یعنی بدفعلی کرنے والے اور کروانے والے)۔

۲- جانوروں کے ساتھ بدفعلی کرنے والے۔

۳- ماں یا بیٹی کے ساتھ زنا کرنے والے۔

۴- اور ہاتھ کے ساتھ نکاح کرنے والے (یعنی مشت زنی کرنے والے؛ مگر یہ کہ توبہ کرلے) یعنی توبہ کرلے تو مذکورہ لوگ عذاب سے بچ سکتے ہیں۔ ''وناكح يده إلا أن يتوبوا''

اور ایک روایت میں ہے: قیامت کے روز کچھ لوگ اس حالت میں آئیں گے کہ ان کے ہاتھ حاملہ ہوں گے زنا کی وجہ سے، یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں مشت زنی کیا کرتے تھے ''وأيديهم حبالى من الزنا''

بہتر تو یہ ہے کہ غیر شادی شدہ نوجوان اس راہ کو اپنانے کے بجائے اس بارے میں حضور ﷺ نے جو ہدایت دی ہے اسے اختیار کریں تو دنیا اور آخرت دونوں کے فوائد اور ثمرات سے بہرہ مند ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: ایسے نوجوان بکثرت روزے رکھا کریں، اس سے ان کی شہوت کمزور ہوگی:

''يا معشر الشباب من استطاع منكم الباءة فليتزوّج فإنه أغضّ للبصر وأحصن للفرج، ومن لم يستطع فعليه بالصوم فإنه له وجاء''(۱)

---

(۱) بخاری: باب الصوم لمن خاف علی نفسه العزوبة، حدیث:۸۰۶

اے نوجوانوں کی جماعت! جو تم میں سے شادی کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں وہ شادی کرلیں؛ کیونکہ یہ نگاہوں کو زیادہ نیچی کرنے اور شرمگاہ کی حفاظت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اور جو شخص شادی نہ کرسکے تو وہ روزہ رکھ لے، کیونکہ وہ اس کیلئے ڈھال ہے۔

اسی طرح عورت کا عورت سے اپنی جنسی ضرورت پورا کرنا بھی حرام ہے، ''سحاق النساء بينهن زنا'' (۱) اس طرح کے عمل کو بھی زنا قرار دیا گیا ہے اور اُسے ایسا عمل بتلایا گیا جو تباہی اور عذابِ خداوندی کو دعوت دینے والا ہے:

''إذا استعملت حمتى ستًا فعليهم الدمار واكتفى النساء بالنساء والرجال بالرجال'' (۲)

فیملی پلاننگ کے احکام

اللہ اولاد دے گا تو پالنے والا بھی وہی ہے، کتنے لڑکوں کے باپ کو جنازے اٹھانے والے نصیب نہیں، کتنی لڑکیاں اپنے ماں باپ کے گذارے کا ذریعہ بنی ہوئی ہیں، پلاننگ اور منصوبہ بندی کرنے والی تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، پیدا وہی کرتے ہیں اور ضروریات کا انتظام بھی وہی کرتے ہیں **وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ** (۳) ہم اس کو نازل نہیں کرتے ہیں مگر ایک اندازے سے۔

کتا، خنزیر ذبح نہیں کیا جاتا؛ لیکن اس کی نسل زیادہ ہوتی ہے، بکری ذبح کی جاتی ہے؛ لیکن اس کے جننے کی مقدار کم ہے، تب بھی نہ بکریاں کبھی کم پڑیں اور نہ ان حیوانات کی آبادی بے قابو ہوگئی، اس لئے روزگار کے ڈر سے تولیدی قوت کو روکنا حرام ہے:

---

(۱) ترمذی: فضل التزويج والحثّ عليه، حدیث: ۱۰۸۱، امام ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے

(۲) الترغيب: كتاب اللباس والزينة، حدیث: ۳۱۲۳، اس روایت کو بیہقی نے ایک حدیث کے بعد ذکر کیا اور کہا: اس کی اور اس کے ماقبل کی سند غیر قوی ہے؛ لیکن ایک دوسرے کو ملانے سے اس میں قوت پیدا ہوتی ہے۔

(۳) الحجر: ۲۱

لَا تَقْتُلُوْا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ (۱)

قطعِ حمل کی کوئی ایسی تدبیر کرنا جس میں بالکل تولیدی ختم ہو جائے تو حرام ہے اور تغییر فی خلق اللہ ہے؛ البتہ بعض خواتین ایسی ہوتی ہیں کہ ان کے اعضاء قدرتاً اس قابل نہیں ہوتے جن سے طبعی اور فطری ولادت ہو سکے، مجبوراً غیر فطری طریقے (آپریشن) سے بچے کی ولادت ہوتی ہے، طبی تحقیق کے مطابق اس طرح کی عورتوں میں دو سے تین بچے پیدا کرنے کے بعد ان کے اعضاء میں ولادت کی طاقت باقی نہیں رہتی؛ ورنہ ان کی جان کو خطرہ ہوتا ہے، ایسی صورت میں ہمیشہ کیلئے ولادت کی سلسلہ کو ختم کیا جا سکتا ہے۔

منعِ حمل، جواز کی صورتیں

البتہ منعِ حمل کی ایسی تدبیر کرنا کہ قوتِ تولید تو باقی رہے؛ لیکن وقتی طور پر حمل قرار نہ پا سکے، اس کے جواز کی چند ایک صورتیں یہ ہیں:

۱- دو بچوں کے درمیان وقفہ کیلئے: تا کہ ہر بچہ کو اس کی پوری نگہداشت مل سکے، مثلاً: بچہ ایامِ رضاعت میں ہے اور استقرارِ حمل ہو گیا تو اس بچے کیلئے ماں کا دودھ مضر اور نقصاندہ ہوگا۔

۲- عورت اس قدر نحیف اور کمزور ہو کہ وہ حمل برداشت نہیں کر سکتی، حمل کی تکلیف، نیز دردِ زہ وغیرہ برداشت کرنے کی اس میں سکت نہیں، یا ولادت کے بعد ایسی شدید کمزوری لاحق ہوگی کہ اس کے بعد صحت کی توقع کم ہو۔

اس قسم کے اعذار کی بناء پر امام غزالیؒ نے منعِ حمل کی تدبیر (عزل) کی اجازت دی ہے۔

۳- بچے کے خطرناک موروثی مرض میں مبتلا ہونے کے اندیشہ سے منعِ حمل: مثلاً: تشنج، ذہنی ناکارہ پن، جسم کا عمر کے اعتبار سے نشوونما نہ پانا وغیرہ میں مبتلا ہو سکتا ہے جیسے بیوی نافرمان ہو اور شوہر اس کو طلاق دینے کا ارادہ رکھتا ہو اور بچہ

---

(۱) الاسراء:۳۱

پیدا ہونے کی صورت میں اس کی نافرمانی اور سرکشی میں اضافہ کا اندیشہ ہو تو فقہاء نے ایسے شخص کیلئے عزل (بیوی سے صحبت کے وقت اس کے آخری لمحات میں مرد کا اپنی منی کو باہر خارج کرنا) کی اجازت دی ہے۔(۱)

عدمِ جواز کی صورتیں

۱- معاشی احوال کی وجہ سے منعِ حمل کی اجازت نہیں دی جاسکتی، پیدا ہونے والے بچے کے متعلق ایسی فکر وتشویش خود انسان نے اپنے اوپر لا دلیا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: وَمَا مِنۡ دَآبَّةٍ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزۡقُهَا (۲) زمین میں جتنے بھی بسنے والے ہیں سب کا رزق اللہ ہی کے ذمہ ہے۔

۲- **چھوٹے خاندان کیلئے منعِ حمل:** موجودہ دور کے فیشن ''چھوٹے خاندان'' کیلئے بھی یہ تدابیر اختیار کرنا جائز نہیں، ''چھوٹا خاندان'' کا تصور اسلام کے مزاج وطبیعت کے موافق نہیں، اسلام میں بڑا خاندان اور کثرتِ اولاد مطلوب ہیں۔(۳)

۳- **ملازمت وغیرہ کیلئے منعِ حمل:** پیشہ وارانہ اسباب مثلاً ملازمت کی وجہ سے بیوی اپنے کریئر کو باقی رکھنا چاہتی ہے، یہ چیز بھی عذر نہیں، کیونکہ ملازمت اور کسبِ معاش عورت کے ذمہ نہیں، عورت جب تک بالغ نہیں اس کا نفقہ باپ کے ذمہ ہوتا ہے، شادی کے بعد شوہر کے ذمہ، ورنہ اولاد کے ذمہ، ورنہ باپ اور بھائیوں کے ذمہ۔ اور اگر واقعتاً عورت کا کوئی نہ ہو اور وہ مجبوری کے درجہ میں ملازمت کو اختیار کر رہی ہو تو اس کیلئے گنجائش ہے۔

۴- **حسن وجمال کو باقی رکھنے کیلئے منعِ حمل:** حسن وجمال کو باقی رکھنا اس وقت عذر بن سکتا ہے جب شوہر بداخلاق ہو، بیوی کی اچھی خبر گیری نہ کرتا ہو، حسن وجمال

---

(۱) فتح القدیر: ۴۰۰/۳، دار الفکر، بیروت (۲) سورہ ھود: ۶

(۳) ابوداؤد: باب من تزوّج الولود، حدیث: ۲۰۵۰، حاکم اور علامہ ذہبی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے: المستدرک: کتاب النکاح، حدیث: ۲۶۸۵

کے نہ ہونے کی صورت میں اس کی بے التفاتی میں مزید اضافہ کا اندیشہ ہو تو یہ منعِ حمل کا عذر بن سکتا ہے، اگر اس قسم کا اندیشہ نہ ہو، محض حسن و جمال کی حفاظت عذرِ شرعی نہیں بن سکتا۔

۵- **آزادانہ زندگی گذارنے کیلئے منعِ حمل:** بہت سے لوگ اس خیال سے کہ اتنی جلدی ابھی بچوں کا بار کیوں اٹھائیں، چند سال آزادی سے زندگی گذاری جائے، اس خیال سے وہ منعِ حمل کی تدبیر اختیار کرتے ہیں، بظاہر یہ کوئی ایسی غرض نہیں جو شریعت کے خلاف ہو؛ لیکن چونکہ اس میں اولاد سے اعراض کا پہلو پایا جاتا ہے؛ اس لئے یہ قباحت سے خالی نہیں۔

۶- لڑکی پیدا ہونے کے خوف یا بچے کی پرورش کی ذمہ داریوں سے دلچسپی نہ ہونے پر منعِ حمل، اس نیت سے بھی منعِ حمل کی تدابیر اختیار کرنا جائز نہیں کہ کہیں لڑکی پیدا نہ ہوجائے، یہ تو جاہلانہ تصور ہے جس کی منظر کشی اللہ عزوجل نے یوں فرمائی ہے

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ (۱)

جب ان کو لڑکی کی خوشخبری سنائی جاتی ہے تو ان کا چہرہ کالا ہوجاتا ہے، اور وہ غصہ سے بھر جاتے ہیں) یا عورت اس وجہ سے منعِ حمل کی تدابیر کو اختیار کرنا چاہتی ہے کہ بچہ کی دیکھ بھال کرنی پڑے گی، اس کے پیشاب، پاخانہ میں آلودہ ہونا پڑے گا، یا دردِ زہ اور نفاس کی مشقتیں جھیلنی ہوں گی، یا بچوں کو دودھ پلانا پڑے گا تب بھی منعِ حمل کی تدابیر کی اجازت نہیں دی جاسکتی، کیونکہ ہر عورت یہ مشقت جھیلتی ہے؛ اگر ہر عورت یہ تصور کر بیٹھے اور اپنے فریضۂ زندگی سے بھی جی چرائے تو کارخانۂ عالم ہی نہ چل سکے۔

---

(۱) النحل:۵۸

ولیمہ کا طریقہ

شریعت نے جہاں نکاح کی ساری تفصیلات بتلائی ہیں، اس کے اعلان واظہار کو کہا ہے مسجد میں نکاح کو مسنون قرار دیا ہے، نکاح میں گواہوں کی موجودگی کو لازم کیا ہے، وہیں اس کے اعلان کی ایک صورت یہ بتلائی ہے کہ عورت کے ساتھ شب باشی کے بعد دعوتِ ولیمہ کو سنت قرار دیا ہے؛ تاکہ خوب سے خوب تر انداز میں اس نکاح اور اس شریف عمل کی شہرت ہو، اس حلال اور جائز تعلق پر اس دعوت کے ذریعہ خدا کی بارگاہ میں شکر گذاری ہو سکے، احادیث میں ولیمہ کے تعلق سے خصوصی تاکید آئی ہے۔

جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے نکاح کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ولیمہ کرنے کو کہا اور فرمایا: ''أولم ولو بشاۃ'' ولیمہ کرو گرچہ ایک بکری ہی سے کیوں نہ ہو۔(۱)

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا نکاح

اس روایت کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف صلی اللہ علیہ وسلم پر زرد رنگ کا اثر دیکھا تو فرمایا: ''ما ھذا'' یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا: میں نے ایک عورت سے گٹھلی کے مقدار سونے پر نکاح کیا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تمہیں برکت دے، اب ولیمہ کرو، گرچہ ایک بکری ہی کے ذریعہ کیوں نہ ہو، ''أولم ولو بشاۃ'' (۲) اس روایت میں قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے شادی اور نکاح کر لینے کے بعد نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کے موقع سے مدعو نہ کرنے کی ''شکایت'' کی اور نہ بلانے پر عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے

(۱-۲) بخاری: کتاب النکاح: باب الولیمۃ ولو بشاۃ، حدیث: ۴۸۷۲

کوئی ''عذر ومعذرت'' کیا؛ چونکہ نکاح اور ولیمہ کی تقاریب حضراتِ صحابہ کے پاس نہایت سادگی کے ساتھ انجام دی جاتی تھیں، دعوت کا نہ دینا یا شرکت کا نہ کرنا یہ کوئی ایسی چیز نہیں تھی کہ اس پر ناراضگی کا اظہار کیا جائے یا رشتے ناطے کی دہائی دے کر ہنگامے کئے جائیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ جتنا اہتمام نکاح کے موقع سے سنتوں کے قائم کرنے کا نہیں کیا جاتا ہے، اس سے کہیں زیادہ فکر بڑی بڑی دیندار یا دنیا دار شخصیتوں کو مدعو کرنے اوران سے نکاح پڑھوانے کے حوالے سے کیا جاتا ہے؛ حالانکہ برکت اعمال کے ساتھ ہے نہ کہ شخصیات کے ساتھ، شخصیات کے ساتھ برکات اس لئے ہیں کہ وہ صفات واعمال سے آراستہ وپیراستہ ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنی ازواج میں حضرت زینب ؓ کا سب سے بڑا ولیمہ فرمایا تھا، آپ ﷺ نے اس موقع سے ایک بکری کے ذریعہ دعوت فرمائی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: سید الکونین ﷺ نے اپنی بیویوں میں جتنا بڑا ولیمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا فرمایا ہے، اتنا بڑا کسی کے ساتھ شادی میں نہیں فرمایا، اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمہ میں صرف ایک بکری سے ولیمہ فرمایا: ''وما أولم النبی ﷺ علی شیئ من نساءہ ما أولم علی زینب، أولم بشاۃ''(۱)

دعوتِ ولیمہ قبول کرنا

دعوتِ ولیمہ کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر جہاں ایک طرف دعوتِ ولیمہ کی تاکید کی گئی ہے وہیں دوسری طرف مدعو حضرات کو دعوتِ ولیمہ میں خصوصاً شرکت کی تاکید فرمائی۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شادی میں جب کسی کو دعوتِ ولیمہ دی جائے تو اس کو قبول کرنا چاہئے ''اذا دعی أحدکم إلٰی الولیمۃ فلیأتیا''(۲)

---

(۱) بخاری: کتاب النکاح، باب الولیمۃ ولو بشاۃ، حدیث: ۴۸۷۳

(۲) بخاری: کتاب النکاح، باب حق اجابۃ الولیمۃ والدعوۃ، حدیث: ۴۸۷۸

بلکہ بعض روایات میں تو دعوتِ ولیمہ کے قبول کرنے کو واجب کہا گیا ہے ''من ترك الدعوة فقد عصى الله ورسوله ﷺ''(۱) جس نے دعوتِ ولیمہ میں طاقت کے باوجود شرکت نہ کی، اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔

دعوت ولیمہ اور دیگر دعوتوں کے اقسام:

زمانہ نبوت میں چار قسم کے دعوتوں کا سلسلہ جاری تھا:

۱) دعوتِ ولیمہ

۲) دعوتِ عقیقہ

۳) ختنہ کے موقع پر دعوت

۴) نیا مکان و دوکان وغیرہ کا افتتاح کرتے وقت؛ لہٰذا اگر کوئی شخص ان مواقع سے کسی موقع پر دعوت کرتا ہے تو اس کی دعوت میں شرکت کرنا جائز ہے۔(۲)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ: ولیمہ حق اور سنت ہے، جس کو دعوت دی جائے اور وہ اس کو قبول نہ کرے تو اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی: ایک ولادت، ختنہ، دعوت نیا مکان یا دوکان جس میں آدمی آتا ہے تو کھانا بناتا ہے، لوگوں کو دعوت دیتا ہے، تو ان کو اختیار ہے چاہے تو اس دعوت کو قبول کر کے حاضر دعوت ہو یا نہ آئیں ''فيجعل لهم الطعام، فيدعوهم، فهم بالخيار إن شاؤوا أجابوا، وإن شاؤوا قعدوا''(۳)

غرباء کو بھی یاد کیا جائے

پھر ایسا نہ ہو کہ صرف مالدار لوگوں کو مدعو کیا جائے اور غریبوں کو نظر کر دیا جائے؛ بلکہ بھوکوں اور غریبوں کو بھی ضرور مدعو کیا جائے۔

---

(۱) بخاری: کتاب النکاح، باب من ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہ، حدیث: ۴۸۸۲

(۲) انوار نبوت: ۶۶۳

(۳) المعجم الاوسط، حدیث: ۳۹۴۸

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بدترین کھانا وہ ولیمہ کا کھانا ہوتا ہے جس میں مالداروں کو تو بلایا جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے ”شرّ الطعام طعام الوليمة يدعى الأغنياء و يترك الفقراء“ (۱)

رسول اللہ ﷺ نے شادی کے اگلے دن ولیمہ کو حق ، دوسرے دن درست اور تیسرے دن ریا کاری قرار دیا ہے۔ (۲)

گویا اس حدیث کی رو سے پہلی مرتبہ کا کھانا ولیمہ، دوسرے دن کا کھانا زائد اور فاضل ہے اور تیسری مرتبہ کا کھانا شرعاً ناجائز ہے جسے حدیث میں رِیا کاری اور دکھلاوا کہا گیا ہے۔ہاں اگر بڑائی اور برتری مقصود نہ ہو، دوسرے اور تیسرے دن کے دعوتی دوسرے لوگ ہوں تو ایک سے زیادہ دن کا ولیمہ بھی جائز ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے موقع پر تین دن تک ان کا ولیمہ کیا۔ (۳)

ولیمہ رخصتی کے بعد یا پہلے

نکاح سے پہلے ولیمہ مشروع نہیں، اگر کیا جائے تو ولیمہ نہ ہوگا۔

۱- صرف نکاح ہوا، رخصتی نہیں ہوئی۔

۲- یا نکاح بھی ہوگیا، رخصتی بھی ہوگئی؛ مگر شبِ زفاف (سہاگ رات) نہیں ہوئی۔

۳- یا نکاح بھی ہوگیا، رخصتی بھی ہوگئی اور شبِ زفاف بھی ہوگئی، ان تینوں حالتوں میں ولیمہ جائز ہے؛ لیکن نکاح کی نعمت کی تکمیل شبِ زفاف کے بعد ہوتی ہے؛ اس لئے ان تینوں شکلوں میں سب سے افضل شبِ زفاف کے بعد ہے۔

بذل المجهود میں ہے: يجوز أن يولم بعد النكاح أو بعد الرخصة

---

(۱) بخاری: کتاب النکاح: باب من ترک الدعوۃ فقد عصی اللہ ورسولہ، حدیث: ۴۸۸۲

(۲) ترمذی: باب الولیمۃ، کتاب النکاح، حدیث: ۱۰۹۷، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ ابن مسعود کی حدیث کو مرفوعاً عبد اللہ بن زیاد نے روایت کیا ہے اور وہ کثیر الغرائب اور مناکیر ہیں۔

(۳) فتح الباری: باب حق اجابۃ الولیمۃ: ۹/ ۲۴۳، دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۷۹ھ

أو بعد أن يبنى بها والثالث هو الأولى(۱) ولیمہ جائز ہے نکاح کے بعد، یا رخصتی کے بعد یا شبِ زفاف کے بعد اور تیسری شکل زیادہ افضل ہے۔

ولیمہ کا مسنون وقت تو دلہن کو گھر لانے اور ہم بستری کے بعد ہے:

سبکی کہتے ہیں:

”والمنقول من فعل النبى صلى الله عليه وسلم أنها بعد الدخول، وفى حديث أنس رضى الله عنه عند البخارى وغيره، التصريح بأنها بعد الدخول لقوله أصبح عروسا بزينب فدعا القوم فأصابوا من الطعام ثم خرجوا وبقى رهط“(۲)

شیخ ظفر عثمانی فتح الباری سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”وحديث أنس فى هذا الباب صريح أنها أى الوليمة بعد الدخول لقوله فيه أصبح عروسا بزينب فدعا القوم“(۳)

مذکورہ روایات سے پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ نے شب زفاف کے بعد ولیمہ فرمایا، اس لئے جمہور کا مسلک یہی ہے کہ ولیمہ کا مسنون وقت دخول کے بعد ہی ہے جیسا کہ ہم نے اوپر تصریح کی، تاہم بعض علماء نے اس میں وسعت کا قول اختیار کیا ہے کہ نکاح ہوجانے کے بعد اسی وقت یا اس کے بعد یا رخصتی کے یا ہمبستری کے بعد جس وقت بھی ولیمہ کیا جائے ولیمہ کی سنت ادا ہوجائے گی۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں: ”قيل أنها تكون بعد الدخول، قيل عند العقد، وقيل عندهما “ (۴)

---

(۱) بذل المجہود: ۴/ ۳۴۵

(۲) بذل المجہود، کتاب النکاح: ۲/ ۳۲، مطبوعۃ مکتبۃ قاسمیۃ، ملتان

(۳) اعلاء السنن: ۱۱/ ۱۱

(۴) مرقاۃ شرح مشکوۃ: ۶/ ۳۶۶

فتاوی قاسمیہ میں ہے:

’’ولیمہ عقد نکاح کے بعد رخصتی سے پہلے اور رخصتی کے بعد شب زفاف سے پہلے اور شب زفاف کے بعد تینوں صورتوں میں جائز ہے، البتہ اولی اور افضل یہی ہے کہ شب زفاف کے بعد کیا جائے:’’ويجوز أن يؤلم بعد النكاح أو بعد الرخصة،أن بعد أن يبنى بها، والثالث هو الأولى‘‘(۱)

حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ ولیمہ کا وقت مسنون تو بعد الدخول ہے، جن حضرات نے عند العقد یا عقب العقد بھی ولیمہ کو مسنون کہا ہے، ان کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان اوقات میں ولیمہ کرنے سے سنت ولیمہ ادا ہو جاتی ہے، جس طرح مسواک کے مسئلے میں ہے (برش کرنے سے سنت مسواک ادا ہو جاتی ہے، سنت آلہ ادا نہیں ہوتی) اسی طرح یہاں بھی سنت ولیمہ ادا ہو گئی، مگر سنتِ وقت ادا نہیں ہوئی، یعنی ولیمہ وقت مسنون میں ادا نہ ہو گا؛ لیکن عقدِ نکاح سے پہلے ولیمہ کی کوئی اصل نہیں۔(۲)

ولیمہ کتنے دنوں تک جائز ہے؟

دعوت ولیمہ اس دعوت کو کہا جاتا ہے جو شادی کے بعد لوگوں کو کھلایا جائے، اس کے لئے دنوں کی خاص تعدا مقرر نہیں کیا؛ بلکہ اس کو شادی کرنے والے کی استطاعت پر چھوڑا گیا ہے، اگر وہ ایک سے زائد دنوں میں دعوت کرنا چاہتا ہو تو اس میں کوئی قباحت نہیں؛ ہاں ایک سے زائد دنوں تک کرنے میں فخر وغرور، ریا کاری، شہرت پسندی جیسے مقاصد شامل ہوں تو پھر اس نیت سے دعوت کرنا جائز نہیں۔

چونکہ حدیث شریف میں ہے:

---

(۱) بذل المجهود: كتاب الأطعمة، باب في استحباب الوليمة للنكاح: ۱۱/۱۷۴، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت

(۲) فتاوی عثمانی: ۲/۳۰۳

حضرت انس سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا، پھران کی آزادی کو ان کا مہر مقرر کیا، پھر تین دن ولیمہ کیا "وجعل الوليمة ثلاثة أيام"(۱)اورایک روایت میں ہے:ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

"طعام أول يوم حق، وطعام يوم الثانى سنة، وطعام يوم الثالث سمعة ومن سمع سمع الله به"(۲)

حضرت مفتی محمود حسن صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: دعوت ولیمہ شادی ورخصتی سے تین روز تک ہوتی ہے اس کے بعد نہیں۔(۳)

اور ہندیہ میں ہے:"ولا باس بأن يدعو يؤمئذ من الغد وبعد الغد ثم ينقطع العرس والوليمة، كذا فى الظهيرية"(۴)اس میں کوئی حرج نہیں کہ اس کے کل اور پرسو دعوت دی جائے، پھر شادی اور ولیمہ ختم ہو جاتا ہے، یہی بات ظہیریہ میں ہے۔

ولیمہ میں کیا کھلایا جائے؟

نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج میں سے سب سے زیادہ جن کے ولیمہ کا اہتمام وانتظام فرمایا اور جن کا نکاح کچھ پر تکلف تھا وہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا ولیمہ تھا، یہ دعوت اور ولیمہ اس قدر لمبا ہو گیا تھا کہ بعض اصحاب حضور ﷺ کے اس حجرہ کے پاس بیٹھ کر طویل گفتگو میں مشغول ہونے پر من جانب اللہ تنبیہ ہوئی اور پردہ کا حکم نازل ہوا، ارشادِ باری عزوجل ہے:

---

(۱) إعلاء السنن، باب جواز الوليمة إلى أيام وإن لم يكن فخرا:۱۱/ ۱۳، مسند أبي يعلى، حميد الطويل، حديث:۳۸۳۴

(۲) ترمذی: باب ما جاء فی الولیمة، حدیث:۱۰۹۷

(۳) فتاوی محمودیہ:۴/۳۹۱، باب الولیمة

(۴) الفتاوى الهنديه: ۵/ ۳۴۳، الباب الثانى العشر فى الهدايا والضيافات ، كتاب الكراهية، مطبوعة كوئته

يَآ اَ يُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّا أَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰهُ وَلٰكِنْ اِذَادُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَأْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ(۱)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم لوگ نبی کے گھر میں اس وقت تک نہ جاؤ جب تک کہ تم کو کھانے کیلئے نہ بلایا جائے کہ تم راہ دیکھنے لگو اس کے پکنے کی؛ لیکن جب تم کو بلایا جائے تب جاؤ، پھر جب کھا چکو تو خود سے چلے آؤ، نہ یہ کہ آپس میں جی لگا کر بات کرنے لگو، اس بات سے نبی کو تکلیف ہوتی ہے، وہ تم سے شرم کرتے ہیں اور جب تم آپ ﷺ کی بیویوں سے کوئی چیز کام کی مانگنے جاؤ تو پردہ کے باہر سے مانگو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی بیویوں میں سے کسی کا ولیمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ولیمہ سے زیادہ اہتمام کے ساتھ نہیں کیا، آپ ﷺ نے ایک بکری سے ولیمہ فرمایا: ''أولم علی زینب أولم بشاۃ'' (۲)

بخاری کی ایک دوسری روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا ولیمہ گوشت اور روٹی سے فرمایا، مجھے لوگوں کو مدعو کرنے کیلئے بھیجا، ایک جماعت آتی، کھاتی اور چلی جاتی، ایک جماعت آتی، کھاتی اور چلی جاتی، میں لوگوں کو بلاتا رہا؛ یہاں تک کہ تمام لوگ ختم ہو گئے، میں نے کہا: اے اللہ کے نبی! کوئی شخص نہیں بچا ہے، فرمایا: ''ارفعوا طعامکم'' اپنے کھانے کو اٹھالو۔ (۳)

---

(۱) الأحزاب: ۵۳ (۲) بخاری: کتاب النکاح: باب الولیمۃ ولو بشاۃ، حدیث: ۴۸۷۳

(۳) بخاری: کتاب التفسیر، سورۃ الأحزاب، حدیث: ۴۵۱۵

آپ ﷺ نے جس ولیمہ میں سب سے زیادہ تکلف اور اہتمام فرمایا تھا اس میں مسلمانوں کو تنبیہ ہوئی، حضور ﷺ کو اذیت و تکلیف کا سامنا کرنا پڑا اور پردے کے احکامات نازل ہوئے۔

اس کے بالمقابل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح بالکل سادگی سے معمور تھا، نہ کوئی تکلف اور نہ کوئی اہتمام، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر پر تشریف لائے تو میری والدہ میرے پاس آئیں، میں اس وقت جھولا جھول رہی تھی، انہوں نے مجھے جھولے سے اتارا، میری چوٹی بنائی، میرے چہرے کو پانی سے صاف کیا، پھر مجھے لے کر چلنے لگیں، یہاں تک کہ دروازے پر لے آئیں، اس وقت میرا دل دھڑک رہا تھا، حضور ﷺ ہمارے گھر میں ایک چارپائی پر تشریف فرما تھے، وہاں کچھ انصاری مرد وعورتیں بھی تھیں، پھر وہ لوگ چلے گئے، حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کے ہی گھر پر صحبت فرمائی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ''ما نُحرت عليّ جزور ولا ذُبحت عليّ شاةٌ حتّى أرسل إلينا سعد بن عبادة بجفنة كان يرسل بها إلٰى رسول الله إذا أدار إلٰى نسائه'' نہ حضور ﷺ نے میرے لئے اونٹ ذبح کئے اور نہ بکری ذبح کی؛ یہاں تک کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے (کھانے) کا پیالہ جسے وہ حضور ﷺ کیلئے جس عورت کے پاس آپ کی باری ہوتی تھی (بھیجتے تھے) بھیجا۔(۱)

سادگی کی ایک مثال حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اوران کا ولیمہ بھی ہے

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بنتِ حیی بن اخطب یہ بنوقریظہ اور بنونضیر کے سردار کی لڑکی تھیں، خیبر کے قیدیوں میں یہ بھی ہاتھ لگی تھیں، حضور ﷺ نے انہیں آزاد فرما کر ان سے نکاح فرمالیا اور آپ نے مدینہ اور خیبر کے درمیان ''سدّ الصهباء'' میں جو مدینہ

---

(۱) مسند احمد بن حنبل: حدیث السیدہ عائشۃ: ۶/ ۲۱۰، مؤسسۃ قرطبۃ القاھرۃ، اس روایت کو احمد نے روایت کیا ہے، اس کا بعض حصہ حضرت عائشہؓ سے مرفوعاً مروی ہے، اکثر حصہ مرسل ہے، اس میں محمد بن عمرو بن علقمہ ایک راوی ہیں، ان کی بے شمار لوگوں نے توثیق کی ہے، اس کے بقیہ رجال صحیح کے رجال ہیں۔

اورخیبر کے درمیان واقع تھا تین دن قیام فرمایا، وہیں آپ ﷺ نے ان سے خلوت فرمائی، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ثمّ صنع حیسا فی نطعٍ صغیرٍ ثمّ قال لی: ’’اٰذنْ من حولک‘‘ پھر ایک چمڑے کے چھوٹے سے دسترخوان پر’’حیس‘‘نامی عربی کھانا چنا گیا، پھرآپ ﷺ نے مجھ سے کہا:’’ آس پاس کے لوگوں کو بلاؤ‘‘ یہی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کیلئے حضور ﷺ کا ولیمہ تھا۔(۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ میں نے حضور ﷺ کے اس ولیمہ میں لوگوں کو مدعو کیا، اس میں نہ روٹی تھی اور نہ گوشت، آپ ﷺ نے چمڑے کا دستر خوان بچھانے کا حکم دیا، اس پر کھجور، پنیر، اور گھی ڈالا گیا ’’فألقی علیها التمر والاقط والسمن‘‘(۲)

بلکہ بعض روایات میں تو یوں آیا ہے کہ آپ نے اپنی بعض ازواج کا ولیمہ دو مد جو سے فرمایا’’أولم النبی ﷺ علی بعض أزواجه بمدّین من شعیرٍ‘‘(۳)

ان روایات سے پتہ چلا کہ ولیمہ میں بھی سادگی پسندیدہ ہے؛ گوشت صرف حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کے ولیمہ میں دیا، باقی دس ولیموں میں گوشت کا کوئی تذکرہ نہیں ہے، تعجب ہے رسول اللہ رضی اللہ عنہ کے ایک ولیمہ کی سنت پر عمل کا تو شوق ہو، مگر باقی دس ولیموں کی سنت پر عمل تو درکنار معیوب سمجھا جانے لگا۔

ولیمہ میں کتنے لوگوں کو کھانا کھلائیں:

ولیمہ مسنون ہے، اس میں کتنے لوگوں کو کھانا کھلایا جائے، اس کی کوئی مقدار شریعت نے مقرر نہیں کی، بلکہ ہر شخص اپنی مرضی سے اپنی وسعت اور گنجائش کے مطابق لوگوں کو کھانا کھلادے، حضور پاک ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما سے

---

(۱) بخاری: کتاب الجهاد، باب من غزا الصبی للخدمة، حدیث:۲۷۳۶

(۲) بخاری: باب غزوۃ خیبر، حدیث:۳۹۷۶

(۳) بخاری: باب الولیمة ولو بشاة: حدیث:۴۸۷۷

فرمایا کہ: اگر چہ ایک ہی بکری سے کیوں نہ ہو، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ولیمہ کا حکم حسب گنجائش ”أولم ولو بشاة“ (۱)

جس ولیمہ میں گناہ ہو

ولیمہ کے بارے میں اور دعوتوں کے تعلق سے ایک تعلیم یہ بھی ہے کہ وہاں کوئی خلافِ شرع باتیں نہ ہوں، ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت سالم بن عبد اللہ بن عمر کی شادی ہوئی اور ولیمہ میں لوگوں کو دعوت دی گئی اور ان میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے گھر والوں نے گھر کی دیواروں کو پردے سے ڈھانپ دیا تھا تو دیکھا کہ گھر کی دیواروں پر بھی پردے ڈالے گئے ہیں یہ دیکھ کر حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ”کیا تم دیواروں پر بھی پردے ڈالتے ہو؟ حضرت سالم کہتے ہیں کہ میرے والد عبد اللہ اس پر شرمندہ ہوگئے اور فرمایا کہ ہم پر عورتیں غالب ہوگئی ہیں (یعنی یہ عورتوں نے کیا ہے اور ہم ان کو منع نہ کر سکے) اس پر حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ”من کنت اخشی علیه فلم أکن اخشی علیك (یعنی اگر مجھے کسی کے بارے میں خوف ہوتا کہ اس گھر میں اس طرح کا منکر ہوگیا تو آپ کے بارے میں یہ اندیشہ نہیں تھا کہ آپ کے یہاں بھی ایسا ہوگا) پھر آپ نے کھانا نہیں کھایا اور لوٹ گئے۔(۲)

لہٰذا جہاں گانا بجانا، میوزک و ناچ یا تصویر سازی ویڈیوگرافی یا بے پردگی و بے حیائی اور مردوں اور عورتوں کا اختلاط وغیرہ ناجائز باتیں ہوں وہاں جانا ناجائز ہے اور اس کا اہتمام اور التزام کرنا اور بھی زیادہ غلط ہے، علامہ ابن قیمؒ، امام ابن تیمیہؒ کے حوالے سے فرماتے ہیں: ایسی دعوت میں جا کر اگر وہ منکرات کو روک سکتا ہو تو جائے ورنہ وہاں سے لوٹ آئے: ”أنه دعی الی ولیمة عرس، فرأی فیها منکرا، لا یقدر علی ازالته، أنه یرجع “(۳)

---

(۱) بخاری: کتاب النکاح، باب کیف یدعی للمتزوج، حدیث: ۴۹۶۱

(۲) معجم کبیر: ۱۱۸/۴ (۳) اعلام الموقعین: ۲۰۹/۴

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کا تفصیلی واقعہ

شادی کے وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر پندرہ سال پانچ مہینے یا چھ مہینے تھی، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عمر اس وقت اکیس سال پانچ مہینے تھی، اور یہ نکاح ۲ھ رمضان میں ہوا اور وِداعی اسی سال ذی الحجہ میں ہوئی۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کیلئے پیغامِ نکاح دیا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو یہ جواب دیا تھا کہ: وہی ہوگا جو اللہ کا حکم ہوگا، اس سلسلے کی تفصیلی روایت طبرانی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کی ہیں، گرچہ یہ روایت صحیح نہیں ہے، اس میں ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرابت و رفاقت، ان کے بلندیٔ مرتبت اور ان کے مسابقت فی الاسلام وغیرہ دیگر فضائل ومناقب کا ذکر کر کے ان کو فاطمہ رضی اللہ عنہا کیلئے پیغامِ نکاح دینے کی ترغیب دی، چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آ کر ان کے فاطمہ رضی اللہ عنہا کے تعلق سے ذکر کرنے کو بتلانے کیلئے کہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذکر کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ کا حکم ہوگا ویسا ہی ہوگا، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بذاتِ خود خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر مدعا عرض کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار کی، ایسے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے تعلق سے ذکر کرنے کو کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی ایسے ہی جواب دیا: جو اللہ کو منظور ہوگا، پھر وہ بذاتِ خود خدمتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں سکوت اختیار فرمایا، انہیں بھی ایسا ہی جواب دیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپس میں اس حوالہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سکوت اختیار کرنے کا ذکر کیا، پھر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے پیغامِ نکاح دینے کو کہا، الغرض وہ دوڑے ہوئے خدمتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچ کر پیغامِ نکاح دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مبارکبادی کے الفاظ کہے، بعض روایات میں ہے کہ انصار نے حضرت

علی رضی اللہ عنہ کو پیغامِ نکاح دینے کی ترغیب دی، بہر حال جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا: تمہارے پاس مہر میں دینے کیلئے کیا ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میرے پاس کچھ نہیں ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ حطمی زِرہ کیا ہوئی جسے میں نے تمہیں غزوۂ بدر کے مالِ غنیمت میں سے دیا تھا، عرض کیا کہ وہ موجود ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بس وہ کافی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اسے ۴۸۰ درہم میں فروخت کیا اور قیمت لاکر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اس کے بعض حصہ سے خوشبو لانے کو کہا اور بقیہ سے دلہن کو سجانے اور سنوارنے کا سامان اور بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پہلے ہی وعدہ فرمایا تھا اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے توسط سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا گیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کیا جائے۔(۱)

رخصتی کے آداب

جیسا کہ ابھی مذکور ہوا کہ وداعی ۲ھ ماہِ ذی الحجہ میں ہوئی تھی، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ انصار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لڑکی کا نکاح تم سے کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ وعدہ خلافی کرتے ہیں اور نہ جھوٹ بولتے ہیں، لہٰذا تم جاؤ جاکر وداعی کیلئے کہو، انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رعب کی وجہ سے معذرت کی، چنانچہ اصرار پر وہ خدمتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وداعی کی درخواست کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج رات کو وداعی ہوگی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: مہر میں دینے کو کچھ ہے؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میرا گھوڑا اور میری زِرہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے کو اپنے پاس رکھنے اور زرہ کو فروخت کرنے کو کہا، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اسے چار سو اَسی درھم میں بیچ کر وہ رقم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی: ۴۱۱/۲۲، حدیث: ۱۰۲۲

لے آیا تو آپ ﷺ نے اس سے ایک مٹھی لے کر اس سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو خوشبو خریدنے کو کہا۔(۱)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت عمیس کی روایت میں شبِ زفاف کا تفصیلی واقعہ مذکور ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا گیا تو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ تم اپنے اہل سے کوئی بات چیت نہ کرنا، یا بعض روایات میں ہے کہ اپنے اہل کے قریب نہ جانا، آپ ﷺ تشریف لائے فرمایا: کیا یہاں میرے بھائی ہیں، اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا نے کہا: یہ آپ کے چچا زاد بھائی ہیں جن کا آپ ﷺ نے اپنی لڑکی سے نکاح کروایا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ رشتہ جائز ہے، اسماء رضی اللہ عنہا بنتِ عمیس کہتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے ایک پانی کا برتن منگوایا، پھر اللہ نے جو چاہا اس میں دعا پڑھی، پھر اس پانی سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینے اور چہرے کو پونچھا، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا، وہ شرم سے لڑکھڑاتی ہوئی آئیں، ان پر بھی پانی چھڑکا اور فرمایا کہ: میں نے اپنے خاندان کے بہتر شخص سے تمہارا نکاح کیا ہے۔(۲)

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے پانی منگوایا اور اس سے وضو فرمایا، پھر اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اُنڈیل دیا، پھر فرمایا: "اَللّٰھُمَّ بَارِكْ بَیْنَھُمَا وَبَارِكْ لَھُمَا فِیْ بِنَاءِ ھِمَا" اے اللہ! ان دونوں کے درمیان برکت عطا فرما اور ان کے شبِ زفاف میں برکت دے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: پانی لاؤ، وہ اٹھ کر گھر میں موجود ایک بڑے پیالے کے پاس گئیں، اس میں پانی ڈال کر اس کو لے آئیں، آپ ﷺ نے اس میں کلی فرمایا، پھر ان سے کہا: کھڑی ہو جاؤ، اس کو فاطمہ رضی اللہ عنہا کے سر اور سینہ پر چھڑکا اور فرمایا "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُعِیْذُھَا وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ

---

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۲/ ۴۱۱، حدیث: ۱۰۲۳

(۲) المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۴/ ۱۳۷، حدیث: ۳۶۵

الرَّجِیْمِ "اے اللہ! میں اس کی اور اس کے اولاد کی شیطانِ مردود سے پناہ مانگتا ہوں۔(۱)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گریبان، اور دونوں کاندھوں پر پانی چھڑکا، اور "**قل هو الله احد**" اور "**معوذتين**" تلاوت فرمائی اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ایک پانی کے گھڑے میں کلی کی اور ان دونوں کو اس سے غسل کرنے کو کہا۔(۲)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جہیز

اس سلسلہ میں جہیز کی شرعی حیثیت اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے جہیز کے بارے میں گفتگو کچھ تو پہلے گذر چکی ہے، آپ ﷺ نے اپنی ہر صاحبزادی کو بوقت رخصتی کچھ نہ کچھ ضرور دیا ہے، اسی طرح حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی دیا ہے، مختلف روایات کو سامنے رکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ نے مذکورہ ذیل چیزیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بطورِ جہیز دیں تھیں: ایک اُونی چادر، کھجور کے پتوں سے بھرا ہوا ایک تکیہ، ایک یا دو مشکیزے، دو چکیاں، دو پانی کے گھڑے، ایک مسہری پلنگ، اور ایک چمڑے کا برتن۔

مسند احمد اور نسائی کی روایت میں تین چیزوں کا ذکر ہے، ایک اونی چادر، ایک مشکیزہ اور ایک تکیہ جس میں اذخر بھرا ہوا تھا دے کر رخصت فرمایا: "جهّز رسول الله فاطمة في خُميل ووسادةٍ"(۳)

مسند احمد میں سندِ جید کے ساتھ پانچ چیزوں "ایک اونی چادر، کھجور کے درخت کی چھال سے بھرا ہوا تکیہ، دو چکیاں، ایک مشکیزہ، دو پانی کے گھڑے" کا ذکر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضور ﷺ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح فرمایا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا و رخصت کرتے وقت ساتھ میں ایک اونی چادر اور کھجور کے

---

(۱) موارد الظمأن للهيثمي: حديث: ۲۲۲۵

(۲) حیاۃ الصحابۃ عربی: ۲/ ۸۹۵-۸۹۸-۸۹۹، الناشر: المطبع الملیۃ، علی جراہ، الھند

(۳) نسائی: جهاز الرجل ابنته، حدیث: ۳۳۸۴، حاکم نے کہا ہے: یہ حدیث صحیح ہے، شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی ہے، ذہبیؒ نے ان کی موافقت کی ہے: المستدرک: کتاب النکاح: حدیث: ۲۷۵۵

پتوں سے بھرا ہوا ایک چمڑے کا تکیہ اور دو چکیاں، ایک مشکیزہ اور دو گھڑے بھی بھیجے:

''لما زوّج فاطمة بعث معها بخميلة ووسادة ادمٍ حشوها ليف ورحائين وسقاء وجرّتين''(۱)

طبقاتِ ابن سعد کی ایک روایت میں ایک مسہری اور ایک چمڑے کے برتن کا بھی ذکر ملتا ہے: ''وسرير مشروط ووسادة من أدم حشوها ليف، وتور من أدم، وقربة''(۲)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ولیمہ میں اہتمام

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نکاح فرمایا تو اس کے بعد ان سے کہا: اے علی! دولہے کیلئے ولیمہ ضروری ہے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے پاس مینڈھا ہے اور حضراتِ انصار نے کچھ مکئی کے دانے جمع کئے، اس طرح ولیمہ ہوا۔(۳)

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ دانے بطورِ قرض لئے تھے؛ اس لئے وہ فرماتے تھے ''على فلانٍ كذا وكذا من ذرّةٍ ''مجھ پر فلاں فلاں کے اس قدر غلہ ہے۔(۴)

اسماء رضی اللہ عنہا بنتِ عمیس کی روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نہایت ہی

---

(۱) مسند احمد: حدیث: ۸۱۹، مؤسسۃ القرطبۃ، القاھرۃ، محقق شعیب الارنؤط نے اس کی سند کو قوی قرار دیا ہے۔

(۲) الطبقات الکبری لابن سعد: ابو صخر الأیلی: ۸/ ۲۳، دار صادر، بیروت

(۳) مسند احمد: حدیث بریدہ الأسلمی: حدیث: ۲۳۰۸۵، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں سوائے عبدالکریم بن سلیط کے، ان کی ابن حبان نے توثیق کی ہے: مجمع الزوائد: باب مناقب فاطمۃ، حدیث: ۱۵۲۱۴

(۴) مجمع الزوائد: باب مناقب فاطمۃ: حدیث: ۷ ۶۱۳، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو احمد نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں عبدالکریم بن سلیط ہیں، ان پر کسی نے جرح نہیں کی ہے اور یہ مستور ہیں اور اس کے بقیہ رجال صحیح کے رجال ہیں۔

اہتمام کے ساتھ ولیمہ فرمایا: فرماتی ہیں: ''فما كانت وليمة فى ذلك الزمان أفضل من وليمته'' (اس زمانے میں اس ولیمہ سے بڑا ولیمہ نہیں ہوتا تھا) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کیلئے اپنی زرہ کو کچھ جو کے بدلے ایک یہودی کے یہاں رہن رکھ دیا تھا۔(۱)

اور ایک روایت میں ہے کہ جو حضرت اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا ہی سے منقول ہے، اس میں مزید یہ اضافہ ہے کہ ''كانت وليمته اصوعاً من شعيرٍ وتمرٍ وحيسٍ'' (ان کا ولیمہ چند صاع جو، کھجور، اور حیس (حریس) سے کیا گیا۔

لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھانا

لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھانا کسی صحیح اور مشہور حدیث سے امت میں اس شہرت کے ساتھ ثابت نہیں جس شہرت سے ولیمہ کے کھانے کا مسنون ہونا منقول ہے، بعض لوگوں نے طبرانی وغیرہ کی روایات سے جس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا کھلانا منقول ہے، اس سے اس کے مسنون ہونے کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن یہ روایت کمزور ہے، طویل روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے کہا: اے بلال! میں نے اپنی لڑکی کا نکاح اپنے چچازاد بھائی سے کر دیا ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ نکاح کے وقت کھانا کھلانا میری سنت ہو ''أنا أحبّ أن يكون من سنّة أمّتى الطعام عندالنكاح'' لہٰذا بکریوں کے پاس جا کر ایک بکری اور کچھ کھانا تیار کرو۔ تفصیلی روایت ہے۔(۲)

بہر حال اس قسم کی کمزور روایات کو سامنے رکھ کر لڑکی کے یہاں کھانا کھلانے کو ولیمہ کی طرح مسنون نہیں کہا جاسکتا اور نہ ہی بالکل ناجائز قرار دیا جاسکتا ہے؛ بلکہ مباح کہا جاسکتا ہے، نہ گناہ ہے اور نہ ثواب۔

---

(۱) علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے، اس میں عون بن محمد بن الحنفية ہیں، مجھے ان کے احوال نہیں ملے: مجمع الزوائد: باب ما يجرى فى الوليمة، حديث: ۶۱۴۹

(۲) مجمع الزوائد: باب فى مناقب السيدة فاطمة، حديث: ۱۵۲۱۳، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اس میں یحیی بن علی ہیں جو متروک ہیں۔

اس روایت کی روشنی میں اس قدر کہا جا سکتا ہے کہ لڑکی والے ان کی حیثیت ہے تو وہ لڑکے والے مہمانوں کو کھانا کھلا سکتے ہیں، اگر غریب ہیں تو ایسی بارات میں چند لوگ جائیں، زیادہ لوگوں کو شریک کر کے ان کو قرض وغیرہ لینے پر مجبور نہ کیا جائے، اخلاقی یا رواجی یا دباؤ میں مطالبہ کے بعد کھانا شرعاً حرام ہے، حدیثِ پاک میں ہے: ایمان والے کا مال اس کی رضامندی کے بغیر حلال نہیں ہے '' لا يحلّ مال امرئ الّا بطيب نفس منه ''(۱)

حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں: لڑکی والوں کی طرف سے کسی دعوت کا اہتمام نہ سنت ہے، نہ مستحب، بلکہ اگر دوسری خرابیاں نہ ہوں تو صرف جائز ہے۔(۲)

جب لڑکی والے بغیر کسی دباؤ اور مطالبہ کے از خود اپنی لڑکی کی خوشی کے موقع پر اپنے دوست واحباب اور رشتہ دار و متعلقین اور باراتیوں کو خوش دلی کھانا کھلاتے ہیں تو یہ شرعاً جائز اور مباح ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔(۳) لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے، بیشتر سماجی دباؤ، خاندان میں بدنامی کے ڈر سے ہی کھلایا جاتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: '' إذا دعا أحدكم أخاه فليجب عرسا كان أو نحوه ''(۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی وہ نبی کریم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: '' من كان يؤمن بالله واليوم الأخر، فليكرم ضيفه ''(۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے فرمایا: اے اللہ کے رسول! میری وداعی کب فرمائیں گے؟ فرمایا: رات میں ان شاء اللہ، پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو

---

(۱) مسند احمد: حدیث عم ابی حرۃ الرقاشی، حدیث: ۲۰۷۱۴، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: احمد کے رجال ثقہ ہیں: مجمع الزوائد: باب الغضب وحرمۃ المسلم: حدیث: ۶۸۶۳

(۲) ذکر وفکر: ۲۹۰، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

(۳) فتاوی محمودیہ ڈابھیل: ۱۲/ ۱۴۳، کتاب الفتاوی: ۴/ ۴۱۶

(۴) مسلم: باب الأمر بإجابۃ الداعی إلی دعوۃ، حدیث: ۱۴۲۹

(۵) بخاری: باب إکرام الضیف وخدمتہ إیاہ بنفسہ، حدیث: ۵۸۹۷

بلایا، پھر فرمایا: اے بلال! میں نے اپنی بیٹی کا نکاح اپنے چچازاد بھائی سے کروایا ہے: ''وأنا أحب أن يكون من سنة إطعام الطعام عند النكاح''(۱) منصف عبد الرزاق کی روایت نچلے درجے کی ہے۔

اس لئے لڑکی والوں کے یہاں کھانا کھانے کو مسنون نہیں کہا جا سکتا، ہاں البتہ مباح اور جائز ہے جو لڑکی والوں کے لئے اختیاری عمل ہے، وہ اپنی حسب استطاعت اپنی مرضی سے جو چاہیں کھلائیں کسی کو مطالبہ کرنے یا دباؤ ڈالنے کا حق نہیں ہے۔(۲)

موجودہ زمانے کی شادیوں میں ہونے والے گناہ

دنیا میں ایک غلط دستور چل پڑا ہے کہ لوگ عام مواقع کی بنسبت تین مواقع پر زیادہ غلطیاں کرتے ہیں، ایک شادی کے موقع پر، دوسرے ولادت کے موقع پر اور تیسرے کسی کے مرنے پر؛ حالانکہ یہ تین مواقع ایسے ہیں کہ ان میں انسان کو زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے، اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قوانین کی زیادہ سے زیادہ رعایت کرنا چاہئے؛ اس لئے کہ پہلی دو چیزیں یعنی شادی اور ولادت تو بہت بڑی نعمتیں ہیں اور ایک فطری اصول ہے کہ نعمت ملنے پر انسان کا دل اپنے منعم اور محسن کی طرف خود بخود کھینچتا ہے، دنیا میں ہر جگہ اس کا تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ کوئی کسی پر احسان کرے تو محسن کی محبت اور اس کی اطاعت پیدا کرنے کے لئے انسان کو کچھ توجہ کرنا ہی پڑتی ہے اور دل کھینچ کر اس کی طرف نہیں لانا پڑتا؛ بلکہ محسن کی طرف دل خود بخود کھینچتا ہے، بے اختیار کشش ہوتی ہے اور زبان پر شکر کے الفاظ آجاتے ہیں، ان تین مواقع سے گناہ چھوڑ دینا چاہئے، مگر وہ ان تینوں مواقع سے کھل کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے، شادی اور ولادت کے مواقع پر اس کی کوشش ہوتی ہے کہ سب کو خوش کردے، کسی کا گلہ شکوہ نہ رہے، چنانچہ رشتہ داروں میں خوشامد کر کے ان کو راضی کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اگر

---

(۱) مصنف عبدالرزاق، النکاح، باب تزویج فاطمۃ رضی اللہ عنہا، حدیث: ۹۷۸۲

(۲) مستفاد: انوار نبوت: ۲۷۵ (فتاوی قاسمیہ: ۱۲/ ۵۵۳، کتاب النکاح، باب الإطعام فی النکاح)

اس کے کہنے سے وہ نہیں مانتے تو دوسروں کو ساتھ لے جایا جاتا ہے، آپ انہیں سمجھائیں، انہیں آمادہ کریں کہ مہربانی کر کے ہماری شادی میں آجائیں اور جو کچھ آپس میں کہا سنا ہے سب معاف کر دیں، شادی کے موقع پر سب کو خوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں، ستم دیکھئے کہ سب لوگوں کو جمع کرتے ہیں، لیکن اللہ اس کے رسول ﷺ کو وہاں سے نکال دیتے ہیں کہ آپ تھوڑی دیر کے لئے ذرا ایک طرف ہو جائیں، اس وقت ہم نے آپ کے بجائے شیطان کو بلا لیا ہے، یوں معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کے دل میں شیطان کا خوف اللہ کے خوف سے بڑھ کر ہے، اس لئے شادی میں اللہ کی ناراضگی مول لے کر شیطان کو راضی کیا جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ نے خطبہ کی تین آیات میں اسی کی تنبیہ فرمائی ہے کہ خوشی میں اتراؤ مت، میں چاہوں تو اپنی نعمت چھین بھی سکتا ہوں، شادی تو تم نے کر دی آگے میاں بیوی میں توافق پیدا کرنا میرا کام ہے، میری قدرت میں ہے کہ اس کو نعمت بناؤں یا عذاب؟۔

موجودہ زمانے کی شادیوں میں بے شمار گناہ رسوم وراج کی شکل میں در آئے ہیں، یہ گناہ نہ صرف اُخروی تباہی وبربادی کے باعث ہو رہے ہیں؛ بلکہ ان فضولیات کی وجہ سے دنیوی زندگی بھی اَجیرن ہوگئی ہے، ان بے جا رسومات اور فضول کاموں کیلئے آدمی کو اپنی زندگی بھر کی پونجی کو اس کے پیچھے لگا دینا پڑ جاتا ہے؛ بلکہ قرض وغیرہ لے کر اپنے آپ کو اور زیادہ مشکلوں میں ڈالنا پڑتا ہے۔

۱- جہیز

موجودہ زمانے کی شادیوں کی سب سے بڑی رسم جہیز کی ہے، ستم بالائے ستم یہ ہے کہ باپ پال پوس کر پڑھا لکھا کر اپنی لاڈلی بیٹی کو بڑا کرے اور اسے اس کے شریکِ حیات (شوہر) کے حوالے کر دے؛ بلکہ ساتھ ہی ہر قسم کا سامان بھی دے، اس بارے میں یہ کہہ دیں تو بے جا نہ ہوگا کہ سر کے بال سے لے کر پیر کے ناخن تک ہر طرح کی آسائش وآرام کے سامان مہیا کئے جائیں؛ خواہ باپ میں اس کی سکت ہو یا نہ ہو، بہر صورت اس کا نظم کرنا ہے۔

جہیز کی شرعی حیثیت صرف اس قدر تھی کہ ایک باپ اپنی بیٹی کو رخصت کرتے

وقت اپنے دل کے تقاضے سے ایسی چیزوں کا تحفہ پیش کرتا جو اس کیلئے آئندہ کی زندگی میں کام آئیں، خود حضور اکرم ﷺ نے بھی اپنی صاحبزادی کو سادگی کے ساتھ اپنی خوشی اور رضا سے کچھ سامانِ زندگی بطورِ جہیز عطا فرمایا تھا، جن میں دو یمنی چادر، دو روئی کے بستر، چار گدے، چاندی کے دو بازو بند، ایک کملی، ایک تکیہ، ایک پیالہ، ایک چکی، پانی رکھنے کا مشکیزہ، ایک پلنگ تھے(۱) مختلف روایات میں ان اشیاء کا ذکر آیا ہے۔

اب جہیز شادی کا اس قدر لازمی جز بن گیا ہے کہ جہیز دیئے بغیر لڑکی کی شادی ممکن ہی نہیں رہی، اس کا یہ انجام ہو رہا ہے کہ معاشرے میں بے شمار لڑکیاں صرف اس وجہ سے بن بیاہی بیٹھی ہوئی ہیں کہ ان کے جہیز میں دینے کیلئے کچھ نہیں ہے، اگر کسی طرح شادی طئے ہو ہی جاتی ہے تو پھر بسا اوقات اس کیلئے، اگر باپ شریف ہے تو پھر وہ اپنے آپ کو جائز و ناجائز قرض کے شکنجے میں دبنے پر مجبور ہو جاتا ہے یا بہر صورت روپیہ کے انتظام میں ہر طرح کی دھوکہ دہی، فریب کاری، جعل سازی، خیانت، دغابازی وغیرہ سے کام لینا پڑتا ہے۔

جہیز کی شرعی حیثیت

شرعی اعتبار سے جہیز کی کوئی مقدار متعین نہیں ہے، بس اتنا کہ باپ اپنی رضا سے لڑکی کیلئے کچھ انتظام کردے؛ لیکن خرابی اس وقت پیدا ہوتی ہے کہ جب جہیز کی نمود و نمائش کی جاتی ہے، لڑکے والے اسے اپنا حق سمجھتے ہیں، زیادہ سے زیادہ جہیز کی امید رکھتے ہیں، انتہائی گھٹیا اور کمینگی کی بات یہ ہوتی کہ اگر ضروریاتِ زندگی کی کوئی چیز اس میں کم رہ جاتی ہے تو لڑکی اور اس کے گھر والوں کو طعنہ دیا جاتا ہے؛ حالانکہ حدیث میں یہ فرمایا ہے: ''لا يحلّ مال امرئٍ إلّا بطيب نفس منه''(۲) کسی کا مال اس کی خوشی کے بغیر لینا درست نہیں۔

---

(۱) بہشتی زیور

(۲) مسند ابی یعلی: مسند عم ابی حرہ الرقاشی: حدیث: ۱۵۷۰، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کو ابویعلی نے روایت کیا ہے، اس کے ایک روای ابوحرہ الرقاشی ہیں، ابوداؤد نے ان کی توثیق کی ہے اور ابن معین نے ان کی تضعیف کی ہے: مجمع الزوائد: باب الغضب وحرمة المسلم، حدیث: ۶۸۶۶

جہیز کی حقیقت وحیثیت صرف اتنی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ اور پرورش کنندہ تھے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطورِ امداد بحیثیتِ سرپرست ہونے کے ان کو یہ ضروری سامان عطا فرمایا تھا جس کا ذکر مختلف روایات میں ملتا ہے۔

ان کے نکاح کی تفصیل سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس معاملہ میں صرف منتظم کی حیثیت رکھتے تھے، یہ کوئی رسمی یا مروّجہ جہیز نہیں تھا، یہی وجہ ہے کہ دوسری لڑکیوں (ام کلثوم رضی اللہ عنہا، رقیہ رضی اللہ عنہا، اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا) کے نکاح میں اس کا تذکرہ نہیں ملتا ہے، اگر جہیز کا کوئی تصور اسلام میں موجود ہوتا تو دیگر صاحبزادیوں کو دینے کا تذکرہ تاریخ میں ضرور ملتا اور نہ ہی ازواجِ مطہرات کا اپنے میکہ سے کچھ سامان لے کر آنا کتابوں میں لکھا ہے۔

جہاں تک بات ہے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ہار دینے کی تو یہ جہیز کے ثبوت میں کوئی سند نہیں رکھتا؛ اس لئے کہ اوّلاً حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا عمل ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور نبوت سے پہلے کا واقعہ ہے جب کہ وحی کا سلسلہ بھی شروع نہیں ہوا تھا اور اہلِ علم جانتے ہیں کہ قبل از بعثت واقعات سے استدلال نہیں کیا جاسکتا یعنی سنت ہونے پر تو کسی بھی طرح دلیل پکڑنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، معروف مؤرخ ابن ہشام نے لکھا ہے کہ: ابوالعاص تجارت، امانت اور دولت میں مکہ کے چند ممتاز لوگوں میں سے تھے، اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ان کی خالہ تھیں، چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے خود ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ ابو العاص سے زینب کی شادی کردیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرتِ خدیجہؓ کی رائے کے خلاف نہیں کرتے تھے، یہ واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہونے سے پہلے کا ہے۔(۱)

اور بعض حضرات نے یہ ثابت کیا ہے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح اگر بعثت پہلے سے بھی ہو تو تب بھی رخصتی بعثت کے بعد عمل میں آئی ہے اور اسی وقت حضرتِ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے

(۱) سیرۃ ابن ہشام: ۶۵۲-۶۵۱، سبب زواج ابی العاص عن زینب، مع تحقیق: مصطفی السقا

اپنا ہار حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو دیا ہے، یہ بھی مان لیا جائے تو وہ یہ جہیز نہیں جس کو مروّجہ ''تلک یا جہیز'' سے موسوم کیا جا سکے، یہ ایک اختیاری چیز ہے جو بغیر مطالبہ کے ہوا کرتی تھی۔

اس کے علاوہ یہ رسم غیر شرعی ہونے کے ساتھ ساتھ غیر فطری بھی ہے، جیسا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے فرمایا کہ: مرد کو طالب اور لڑکی کو مطلوب بنایا گیا ہے؛ یہی وجہ ہے کہ بوقتِ نکاح شریعت نے لڑکے پر مہر کو واجب کیا نہ کہ لڑکی پر۔

جہیز زوجین میں سے کس کی ملک ہوگا؟

یہ سوال عموماً ہوتا ہے کہ جہیز کس کی ملک ہے، آیا شوہر کی یا بیوی کی؟ فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ سامان کا حکم اور اس کا دارومدار عرف اور اشیاء کی نوعیت پر ہے جو چیزیں صرف مردوں کی استعمال کی ہیں جیسے نوشہ کا لباس وغیرہ تو وہ مرد ہی کا ہوگا اور جو خالصۃً عورتوں کے استعمال کا ہوگا جیسے زیورات وغیرہ تو وہ اسی کا شمار ہوگا۔ اور جو مشترکہ سامان ہوتا ہے جیسے فرنیچر وغیرہ تو دیکھا جائے گا کہ لڑکی کے باپ نے کس کو ہدیہ دینے کی نیت کی تھی؟ اگر داماد کو دینے کی نیت کی تھی تو وہ اس کا مالک ہوجائے گا اور تفریق وعلاحدگی کے وقت اس سامان کی واپسی کا مطالبہ نہیں کیا جا سکتا اور اگر اپنی لڑکی ہی کو دینے کا ارادہ کیا تھا جیسا کہ ہمارے یہاں بالعموم ہوا کرتا ہے تو لڑکی اس کی مالک ہوگی اور کسی بھی وقت اُسے سسرال لے جانے کی مجاز ہوگی، چنانچہ فتاویٰ ہندیہ میں یہ مسئلہ مذکور ہے:

''ایک خاتون نے شوہر کو اپنا سامان دیا اور کہا کہ اُسے فروخت کردو، اور نکاح میں خرچ کردو تو شوہر نے ایسا ہی کیا تو کیا مرد پر عورت کے پیسے واجب ہوں گے؟ تو جواب یہ ہے کہ: ہاں واجب ہوں گے'' (۱)

اگر شادی کے بعد شوہر یا بیوی کے رشتہ دار اپنی حقیقی رضامندی سے کوئی تحفہ دلہا کو دیں اور وہ قبضہ کرے تو وہ اس کی ملکیت ہوگا، اس میں تصرف کا حق صرف شوہر ہی کو حاصل ہوگا:

---

(۱) الفتاوی الهندية: ۳۲۸/۱، الفصل السادس عشر في جهاز البنت

''الهبة هي تمليك العين مجّاناً أى بلا عوضٍ، قوله: بلا عوض أى بلا شرط عوضٍ وحكمها ثبوت الملك للموهوب له''(۱)

اگر گھر کے سامان یا شادی کے موقعہ پر ملے تحائف کی ملکیت کے بارے میں بیوی اور شوہر کے مابین اختلاف اور تنازعہ ہوجائے تو ایسے موقع پر جو سامان اس نوعیت کا ہو کہ صرف عورتوں کیلئے مخصوص طور پر استعمال کا ہو وہ بیوی کی ملکیت ہوگا ، اور اگر وہ سامان شوہر کے استعمال کا ہے تو وہ شوہر کی ملکیت ہوگا اور جو سامان دونوں کے مشترکہ استعمال کا ہے اور کسی کے پاس کوئی شہادت نہ ہو تو دیکھا جائے گا کہ عرف وعادت کے اعتبار سے ایسا سامان دلہن کو اس کے میکے والے دیتے ہیں تو اس بارے میں عورت کی بات یمین کے ساتھ قبول کر لی جائے گی ، اگر ایسا نہیں ہے تو چونکہ سامان مرد کے گھر میں ہے؛ لہٰذا ظاہر حال کا اعتبار کرتے ہوئے مرد کا قول یمین کے ساتھ معتبر ہوگا۔(۲)

جوڑے کی رقم اور جہیز رشوت ہے

اور ایک مسئلہ یہ ہے کہ اس نقدی رقم (جوڑے کی رقم) یا جہیز کے مطالبہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کتبِ فقہ کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ میں اور آج کل عالمِ عربی میں صورت یہ رائج ہے کہ لڑکی والے لڑکے والوں سے خطیر رقم یا دیگر اشیاء کا مطالبہ کرتے ہیں ، شرعی نقطۂ نظر سے مطالبہ کی بنیاد پر کسی چیز کا لینا رشوت ہے اور اس کیلئے ذریعہ وواسطہ بننا بھی حرام ہے:

''من السحت ما يأخذه الصهر من الختن بسبب بنته بطيب نفسه حتّى لو كان بطلبه يرجع الختن''(۳)

فتاویٰ عبدالحیؒ میں ہے:

---

(۱) تنویر الأبصار علی ھامش رد المحتار: کتاب الہبۃ:۷۰۰

(۲) الرد المحتار علی الدر المختار لابن عابدین: باب التحائف: ۴/۵۹۷-۵۹۸

(۳) رد المحتار: ۵/۲۷۲، نعمانیہ دیوبند

’’ومن الرشوة ما أخذه وليّ المرأة قبل النكاح إذا كان بالسوال أو كان اعطاء الزوج بناءً على عدم رضائه على تقدير عدمه‘‘(۱)

یہ بھی رشوت ہے جو عورت کا ولی نکاح سے پہلے لیتا ہے اگر وہ سوال کے ذریعہ ہے یا شوہر اس لئے دیتا ہے کہ نہ دینے کی صورت میں ناراضگی ہوگی تو یہ رشوت ہے۔

فقہاءِ کرام نے اس صورت کی بڑی شدومد سے حرمت بیان کی ہے، آج کل ہندوستان اور پورے برّصغیر کی موجودہ صورتحال کے بارے میں فرماتے ہیں: جب لڑکی والوں کے مطالبہ پر لڑکے کی طرف سے دی جانے والی رقم رشوت اور ناجائز ہے تو پھر لڑکے اور اس کے اہلِ خانہ کی جانب سے صراحۃً، کنایۃً، دلالۃً یا عرف ورواج کے طور پر جہیز اور نقدی کا مطالبہ بدرجۂ اولیٰ رشوت ہے جو حرام ہے اور اس کا لوٹانا بھی واجب ہے۔

اور اس صورت میں بھی ممنوع ہے جب کہ صریح اور واضح الفاظ میں تو مطالبہ نہ ہو؛ لیکن غالب گمان یہ ہے کہ جہیز یا نقد رقم اگر ادا نہیں کی گئی تو یہ رشتہ منظور نہ ہوگا، ایا اگر بادل نخواستہ رشتہ طئے بھی ہوجائے تو بدسلوکی، حق تلفی، طعن وتشنیع اور ایذاء رسانی کا خدشہ ہو تو ان تمام صورتوں میں حرام ہے۔

اور علامہ ابن حزم الظاہریؒ نے اپنی مشہور ومعروف تصنیف ’’المحلی‘‘ میں دوٹوک اور فیصلہ کن انداز میں پوری وضاحت کے ساتھ لکھ دیا ہے کہ ’’عورت کو جہیز دینے پر مجبور کرنا قطعاً جائز نہیں، نہ مہر کی رقم سے نہ دوسرے کسی مال سے:

’’لا يجوز أن تُجبر المرأةُ على أن تجهّز إليه بشيء أصلاً لا من صداقها ولا من غيره من سائر مالها والصداق كلّه لها تفعل فيه ما شاءت‘‘(۲)

(۱) الوسیلۃالمحمدیہ مجموعہ فتاوی عبدالحیٔ:۲/ ۷۴، مطبع یوسفی

(۲) المحلی:۱۱/ ۱۱۹، مکتبۃ الجمہوریۃ العربیۃ، مصر

لیکن اگر کسی کی طرف سے مطالبہ کسی طرح کا نہ ہو تو پھر مشروط طور پر کچھ لینا دینا جائز ہے، شرط یہ ہے کہ اس جہیز دینے کا مقصد نام ونمود اور شہرت یا اسی طرح کی کوئی فاسد غرض شامل نہ ہو اور سامانِ جہیز بآسانی اور بخوشی فراہم کیا گیا ہو:

''لیس المال بمقصودٍ فی النکاح فلا تُجبر المرأة علی تجھیز نفسھا من مھرھا ولا من غیرہ ولا یُجبر أبوھا علی تجھیزھا من مالہ''(۱)

۲- اسراف وفضول خرچی

دینِ اسلام تو وہ مذہب ہے جو تعلیم دیتا ہے کہ پانی میں بھی اسراف سے بچا جائے چنانچہ روایت میں ہے: رسول اللہ ﷺ کا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذر ہوا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وما ھذا الاسراف؟'' پانی کے خرچ کرنے میں یہ حد سے گذرنا کیا ہے؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے فرمایا: ''نعم: وان کنتَ علی نھرٍ جارٍ'' ہاں اگرچہ تم بہتی نہر پر ہو۔(۲) اور کہا گیا: جو شخص تین مرتبہ کے بجائے چار مرتبہ اپنے اعضاءِ وضو کو دھوئے اس نے ظلم کیا اور حد سے تجاوز کیا ''فمن زاد علی ھذا فقد أساء أو تعدّی وظلم''۔(۳)

وضو میں چوتھی مرتبہ دھونے والے نے ظلم اور برا عمل کیا؛ لیکن کیا کیجئے ! دین اور دین کی محنت سے دوری کی نحوست کہ امت میں وضو سے لے کر معاشرت تک اِسراف پھیل گیا ہے، تقریب کی رونق اور چکا چوند کو برقرار رکھنے کیلئے رقعہ کی چھپائی سے لے کر

---

(۱) الاحکام الشرعیة: دفعہ: ۱۹/۱۳، اس مسئلہ پر مکمل بحث وتحقیق کیلئے رجوع کیجئے: ''جہیز یا نقد رقم کا مطالبہ شرعی احکام کی روشنی میں: از مولانا برہان الدین سنبھلی (قاضی پبلیشرز، اینڈ ڈسٹری بیوٹرز، نئی دہلی)۔

(۲) ابن ماجہ: باب ما جاء فی القصر: حدیث: ۴۲۵، بوصیری کہتے ہیں کہ: حیی بن عبداللہ اور عبداللہ بن لہیعہ کی وجہ سے اس کی سند ضعیف ہے: مصباح الزجاجة: کتاب الطھارة والسنن: ۲۷/۱

(۳) سنن کبری للبیھقی: باب کراھیة الزیادة علی الثلاث، حدیث: ۳۸۷، علامہ نووی نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، اس کو ابوداؤد اور دیگر لوگوں نے روایت کیا ہے اور یہ تمام کی تمام سندیں صحیح ہیں: شرح مسلم: باب وجوب غسل الرجلین بکمالھما: ۱۲۹/۳

مقامِ تقریب کے انتظامات تک بے تحاشا پیسے خرچ کئے جاتے ہیں، مقامِ تقریب کی آرائش وزیبائش، شامیانے، لائٹینگ ڈیکوریشن وغیرہ پر پانی کی طرح پیسے بہائے جاتے ہیں اس بے جا فضول خرچی اور اسراف کا تقریبِ شادی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے، محض جھوٹی شان جتلانا اور معاشرہ میں اپنا قد اونچا کرنا مقصود ہوتا ہے؛ حالانکہ شریعت نے اسراف وفضول خرچی پر مختلف قسم کی وعیدیں سنائی ہیں، ارشادِ خداوندی ہے: وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (۱) اِسراف مت کرو، بیشک اللہ تعالیٰ اِسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے: اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ (۲) بے ہودہ اڑانے والے شیطانوں کے بھائی ہوتے ہیں، یعنی جیسے شیطان نے عقل کی دولت کو اللہ کی نافرمانی میں خرچ کیا، یہ لوگ بھی مال کی نعمت کو معصیت میں صرف کر رہے ہیں۔

مال بھی ایک نعمتِ خداوندی ہے، اس کے بارے میں قیامت کے دن پوچھ گچھ ہوگی؛ ابنِ آدم اس وقت تک اپنے قدم میدانِ محشر سے نہیں اٹھا سکے گا، جب تک اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں نہ پوچھ لیا جائے، ''حتّٰی یسئل عن خمس'' ان میں سے ایک مال بھی ہے، جس کے بارے میں یہ سوال ہوگا کہ: ''مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟'': ''وما له من این اکتسبه و فیما انفقه'' (۳)

ظاہر ہے کہ جب مال ایسی حرام جگہوں پر برباد ہو جائے گا تو پھر دینی تقاضوں کیلئے کوئی گنجائش کہاں رہے گی۔

۳- رِیاء اور نمود

ساری مخلوقات کی حقیقت یہ ہے کہ

فَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا وَّلَا مَوْتًا وَّلَا

---

(۱) الاعراف: ۳۱ (۲) الاسراء: ۲۷

(۳) ترمذی: باب فی القیامة: حدیث: ۲۴۱۶، داراحیاء التراث العربی، اس روایت کو امام ترمذیؒ نے حسن صحیح کہا ہے۔

حَيَاةً وَّلَا نُشُوْرًا (۱)

کہ وہ سب اپنے کسی بھی قسم کے نفع ونقصان اور موت وحیات کے مالک نہیں ہیں، تو دوسروں کو کیا نفع ونقصان حکمِ الٰہی کے بغیر پہنچا سکیں گے۔

عزت کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی بغیر کسی نفع یا نقصان کی امید کے دوسرے کا کام کرے، اور یہ صرف دین کی بنیاد پر ہوسکتا ہے، عہدے یا کرسی یا ظاہری ٹھاٹ باٹ کی بنیاد پر جو اعزاز ہوتا ہے وہ حقیقت میں اس صاحبِ منصب یا مالکِ ثروت کا احترام نہیں ہوتا؛ بلکہ کرسی اور روپیئے کا ہوتا ہے، اور وہ جب چلا جائے تو سارا واہ واہ اور مکھیاں ختم ہوجاتی ہیں، اس سے بھی آگے حقیقت یہ ہے کہ کرسی اور روپیئے کے سامنے بھی اپنے اغراض کی وجہ سے گھٹنے ٹیک دیئے جاتے ہیں، حقیقی عزت حضرت بلال رضی اللہ عنہ، سمیہ رضی اللہ عنہا، زنیرہؓ، رابعہ بصریہؒ شعوانہ کو ملی، جو صرف غلام تھے، مگر آج ان کے تذکرے قائم ودائم ہیں:

وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (۲)

ایک قادرِ مطلق ذوالجلال والاکرام کو راضی کرلے یہ آسان ہے، لیکن سارے بے دین، خودغرض، خداوآخرت سے بے خوف لوگوں کو کبھی راضی نہیں کیا جاسکتا ہے جیسا کہ مشہور لطیفہ ہے: باپ بیٹے گدھے کی سواری پر ایک ساتھ بیٹھ گئے، یا دونوں اتر گئے یا باپ بیٹھا یا بیٹا بیٹھا تب بھی لوگوں نے طعنہ دینا نہیں چھوڑا، اسی بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا:

”من التمس رضا الناس بسخط اللّٰه وكّله اللّٰه إلى الناس، ومن التمس رضا اللّٰه بسخط الناس كفاه اللّٰه مؤنة الناس“ (۳)

---

(۱) الفرقان:۳ (۲) المنافقون:۸

(۳) ترمذی کتاب الزهد: باب منه، حدیث: ۲۴۱۴، منذری کہتے ہیں کہ: اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے، اس میں ایک شخص کا نام ذکر نہیں کیا، پھر اس کو ایک دوسری سند سے غیر مرفوع طریقے سے حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے: الترغیب الترھیب: کتاب القضاء: حدیث: ۳۴۰۴، پھر اسی کے مثل ایک روایت منذری نے طبرانی کے حوالہ سے سندِ جید کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

جو شخص لوگوں کو خوش کرنے کیلئے اللہ کو ناراض کردے تو اللہ عز وجل
اس کو لوگوں کے حوالے کر دیتے ہیں، جو شخص لوگوں کو ناراض کر کے
اللہ کو راضی کرنے میں لگ جائے تو اللہ عز وجل لوگوں کی طرف سے
اس کیلئے کافی ہو جاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا: من سمّع النّاس بعمله، سمّع اللّٰه به سامع خلقه وصغّره وحقّره جو شخص اپنے عمل کو لوگوں کے درمیان مشہور کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے اس رِیاء والے عمل کو اپنی مخلوق کے کانوں تک پہنچا دیں گے، (کہ یہ ریا کار ہے) اور اس کو لوگوں کی نگاہ میں چھوٹا اور ذلیل کر دیں گے۔(۱)

چنانچہ حکیم الامت رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ایک چودھری نے ہر باراتی کو دو دو سونے کے سکے دیئے؛ تاکہ شادی یادگار رہے، راستہ میں کسی اللہ والے نے چھپا کر اسے بٹھایا تو اس نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا: چودھری بڑا بخیل ہے، چاہتا تو تین سکے دے سکتا تھا، اتنا خرچ کرنے کے باوجود چودھری کو پشیمانی کا سامنا کرنا پڑا اور مشاہدہ میں بھی آیا ہے کہ بڑی سی بڑی ہوٹل میں شادی ہوئی، انواع واقسام کے کھانے تھے؛ مگر لوگ کھا کر عیب نکالتے جا رہے ہیں۔

ایسے ریاء اور نمود والی دعوتوں میں جانے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا إن النبی نھی عن طعام المتبارین أن توکل نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسرے پر فخر کرنے والے دو شخصوں کا کھانا کھانے سے منع فرمایا۔(۲)

اور ایک روایت میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

(۱) المعجم الکبیر: من اسمہ القاسم، حدیث: ۴۹۸۴، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ احمد اور طبرانی الکبیر کے رجال صحیح کے رجال ہیں: مجمع الزوائد: باب ماجاء فی الریاء: حدیث: ۱۷۶۶۰

(۲) ابوداؤد: حدیث/ ۳۶۶۲، حاکم نے اس کو صحیح السند قرار دیا ہے۔

نے فرمایا: ''من لبس ثوب شهرة في الدنيا ألبسه اللّٰه ثوب مذلّة يوم القيامة ثمّ الهب فيه نارًا'' جس شخص نے دنیا میں شہرت کا لباس پہنا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو ذلت کا لباس پہنا کر اس میں آگ بھڑکا دیں گے۔(۱)

ابونعیم نے ''الحلیۃ'' میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت کیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے کپڑے پہن لئے اور گھر میں چل پھر کر اپنے کپڑوں اور دامن کو دیکھنے لگی کہ اسی دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آمد ہوئی، انہوں نے کہا: اے عائشہ! کیا تمہیں پتہ نہیں کہ اس وقت اللہ عزوجل کی نظر رحمت تمہاری طرف نہیں تھی ''اما تعلمين ان اللّٰه لا ينظر إليك الآن'' (۲)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تمہیں پتہ نہیں کہ بندے میں جب دنیا کے بناؤ وسنگھار کی وجہ سے خود پسندی پیدا ہوجاتی ہے تو اس کا رب اس سے ناراض ہوجاتا ہے، جب تک وہ اس زینت کو اپنے سے علیحدہ نہیں کرتا ''إنّ العبد إذا دخله العجب بزينة الدنيا مقته ربّه حتّى يفارق تلك الزينة'' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں نے ان کپڑوں کو نکال کر صدقہ کردیا۔(۳)

اللہ والے لوگوں کو اور ایمان والوں کو اعمالِ دین پر حقیقی عزت ملتی ہے، اس کے برخلاف کپڑے، کرسی، مال ودولت پر دِکھلاوے کی اور جھوٹی عزت ملتی ہے اور وہ مال کے ختم ہونے پر ختم ہوجاتی ہے اسی حقیقت کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس طور پر سمجھایا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو کسی نے ولیمہ کی دعوت دی، آپ کے جسم پر معمولی اور گھٹیا قسم کے کپڑے تھے آپ ولیمہ میں تشریف لے گئے تو آپ کو ولیمہ میں شریک ہونے سے منع کیا گیا، وہ تشریف لے جاکر نئے کپڑے پہن کر آئے تو اندر جانے کی اجازت دی گئی،

---

(۱) ابن ماجہ: باب من لبس ثوب شهرة، حدیث: ۳۶۰۷، منذری نے کہا ہے کہ اس کو ابن ماجہ نے سندِ حسن کے ساتھ ذکر کیا ہے: الترغیب والترہیب: کتاب اللباس، حدیث: ۳۱۷۷

(۲) حلیۃ الأولیاء: ابوبکر صدیق: ۱/۳۷، دار الکتاب العربی، الطبعۃ الرابعۃ: ۱۴۰۵ھ

(۳) کنز العمال: ادب اللباس: حدیث: ۴۱۸۳۲

جب ثرید (روٹی اور شوربے سے مخلوط کھانا) لایا گیا تو آپ نے اپنی آستین اس کھانے پر رکھ دی (گویا آستین کو کھانا کھلا رہے ہیں) لوگوں نے پوچھا کہ ابو ہریرہ! یہ کیا ہے؟ تو فرمایا کہ: اس ولیمہ میں دراصل انھیں کپڑوں کو دعوت ہے، مجھے نہیں، کیونکہ مجھے داخل ہونے سے اس لئے منع کر دیا گیا تھا کہ کپڑے اچھے نہیں، یہ کہہ کر آپ رونے لگے اور فرمایا کہ میرے حبیب (رسول اللہ ﷺ) دنیا سے تشریف لے گئے اور ان کھانوں سے آپ نے کچھ حاصل نہیں کیا: "ذَهَبَ حِبِّي وَلَمْ يَنَلْ مِنْ هَذَا شَيْئًا" (۱)

۴-ایذاءرَسانی

بعضے شادیوں کی ایک خرابی اور گناہ یہ بھی ہوتا ہے کہ اس میں حقوق العباد کی رعایت نہیں ہو پاتی، ناچ، گانا، باجا گاجا اور آتش بازی کی اس قدر گھن گرج اور آواز ہوتی ہوتی ہے کہ دوسروں کا جینا دوبھر ہوجاتا ہے، رات کے اوقات میں نیندیں حرام ہوجاتی ہیں، بوڑھے، بیمار، بچوں اور مجبوروں کا چین وسکون غارت ہوجاتا ہے، سڑکوں پر باراتی اس طرح قبضہ کئے نظر آتے ہیں جیسے یہ کوئی عوامی شاہراہ نہیں ہوئی؛ بلکہ ان کے باپ کی جاگیر ہوگئی، راہ گیروں کو اذیت اور تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے، گھنٹے دو گھنٹے کیلئے ٹرافک بھی بند ہوکر رہ جاتی ہے، جس کی وجہ سے ایمرجنسی مریض کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے، اور بعضے دفعہ بہت سے لوگوں کی ٹرین اور ہوائی جہاز سے روانگی خطرہ میں پڑ جاتی ہے؛ حالانکہ ایک مسلمان کا یہ شیوہ نہیں کہ اس کی کسی نقل وحرکت سے کسی دوسرے کو کسی طرح کی جسمانی، یا ذہنی یا نفسیاتی یا مالی تکلیف پہنچے، اس بارے میں حضور اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن وہ ہے جس سے لوگ اپنی جان اور مال کے بارے میں مامون رہیں "المؤمن من أمنه النّاس على دماءهم وأموالهم" (۲)

---

(۱) الحطاب الرعینی المالکی، مواہب الجلیل: ۴/۴، دار الفکر، الطبعۃ الثالثۃ: ۱۴۱۲ھ-۱۹۹۲م۔

(۲) ترمذی: باب انّ المسلم من سلم المسلمین: حدیث: ۲۶۲۷، اس روایت کو امام ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔

ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں: عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سواریوں کو اس طرح باندھ کر رکھا کہ راستہ بند ہو گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص راستہ چلنے والوں کیلئے راستہ بند کر دے یا راستہ تنگ کر دے اُسے جہاد کا کوئی ثواب نہیں ملے گا: ''من قطع طريقا أو ضيق مخرجا فلا جهاد له''(۱)

جب راہ گذر لوگوں کو اتنی تکلیف دینے سے جہاد جیسے عظیم الشان عمل کا ثواب ختم ہو جاتا ہے تو ہمارے وہ نکاح جس میں بجائے جانے والے پٹاخوں، بینڈ باجوں سے محلہ کے بوڑھوں، بچوں اور بیماریوں کا سکون حرام ہو جائے اور ان کی سسکیاں اور بد دعائیں ہماری تقاریب کی بنیاد میں ہوں تو ثواب اور خیر و برکت تو چھوڑیئے صاف طور پر پروردگارِ عالم کی ناراضگی اثر دکھاتی ہے، اسی کا اثر ہے کہ شادی بیاہ کی تقاریب کے بعد انتشار، پھوٹ، باہمی رنجشوں اور ایک دوسرے سے بے رُخی اور معمولی باتوں پر قطع رحمی کا سلسلہ جاری ہو جاتا ہے۔

۵- بے پردگی

اللہ رب العزت نے کائنات میں کچھ چیزوں کو چھپا کر رکھا ہے اور کچھ چیزوں کو بہت سی مصلحتوں سے نمایاں رکھا ہے، اسی طرح دوسرا اُصول یہ بھی کارفرما معلوم ہوتا ہے کہ نازک اور قیمتی چیز کو چھپا کر رکھا ہے جیسے: آنکھ، دل، دماغ اور دیگر قیمتی اعضاء جسمانی کو مضبوط ہڈیوں میں چھپا کر رکھا ہے، یہ عورت بھی اسلام میں باعزت اور عالی مقام کی حامل ہے؛ اس لئے اسے پردہ اور حیاء کا زیور دیا گیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسی ''أبرّها قلوبًا'' اور انبیاء کے بعد سب سے پاکیزہ جماعت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے بارے میں یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ ''وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَآءِ حِجَابٍ ۚ ذَٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ''(۲) جب تمہیں کوئی چیز مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگو اس میں تمہارے اور ان کے دل پاکیزہ رہیں گے۔

---

(۱) شرح مشکل الآثار: باب بیان ما اشکل علینا: ۲۱/۱ (۲) الأحزاب: ۵۳

معلوم ہوا کہ بے پردگی کے ساتھ دل کبھی پاک نہیں رہیں گے۔

موجودہ زمانے کی شادیوں کی ایک خرابی یہ بھی ہوتی ہے کہ عورتیں نہایت سج دھج کر اور ساری زیب وزینت کا اظہار کرتے ہوئے مردوں میں بے تحاشا آمد ورفت رکھتی ہیں، اس پر بس نہیں ہوتا؛ بلکہ بسا اوقات نامحرم لوگوں کے اس اجتماع کے موقع سے بہت سارے منچلے لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے سے دل لگی اور ہنسی اور مذاق کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، نازیبا و نامناسب حرکات وسکنات کا تبادلہ ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ''لعن الله الناظر والمنظور إليه'' یعنی اللہ کی لعنت ہو اس پر جو (عورت کو) بری نظر سے دیکھے اور اس پر جس کی طرف دیکھا جائے۔(۱)

ایک روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے کہ: آنکھیں (زنا کرتی ہیں) کہ ان کا زنا دیکھنا ہے اور کان (زنا کرتے ہیں) کہ ان کا زنا سننا ہے اور زبان (زنا کرتی ہے) کہ اس کا زنا بولنا ہے اور ہاتھ بھی زنا کرتے ہیں کہ ان کا زنا پکڑنا ہے:

''فالعينان تزنيان وزناهما النظر، واليدان تزنيان وزناهما البطش، والرجلان يزنيان وزناهما المشى، والفم يزنى وزناه القبل''(۲)

اور ایک روایت میں نبی ﷺ کا ارشاد ہے فرماتے ہیں: بہت سی عورتیں ایسی ہیں جو بظاہر کپڑے پہنی ہوئی ہوتی ہیں؛ لیکن حقیقت میں ننگی ہوتی ہیں، دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنے اور دوسروں کی طرف مائل ہونے میں بڑی مشاق ہوتی ہیں، نہ صرف یہ جنت سے دور ہوں گی؛ بلکہ اس کی خوشبو سے بھی محروم رہیں گی، اور جنت کی خوشبو سو میل کی مسافت

---

(۱) سنن کبریٰ للبیہقی: باب ما جاء فی الرجل ینظر، حدیث: ۱۳۳۴۴، یہ حدیث ضعیف ہے

(۲) مسند احمد: مسند ابی ہریرۃ، حدیث: ۸۵۰۷، محقق شعیب الارنؤوط کہتے ہیں کہ: اس کی سند مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔

کی دوری سے محسوس ہوتی ہے:

’’النساء کاسیات،عاریات،مائلات،ممیلات،لا یدخلن الجنّة ولا یجدن ریحها، وریحها یوجد من مسیرة خمس مائة عامٍ‘‘(۱)

اور ایک موقع سے حضور ﷺ نے فرمایا: حضرت ابوموسیٰ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ:(نظرِ بدڈالنےوالی)ہرآنکھ زنا کار ہےاورکوئی عورت جب عطرلگا کر(مردوں کی)مجلس کےقریب سے گذرےتوایسی ویسی ہےیعنی زنا کار ہے ’’والمرأة إذا استعطرت فمرّت بالمجلس فهي كذا و كذا يعنى زانية‘‘(۲)

جیسا کہ اوپر کی حدیث میں گذرا کہ آنکھ کا زنا دیکھنا ہے ’’وزناهما النظر‘‘ اس حدیث میں آنکھ کا زنا بیان فرما کرحضوراقدس ﷺ نے فرمایا کہ: جوعورت خوشبولگا کرمردوں کی مجلس کے پاس سے گذرےاس کا یہ عمل بھی زنا ہے؛ کیونکہ کسی مردوعورت میں زنا کاری کے جوتعلقات ہوتے ہیں یکلخت نہیں ہوجاتے؛ بلکہ اصل زنا سے پہلے ایسے کام کئے جاتے ہیں جوآپس میں ایک دوسرے کوقریب تر کرتے چلے جاتے ہیں؛اس لئے شریعت نے جو چیزیں اصل زنا کا سبب بنتی ہیں اسے بھی زنا کا حکم دیا اوراسے بھی حرام قراردیا ہے۔

کتنے افسوس کا مقام ہے کہ ہماری بہنوں کا پردہ خوشیوں کےموقعہ پرباقی رہتا ہے اورنہ غمی کے موقع پر،حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے ولیمہ کے موقع پرچھوٹے سے کمرے میں دیوارکی طرف منہ کرکےآنے والے مہمان صحابہ رضی اللہ عنہم سے پردہ فرمایااورام خلاّد رضی اللہ عنہا نے جب ان کا بیٹا شہید ہوگیااوروہ اس مقتول بیٹے کے بارے میں حالتِ نقاب میں

---

(۱) مؤطا مالک: باب ما یکرہ للنساء لبسہ من الثیاب، حدیث: ۳۳۸، مؤسسة زائد بن سلطان آل نهیان

(۲) ترمذی: باب کراہیة خروج المرأة متعطرة، حدیث: ۲۷۸۶،امام ترمذی کہتے ہیں کہ: یہ حدیث حسن اورصحیح ہے۔

رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرنے لگیں تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: تم اپنے بیٹے کے بارے میں پوچھنے آئی ہو، اور چہرے پر نقاب بھی؟ اس خاتون نے جواب دیا: ''انّ أرزأ فلم أرز أحيائى'' کہ میرے بیٹے پر مصیبت آئی ہے تو میری حیاء پر تو مصیبت نہیں آئی۔(۱)

ابن الجوزیؒ نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک عدالت میں بیوی نے شوہر پر مقدمہ دائر کیا کہ وہ مجھے پانچ سو درہم دینا باقی ہے، شوہر نے انکار کیا، بیوی سے قاضی نے گواہ طلب کئے، اس نے دو مرد گواہ پیش کر دیئے، گواہوں کیلئے شریعت میں چہرہ دیکھنا جائز ہے، انہوں نے کہا کہ: جب تک ہم اس خاتون کا چہرہ نہ دیکھ لیں اس وقت تک بھروسہ مند طریقے سے گواہی نہیں دے سکتے، قاضی نے چہرہ کھولنے کی اجازت دی، شوہر کی رگِ حمیت پھڑ پھڑائی، اس نے کہا: میں رقم دینے تیار ہوں، گرچہ میرے ذمے نہیں؛ مگر بیوی کو بے پردہ نہیں کرسکتا۔(۲)

ضرورت اس بات کی ہے کہ نامحرم ویٹروں، ڈرائیوروں اور اپنے خالہ زاد، چچا زاد رشتہ داروں سے پردہ کیا جائے جن سے اللہ نے پردہ کا حکم دیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کی ایک باندی نے آ کر کہا کہ میں نے بیت اللہ کا طواف کیا، اور حجرِ اسود کو تین مرتبہ بوسہ بھی دیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: لا اُجرك الله، لا اُجرك الله اللہ تمہیں ثواب نہ دے، اللہ تمہیں اجر نہ دے، تم مردوں کے ساتھ دھکے دے رہی تھی، دور سے تکبیر کہہ کر نکل جاتی تدافعين الرجال ألّا كبّرت و مررت(۳)

حضرت سودہ بنتِ زمعہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ نے ''وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ'' میں ہمیں گھروں میں رہنے کیلئے کہا ہے اس کے بعد ان کا جنازہ کمرہ سے نکلنے تک وہ گھر سے باہر نہیں نکلیں، چونکہ وہ نفل حج و عمرہ کر چکی تھیں، اس لئے نفل حج عمرے کیلئے بھی نہیں

(۱) ابوداؤد: کتاب الجهاد: باب فضل قتال الروم، حدیث: ۲۴۸۸، فرج بن فضالہ کی وجہ سے یہ حدیث ضعیف ہے۔

(۲) المنتظم في تاريخ الأمم والملک: ۱۲/ ۴۰۳

(۳) مسند الشافعی: ومن کتاب المناسک: ۱/ ۱۲۷

نکلیں: فو اللّٰہ ما خرجت من حجرتھا حتی خرجت جنازتھا(۱)

۶- گانا بجانا اور موسیقی

موجودہ زمانے کی شادیوں کی ایک خرابی گانا بجانا اور موسیقی ہے ، بے حیائی اور بیہودگی پر مشتمل الفاظ واشعار یہ گانے باجے، سروں کے ساتھ مستی اور دھوم کے ساتھ گائے جاتے ہیں۔

لہو ولعب ، گانے ، بجانے اور اس کے ساز وسامان اور اس میں مصروف رہنے والوں کی مذمت کرتے ہوئے قران میں فرمایا: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِ اللهِ(۲) اور بعض لوگ ایسے ہیں جو بے ہودہ باتوں کے خریدار بنتے ہیں، جو غافل کرنے والی ہیں اللہ کی راہ سے) یہاں پر اللہ کے راہ سے غافل کرنے والی چیزیں یعنی گانا بجانا ہے۔

اور وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ(۳) ان میں جس چیز پر تیرا قابو چلے اپنی چیخ وپکار سے اس کا قدم اُکھاڑ دینا۔

اس آیت کی تشریح میں علماء نے لکھا ہے کہ یہاں آواز سے مراد موسیقی اور گانا ہے، مطلب یہ ہے کہ شیطان تو اس آواز کے ذریعہ جس کو چاہے دین وعبادت سے اس کے قدم پھسلا دے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’انّ الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء البقل‘‘ (۴) گانا دل میں ایسے نفاق پیدا کرتا ہے جیسے پانی سبزہ اُگاتا ہے، پانی کنجال پیدا کرتا ہے ایسے ہی موسیقی نفاق پیدا کرتی ہے۔

ان سب سے بڑی بات تو یہ محسوس ہوتی ہے کہ نبیٔ رحمت، مشفقِ انسانیت ﷺ نے جس گانے بجانے کے بارے میں فرمایا ہے کہ ’’أمر ربّی بمحق الغناء‘‘ میرے

---

(۱) المحرر الوجیز، سورۃ الاحزاب: ۴/ ۴۴۳، دار الکتب العلمیۃ، اللبنان

(۲) لقمٰن:۶ (۳) الاسراء: ۶۴

(۴) سنن کبریٰ للبیھقی: باب الرجل یغنی فیتخذوا الغناء: حدیث: ۲۰۷۹۷، علامہ نوویؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

رب نے مجھے راگ، ساز بجانے کو مٹانے کا حکم دیا ہے، اسی کو ہم پیسے دے دے کر خریدیں اور برسرِ عام بڑی ڈھٹائی کے ساتھ حکمِ خداوندی کی دھجیاں بکھیرتے چلے جائیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودرضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''إیّاکم واستماع المعازف والغناء'' تم گانے اور موسیقی سننے سے بچو۔(۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں امت کے اس طبقے پر عذاب کے اندیشے کا اظہار کیا گیا ہے جو شراب پیتے ہوں، ریشم پہنتے ہوں اور دَف بجاتے ہوں، میری امت کے ایک گروہ کی صورتیں بندروں کی طرح ہوجائیں گی اور ایک گروہ کی خنزیر کی طرح، ایک گروہ کو دھنسادیا جائے گا، ایک گروہ پر ہوا کا عذاب ہوگا؛ چونکہ ان لوگوں نے شراب پیا، ریشم کے کپڑے پہنے، گانے والیوں کو اپنے پاس رکھا، باجے بجائے ''بأنّهم شربوا الخمور، ولبسوا الحرير، واتّخذوا القيان وضربوا بالدفوف''(۲)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے گانے بجانے کی آواز سنی تو اپنی انگلیاں کان میں رکھ لیں، اور اپنے لڑکے نافع سے کہا: کیا تمھیں آواز سنائی پڑتی ہے، انھوں نے کہا: نہیں، میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تو آپ نے بھی یوں ہی فرمایا تھا۔(۳)

ان احادیث سے گانے بجانے اور موسیقی کے غیر مشروع ہونے اور خدا کے عذاب کو دعوت دینے والی ہونا بخوبی سمجھ میں آتا ہے۔

نوٹ: بعض لوگوں کو شادی کے موقع پر دف بجانے کی اجازت سے یہ وہم ہوا کہ وہ باجے بجانے کو بھی جائز جاننے اور ان روایات سے اس کے جواز کو ثابت کرنے لگے ہیں؛ حالانکہ اس سے گانے بجانے کے جواز کو بالکل ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

اس حوالے سے روایات اس طرح ہیں:

---

(۱) کنز العمال: باب الاکمال من التغنی المحظور، حدیث: ۴۰۶۶۷

(۲) کنز العمال: کتاب اللهو واللعب من قسم الأفعال، حدیث: ۴۰۶۷۴

(۳) المعجم الاوسط: حدیث: ۱۱۷۳، دار الحرمین القاہرۃ ۱۴۱۵ھ

حضرت ربیع بن معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی شادی کے موقع سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کے سامنے چند بچیاں دف بجارہی تھیں اورغزوہ بدر میں میرے آباء واجداد کی بہادری کا ذکر کررہی تھے۔(۱)

ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے موقع پر دف بجانے کا حکم دیا اور ایک انصاریہ کی شادی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ تم نے دلہن کے ساتھ کسی عورت کو کیوں نہیں بھیجا کہ جو اس طرح گاتی ''أتیناکم، أتیناکم وحیّاکم''(۲)''ہم تمہارے پاس آئے، تمہارے پاس آئے، ہم کو اور تم کو مبارک ہو''۔

حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں قرظہ بن کعب رضی اللہ عنہ اور ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شادی میں گیا، وہاں چند بچیاں گیت گارہی تھیں، میں نے کہا: تم دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اور بدری صحابی ہو اور تمہاری موجودگی میں یہ سب ہورہا ہے تو انہوں نے کہا: چاہے تو تم بیٹھ جاؤں اور چاہو تو یہاں سے چلے جاؤ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کے موقع سے اس طرح کی تفریح کی ہمیں اجازت دی ہے ''اجلس إن شئت وإن شئت اذهب، قد رخص لنا فی اللهو عند العرس''(۳)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ اچھے اشعار پڑھنے کی اجازت ہے۔

اور فتاویٰ عالمگیری کی عبارت سے پتہ چلتا ہے کہ شادی کے موقع پر اور عید کے دن دَف (ڈھولک) بجانے کی اجازت ہے۔(۴)

---

(۱) بخاری: باب ضرب الدف فی النکاح والولیمة: حدیث: ۴۸۵۲

(۲) ابن ماجه: باب الغناء والدف: حدیث: ۱۹۰۰، دار الفکر بیروت، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کو احمد نے روایت کیا ہے، اس میں حسین بن عبداللہ بن ضمیرہ ہیں، اس کے باقی رجال ثقہ ہیں۔

(۳) نسائی: باب اللهو والغناء عند العرس، حدیث: ۳۳۸۳، حافظ ابن حجر نے حاکم کے حوالے سے اس کو فتح الباری میں صحیح قرار دیا ہے: فتح الباری: ۲۲۶/۹

(۴) الفتاوی الهندیة: الباب السابع لمشر فی الغناء واللهو: ۳۵۱/۱، دار الفکر، بیروت

لیکن بے ہودہ، عشقیہ، گالیوں اور طعنوں پر مشتمل اشعار پڑھنا، بالغ یا مشتہاۃ بچیوں کا اجنبیوں تک اپنی آواز پہنچانا، دف کے علاوہ کسی اور چیز سے اپنی آواز ہم آہنگ کرنا جیسے ہارمونیم، طبلے، باجے وغیرہ، مطلقاً حرام، ناجائز اور شدید گناہ اور معصیت کے کام ہیں، اور ہمارے زمانے میں دَف کی اجازت سے قوی اندیشہ ہے کہ؛ بلکہ مشاہدہ ہے کہ ان ساری برائیوں کو راہ مل جاتی ہے؛ اس لئے ہمارے زمانے میں اس کی اجازت نہیں دینا چاہئے، اور اس سے بچنا چاہئے، یہی بات حضرت اشرف علی تھانویؒ نے کہی ہے۔(۱)

دعائیہ اور صالح وداعی اشعار پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

الغرض محقق علماء نے دف بجانے کو جائز کہا ہے اور جن کے مذہب ومسلک کے مطابق دَف بجانے کی اجازت ہے وہ ان شرائط کے ساتھ مشروط ہے:

۱- یہ دَف بجانا لہو ولعب کیلئے نہ ہونا چاہئے، بلکہ محض اعلان کیلئے ہونا چاہئے۔(۲)

۲- دَف میں گھونگرو اور جانجھ نہ ہونا چاہئے اگر اس میں گھونگرو لگے ہوں تو اس کا استعمال کسی وقت بھی جائز نہیں۔(۳)

۳- دَف بجانے میں بالکل سادگی، موسیقی کے انداز پر نہ ہو اور عرب کے لوگ جس طرح سادگی سے بجاتے تھے، اسی طرح ہو۔(۴)

۴- اکثر حضرات نے لکھا ہے کہ دَف کا بجانا صرف عورتوں اور بچیوں کو جائز ہے، لیکن مردوں کو دَف بجانا جائز نہیں۔(۵)

۷- تصویر اور ویڈیوگرافی

موجودہ زمانے کی شادیوں میں ہونے والا ایک گناہ تصویر کشی اور ویڈیوگرافی بھی ہے، اس میں ابتلائے عام کا یہ حال ہے کہ ہر چھوٹا، بڑا، غریب، مالدار اپنی تقریب میں

---

(۱) امدادالفتاویٰ:۲/۲۹۱ (۲) المغنی:۷/۶۳۴ (۳) البحر الرائق:۳/۸۶
(۴) کف الرعاع لابن رجب:۱/۵۲ (۵) دلیل الطالب:۱/۲۴۹

اس کا اہتمام کرتا نظر آتا ہے، اس کی ایک خرابی تو یہ ہوتی ہے کہ ایک نامحرم اجنبی شخص عورتوں کے مجمع میں آکر ان کے مختلف انداز سے فوٹو لیتا ہے، خاص طور سے دلہن کے مختلف انداز سے پوز لئے جاتے ہیں، اس نامحرم شخص کی ان عورتوں پر نظر پڑتی ہے جو ایک گناہ ہے، پھر اس کی کیسٹ اور سی ڈی تیار کر کے مختلف مواقع سے نامحرم لوگوں کے سامنے وہ کیسٹ اور سی ڈی دکھائی جاتی ہے، اس طرح بے حیائی اور بے غیرتی پر مشتمل فوٹوز دیکھ کر مرد وعورت کے دل میں کیا کیا خیالات ابھرتے ہوں گے اس کا اندازہ ہر شخص لگا سکتا ہے۔

تصویر کشی، فوٹو سازی کی ممانعت کے تعلق سے بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: سب سے زیادہ عذاب اللہ کے نزدیک تصویر بنانے والے کو ہوگا ''انّ أشدّ النّاس عذابًا عند اللّٰه المصوّرون'' (١)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ: حضرت ابوزرعہؒ سے مروی ہے کہ وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ کے ایک گھر گئے، وہاں انہوں نے گھر کے بالائی حصے میں ایک تصویر ساز کو تصویر بناتے دیکھا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو خدا کی طرح تخلیق کرنے لگے، وہ ایک دانہ اور ذرہ کی تخلیق کر کے ہی بتائے ''فليخلقوا حبّة وليخلقوا ذرّة'' (٢)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: تصویر بنانے والوں کو قیامت کے دن سخت عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: اپنی تخلیق کو زندہ کرو ''أحيوا ما خلقتم'' (٢)

---

(١) بخاری: باب العذاب المصورين يوم القيامة، حدیث: ۵٦٠٦، مع تحقیق: محمد مصطفی دیب البغا

(٢) بخاری: باب عذاب المصورين يوم القيامة، حدیث: ۵٦٠٩

(٣) بخاری: باب عذاب المصورين يوم القيامة، حدیث: ٦۵٦٠٧

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے ’’وكلّف يوم القيمة أن يُنفخ فيها الروح وليس بنافخ‘‘ اسے اس وقت عذاب دیا جائے جب تک کہ روح نہ پھونک دے اور وہ اس میں روح پھونک نہیں سکے گا۔(۱)

نبی کریم ﷺ کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کتنی محبت تھی، سفر میں تشریف لے جاتے تو سب سے اخیر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ملتے اور واپسی پر سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ہی سے ملاقات کرتے؛ تا کہ جدائیگی کا وقفہ کم رہے، مگر ایک مرتبہ اپنے جگر گوشہ چہیتی بیٹی کے دروازہ پر آخرت سے غافل کرنے والے خوش نما نقش ونگار سے آراستہ پردہ دیکھا، یا بعض روایات کے مطابق جاندار کی تصاویر والا پردہ دیکھ کر گھر سے واپس ہو گئے، پھر بیٹی کے پوچھنے پر فرمایا: ’’أنّه ليس لي أو ليس لنبّي أن يدخل بيتًا مزوّقًا‘‘(۲)

اور ایک انصاری کے گھر نہ آنے کی شکایت پر فرمایا: ’’إنّ في داركم كلبًا‘‘(۳) تمہارے گھر میں کتا ہوتا ہے۔

۸- بے جا رُسوم و رِواج کا التزام

ہماری شادیوں اور روزمرہ کی زندگیوں میں بہت سے طور وطریقے اور بہت سے اپنی بنائی ہوئی رِواجی چیزیں ایسی داخل ہوگئیں ہیں، جن کا التزام نہایت ضروری سمجھا جاتا ہے؛ حالانکہ شریعت اور اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا، فرائض وواجبات اور نمازیں اور اللہ عزوجل کے دیگر احکام وغیرہ کیوں نہ چھوٹ جائیں؛ لیکن یہ رواجی طریقے ہرگز چھوٹنے نہ پائیں؛ ورنہ ساری عزت ملیامیٹ ہوجائیگی اور ساری تقریب

---

(۱) بخاری: باب من صوّر صورة كلّف يوم القيامة، حدیث: ۵۶۱۸

(۲) ابن ماجہ: باب اذا رأى الضيف منكرًا، حدیث: ۳۳۶۰، حاکم نے اس روایت کو صحیح السند قرار دیا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے: المستدرک: کتاب النکاح، حدیث: ۲۷۵۸۔

(۳) علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو احمد نے راویت کیا ہے، اس میں عیسی بن المسیب ہیں، ان کی ابوحاتم نے توثیق کی ہے اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں نے تضعیف کی ہے: مجمع الزوائد: باب ماجاء في الكلاب، حدیث: ۶۱۱۲۔

نحوست کا شکار ہوجائیگی ، اس طرح کی غیر ضروری چیزوں کا التزام بدعت ہے: نبی کریم ﷺ نے بدعت کی مذمت اور اس کی برائی اور اس کے انجام بد کو بیان کرتے ہوئے فرمایا : بدترین چیز (دین میں) نئی چیزوں کا ایجاد کرنا ہے، ہرنئی ایجاد کردہ چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے "وشرّ الأمور محدثتها، وكلّ محدثة بدعة ، وكلّ بدعة ضلالة ، وكلّ ضلالة في النّار" (۱)

رسوم و بدعات اور سنتوں میں ایک اہم فرق یہ ہوتا ہے کہ ہر علاقہ کی رسمیں الگ الگ ہوتی ہیں ؛ کیونکہ مزاج اور اس سے بننے والے رواج و سماج مختلف ہوتا ہے، قرآن وسنت ایک ہونے کی وجہ سے سنتیں سارے عالم کی ایک ہوتی ہے، بدعت کی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ بدعت ورسم آ کر اس عمل کی سنت کو مٹا کر رہتی ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشاد بھی ان غیر ضروری چیزوں کو اپنانے کی مذمت کرتا ہے "اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ بناؤ کہ نماز پڑھ کر دا ہنی طرف پھرنے کو ضروری سمجھنے لگو، حالانکہ نماز پڑھ کر دونوں طرف ، دائیں اور بائیں پھرنا جائز ہے "لا تجعل أحدكم نصيبًا للشيطن من صلاته، الّا عن يمينه" (۲)

موجودہ دور کا سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ آدمی رسم ورواج کے بندھن اور خاندان وروایات کے خلاف کھڑے ہونے کی ٹھان لے، حدیث میں ہے "أفضل الجهاد كلمة حقّ عند سلطا ن جائر" (۳)

سب سے افضل جہاد یہ ہے کہ ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہی جائے ؛ ظالم بادشاہ فردِ واحد ہی نہیں ہوتا ؛ بلکہ بے بنیاد خرافات و بدعات کی شکل میں بھی ہوتا ہے۔

---

(۱) صحیح ابن حبان: باب الاعتصام بالسنۃ وما یتعلق، حدیث: ۱۰، محقق شعیب الارنؤط نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) بخاری: باب الانفتال والانصراف عن الیمین والشمال: حدیث: ۸۱۴

(۳) امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ: یہ حدیث حسن اور غریب ہے: ترمذی: افضل الجهاد کلمة حق عند سلطان جائر: حدیث: ۲۱۷۴

۹- بدفالی اور نحوست کا تصور

شادی کی تاریخ کی تعیین کے سلسلے میں سعد ونحس (اچھے اور منحوس) ہونے کا اعتبار کیا جاتا ہے بعض مہینوں اور تاریخوں میں شادی کے منعقد کرنے کو اچھا اور بابرکت تصور کیا جاتا ہے، وہیں دوسری طرف بعض مہینوں اور دنوں میں شادی منعقد کرنے کو برا اور منحوس گردانا جاتا ہے، اسی طرح بعض رسموں کے پورا نہ کرنے پر بھی نحوست کے درآنے کا اعتقاد رکھا جاتا ہے، اس طرح کی بدفالی اور بدشگونی کا اعتقاد یا کسی بھی رسم بد کے پورا نہ کرنے کو منحوس سمجھنا یہ سب شرکیہ اور کفریہ اعمال ہیں جو خدا کے غضب اور ناراضگی کو دعوت دیتے ہیں۔

زمانے اور دنوں میں نحوست کے نہ ہونے کو بیان کرتے ہوئے حدیث قدسی ہے:

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، وہ رسول اللہ سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ عزوجل فرماتا ہے: ابن آدم مجھے تکلیف دیتا ہے، وہ زمانے کو گالیاں دیتا ہے اور زمانہ میں خود ہوں، میں زمانے کے رات ودن کو الٹتا پلٹتا ہوں ''يؤذيني ابن اٰدم يسُبّ الدهر وأنا الدهر، اقلّب ليله ونهاره''(۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: بدفالی شرک ہے، بدفالی شرک ہے، ''الطّيرة شرك قاله ثلاثًا ''(۲)

اہل عرب شوال میں شادی نہیں کرتے تھے، زمانۂ قدیم میں اس مہینہ میں طاعون آیا تھا، اس لئے وہ لوگ اس مہینے میں شادی کرنے کو برا سمجھتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی اور رخصتی دونوں شوال میں ہوئیں۔ اور یہ شادی بڑی بابرکت اور مثالی ہوئی۔

---

(۱) مسلم: باب النهى عن سبّ الدهر، حدیث: ۲۲۴۶

(۲) ابوداؤد: باب فى الطيرة، حدیث: ۳۹۱۰، منذری کہتے ہیں کہ: اس کو ابوداؤد، ترمذی، ابن حبان نے روایت کیا ہے اور اس کو ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے: الترغيب والترهيب: الترهيب من الطيرة: حدیث: ۴۶۸۴

۱۰- تحفے وتحائف کی حقیقت

تحفے وتحائف یہ طرفین کی جانب سے تعلقات کی گہرائی، ایک دوسرے سے محبت وعقیدت اور دلی وابستگی کے غماز ہوتے ہیں، اگر یہ تحفے واقعتاً خلوص ومحبت، رشتے وناتے کے احترام میں دیئے جاتے ہیں تو ٹھیک ہے، حضور ﷺ نے بھی آپس میں تحفے تحائف کے تبادلے کی ترغیب دی ہے، اور اسے تعلقات میں اضافہ کا سبب قرار دیا ہے ''تھادّوا تحابّوا'' ہدایا کا یہ تبادلہ یہ محبت کا باعث ہوتا ہے۔(۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: آپس میں ہدیہ دیا کرو؛ کیونکہ ہدایا کا تبادلہ دلوں کے کینہ اور کپٹ کو دور کردیتا ہے ''فإنّ الهدية تذهب الضغائن'' (۲)

اگر اس حد تک یہ تحائف آپس میں لئے دیئے جاتے ہیں تو ٹھیک ہے؛ لیکن اگر تحائف کے لین دین میں جبر واِکراہ کا دخل ہو تو یہ چیز شرعاً درست نہیں، بایں طور جو شخص ہدیہ نہ دے سکے اس کو لعنت وملامت کی جائے، اُسے برا بھلا کہا جائے، اور تحائف کا یہ تبادلہ بھی یاد کرکے اسی انداز اور اسی قیمت کی شکل میں ہو جس قیمت اور شئ کی شکل میں اولاً اس نے ہدیہ دیا تھا، یہ تمام چیزیں شرعاً ناجائز ہیں، تحفے اور ہدیے تو دلی خوشی ومسرت کے اظہار کے طور پر دیئے جاتے ہیں، اس میں زور زبردستی کا بالکل دخل نہیں ہوتا، لینے والا تو لیتا ہے؛ لیکن دینے والا دِل کی رضا سے نہیں دیتا؛ بلکہ سماج اور رواج کے دباؤ میں آکر دیتا ہے، جس کیلئے اُسے کچھ نہ ہونے پر بھی بسا اوقات قرض وغیرہ لینا پڑتا ہے، حالانکہ حضورِ اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ''لا يحلّ مال امرأى الّا بطيب نفس منه''

---

(۱) الأدب المفرد: باب قبول الهدية، حدیث: ۵۹۴، دار البشائر الاسلامیہ، بیروت، علامہ ابن حجر عسقلانی نے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے: بلوغ المرام: ۱/ ۱۹۴

(۲) التلخیص الحبیر: حدیث: ۱۳۱۴، دار الکتب العلمیة، الطبعة الأولی، ابن الملقنؒ کہتے ہیں کہ: اس حدیث کو صاحب مشکوٰۃ نے ذکر کیا ہے اور حضرت عائشہ سے صحیح سند کے ساتھ مرفوعاً مروی ہے: البدر المنیر: ۷/ ۱۱۳

کسی مسلمان کا مال اس کی دلی رضا کے بغیر حلال نہیں۔(۱)

ہدایا کے اس ناخوش دلی کے ساتھ تبادلہ پر حضور ﷺ نے بعض عرب سے جنہوں نے حضور ﷺ سے اپنے ہدیہ کے مثل کی طلب کی تمنا رکھنے اور اس کے نہ دیئے جانے پر ان کی ناراضگی اور ناخوشی کے اظہار پر بعض عرب سے آپ ﷺ ہدایا قبول کرنے سے ہی رک گئے تھے اور اس ہدیہ کے اسی کے مثل سے تبادلہ کے رواج پر اپنی ناراضگی کا اظہار فرمایا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ بنو فزارہ کے ایک شخص نے حضورِ اکرم ﷺ کی خدمتِ مبارک میں ایک اونٹنی ہدیہ کی، حضورِ اکرم ﷺ نے اس کے عوض میں اس کو ہدیہ دیا جس سے وہ ناخوش ہوگیا، تو حضورِ اکرم ﷺ نے ممبر پر فرمایا: ایک شخص ہدیہ دیتا ہے، میں اپنی حیثیت کے مطابق اس کا عوض عطا کرتا ہوں تو اس کو برا لگتا ہے، اللہ کی قسم! اس سال کے بعد میں کسی عرب کا ہدیہ قبول نہیں کروں گا، مگر یہ کہ ہدیہ دینے والا قریشی ہو یا انصار میں سے یا ثقفی یا دوسی ہو تو اور بات ہے ''وایم اللّٰه! لا اقبل بعد عامی هذا من العرب هدية إلّا من قريش أو انصاريّ أو ثقفي أو دوسيّ''(۲)

اگر معمولی سا معمولی تحفہ بھی خوش دلی کے ساتھ دیا جائے تو وہ قدر و احترام کے اور قبول کے لائق ہے، اصل دل کی رضا کا اظہار ہے، تحفے کا بڑا ہونا ضروری نہیں، حضور اکرم ﷺ نے معمولی ہدیہ کو حقیر جاننے کو منع کرتے ہوئے فرمایا: اے مسلمان عورتو! کوئی پڑوسن اپنے پڑوسن کے ہدیہ کو حقیر اور معمولی نہ جانے، گرچہ وہ بکری کے کھر ہی کیوں نہ ہو ''ولوفرسن شاة '' (۳)

---

(۱) السنن الکبری: باب من غصب لوحًا، حدیث: ۱۱۳۲۵

(۲) ترمذی: باب انّ المسلم من سلم المسلين: حدیث: ۲۶۲۷، اس روایت کو امام ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔

(۳) بخاری: باب لا تحقرنّ جارة لجارتها: حدیث: ۵۶۷۱

گھریلو خواتین کی تربیت ضروری ہے

یہ حقیقت بہت صحیح اور مشہور ہے کہ مرد کی دینداری گھر کی چوکھٹ تک رہتی ہے اور عورت کی دینداری سارے خاندان میں تبدیلی پیدا کرتی ہے، تاریخ بھی بتاتی ہے کہ جس نبی کے گھرانے نے دینِ خداوندی کو تسلیم کیا اور مرد کیلئے مددگار بنیں تو ساری قوم بھی ایمان لے آئی ہے جیسے حضرتِ ابراہیم علیہ السلام اور خود ہمارے آقا محمد رسول اللہ ﷺ اس کا نمونہ ہیں اور جس نبی کی بیوی نے دعوتِ ایمان کو قبول نہ کیا تو اس نبی کی قوم نے بھی قبول نہ کیا جیسے حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی قوم، اس لئے خاص طور پر عورتوں کی تربیت اور دینی ذہن سازی کا نہ ہونا نکاح کے موقع پر بہت زیادہ رُکاوٹ بنتا ہے، بہت سارے حرام رسم ورواج ان عورتوں کے دباؤ میں کرنے پڑتے ہیں، حضور ﷺ کا ارشاد ہے:

''جب تمہارے لیڈر چندہ لوگ ہوں اور تمہارے مالدار سخی ہوں اور تمہارے معاملے مشورہ سے طے ہوں تو زمین کے اوپر رہنا نیچے رہنے سے بہتر ہے اور جب تمہارے امیر تم میں کے شریر لوگ ہوجائیں اور تمہارے مالدار بخیل ہوں اور تمہارے فیصلے عورتوں کے حوالے ہوجائیں تو (ایسے اجتماعی بگاڑ کے وقت) زمین کے نیچے رہنا اوپر رہنے سے بہتر ہے ''وأمورکم الی نساء کم فبطن الارض خیر من ظهرها'' اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ قیامت کے قریب ایک زمانہ آئے گا کہ لوگوں کی فکریں ان کے پیٹ کیلئے ہوں گی اور ان کی بدترین توانائیاں ان چیزوں پر لگے گی، اور ان کا قبلہ ان کی عورتیں بن جائیں گی، اور ان کا دین درہم ودینار بن جائیگا، یہ کائنات کی بدترین مخلوق ہوگی، آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا: ''وقبلتهم نساءکم و دينهم دراهمهم ودنانيرهم أولئك شر الخلق لاخلاق لهم عند الله'' (۱)

تربیت یافتہ خواتین کے اعلیٰ کردار

جب انھیں خواتین کی صحیح نہج پر تربیت دی جاتی ہے، اللہ عزوجل سے سب کچھ ہونا،

---

(۱) کنزالعمال: تتمۃ الفتن من الاکمال، حدیث: ۳۱۱۸۶

سنتِ رسول اللہ ﷺ میں ہی کامیابی کا ہونا، آخرت کی زندگی کو اصل مقصد بنانے کے جذبات اور ولولے ان میں پیدا کئے جاتے ہیں تو ان میں عجیب جفاکشی، خداترسی اور ہر قسم کی قربانی کے وہ نمونے سامنے آئے ہیں کہ انسانیت محوِ حیرت ہے، پروردگارِ عالم نے تو قرآنِ مجید میں ایمان والے مردوں کو زوجۂ فرعون کا نمونہ بتلایا ہے کہ انہوں نے اللہ رب العزت پر ایمان لانے کے بعد تمام شاہی اعزازات کو ٹھکرادیا ہے خصوصًا جبکہ وہ لاولد بھی تھیں تو نہ جانے کتنی محبت شوہر و بیوی کے درمیان تھی ہوگی، اس کے باوجود ایمان لانے کی پاداش میں فرعون کی جانب سے بطورِ سزا کے ہاتھوں اور پیروں میں کیل ٹھونکے جارہے ہیں اور تمنا صرف یہ ہے کہ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ(۱) مجھے ان سب کے بدلہ میں جنت کا مکان چاہئے، اور فرعون کی خدا فراموشی اور بے دینی سے نجات، اب اس نمونہ کے بعد کوئی شوہر نہیں کہہ سکتا ہے کہ میری بیوی حق قبول نہیں کرتی جبکہ زوجۂ فرعون قبول کرچکی ہے اور کوئی بیوی کسی ظالم شوہر کا بہانا نہیں بنا سکتی ہے کہ فرعون سے بڑا ظالم، خدائیت کا دعویدار کون ہوسکتا ہے؟۔

ابوقدامہ شام کے رہنے والے تھے، وہ اپنے وقت کے عظیم مجاہد اور مسلمانوں کے لشکر کے سالار تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا، دل میں جذبۂ جہاد بیدار رہتا، مردِ میدان تھے، بے شمار لڑائیوں میں حصہ لیا اور ہمیشہ غازی بن کر واپس آئے، ایک دن مسجدِ نبوی میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص نے کہا ''ابوقدامہ! آپ نے نہ جانے کتنے معرکوں میں حصہ لیا ہے، ان جہاد کے مواقع سے بہت سارے واقعات آپ کی نگاہوں سے ایسے گذرتے ہوں گے جو جہاد کیلئے سبق آموز بھی ہوں گے اور جوشِ جہاد کو مہمیز دینے والی بھی۔

انہوں نے کہا: میں ایک ایسا واقعہ سناتا ہوں جس سے میں بہت زیادہ متعجب اور متاثر ہوا:

---

(۱) التحریم:۱۱

صلیبی جنگیں اپنے عروج پر تھیں جب بھی عیسائیوں سے مقابلہ ہوتا تو ہمارے نوجوان اسلام کی عظمتِ رفتہ کو لوٹانے کیلئے سر پر کفن باندھے دشمن کے مقابلے میں فولاد بن جاتے۔

میں نے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ''رقہ'' کا رُخ کیا، ''رقہ'' شام میں دریائے فرات کے کنارے ایک بڑا قصبہ ہے، میں نے وہاں سے ایک اونٹ خریدا اور اس پر سامانِ حرب رکھا، شام کے وقت قصبے کی مساجد میں گیا اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی گئی نوجوان ہمارے ساتھ دشمن کے مقابلے کیلئے تیار ہو گئے، مجاہدین کیلئے لوگوں نے ساز وسامان کا ڈھیر لگا دیا۔

رات ہوئی تو میں نے ایک کمرہ کرائے پر لیا، اور جب رات کا کچھ حصہ گذرا تو کسی نے دروازے پر دستک دی، مجھے بڑا تعجب ہوا کہ اتنی رات گئے مجھ سے کون ملنے کیلئے آسکتا ہے؟ میں اس شہر میں بالکل اجنبی اور نو وارد ہوں، آخر یہ کون ہوسکتا ہے؟ اسی سوچ وبچار میں تھا کہ دروازے پر دوبارہ دستک ہوئی، جب میں نے دروازہ کھولا تو گلی میں ایک باپردہ اور باحیاء خاتون نظر آئی، اتنی رات دیر گئے ایک خاتون کو دیکھا تو ڈر گیا کہ الٰہی! یہ کیا ماجرا ہے؟ میں نے کہا: اللہ کی بندی تو یہاں کیا لینے آئی ہے؟ کہنے لگی: کہا تم ہی ابو قدامہ ہو؟ میں نے کہا: ہاں، میں ہی ابوقدامہ ہوں، کہنے لگی: آج تم ہی نے مساجد میں مجاہدین کیلئے ساز وسامان اکٹھا کیا ہے؟ میں نے اثبات میں جواب دیا تو وہ ایک چھوٹی سی پوٹلی میرے حوالے کر کے روتی ہوئی چل دی، مجھے اس کے رونے پر بڑا تعجب ہوا، پوٹلی ہاتھ میں لے کر میں نے قندیل روشن کی اور پوٹلی کو کھولا تو اس میں ایک خط اور بالوں سے بنی ہوئی رسی تھی، خط کا مضمون یہ تھا:

''ابوقدامہ! آج تم نے لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی اور اس میں مالی اشتراک کا مطالبہ کیا، میں ایک عورت ہوں، خاتونِ خانہ ہوں، میں جہاد نہیں کرسکتی، نہ میرے پاس مال ودولت ہے کہ میں مجاہدین کیلئے

مال پیش کرسکوں، چنانچہ میرے پاس جونہایت خوبصورت اوراہم چیز تھی وہ میں تمہارے پاس لے کر آئی ہوں، یہ میرے بالوں کی لٹ ہے، میں نے اس سے یہ رسی بنائی ہے،تم اس رسی سے کسی مجاہد کے گھوڑے کو باندھ لینا، ہوسکتا ہے کہ جب میرا رب مجاہد کے گھوڑے کو میرے بالوں سے بنی ہوئی رسی سے باندھا دیکھے تو اس کو میرا یہ عمل پسند آئے۔

ابوقدامہ کہنے لگے: مجھے اس خاتون پر بڑا تعجب ہوا، راہِ جہاد میں اس کی شرکت ، اپنی مغفرت کی فکر اور جنت کا شوق، گرچہ عورت کے بال کاٹ کر اس کی رسی بنانا جائز نہیں، لیکن جہاد کی محبت اور جنت کے شوق نے اُسے یہ کام کرنے پر مجبور کردیا، یہ وہ خاتون تھیں جنھوں نے اپنے بھائی ، شوہر اور بیٹے کو راہِ حق میں شہید ہونے کو اپنے لئے قابلِ فخر سمجھا تھا۔(۱)

---

(۱) سنہری کرنیں، عبدالمالک مجاہد، مطبوعہ دارالاسلام، ریاض، سعودیہ بحوالہ المشتاقون الی الجنۃ: ۳۴۵

میاں بیوی کے آپسی حقوق اور اس کی اہمیت

مرد و عورت ہی دراصل انسانی معاشرت کے بنیاد ہیں، انہیں کے دَم قدم سے معاشرہ اور سماج وجود میں آتا ہے، ان کے آپسی تعلقات جس قدر مضبوط ہوتے ہیں، اسی قدر معاشرہ خوش حال اور خوش گوار ہوتا ہے؛ کیونکہ اگر میاں بیوی اپنے اپنے حقوق کی ادائیگی میں پوری دلچسپی کا مظاہر کرتے ہیں تو اس سے گھر کا نظام درست ہوتا ہے، گھر کا ماحول اور نظام کی درستگی سے اولاد درست ہوتی ہے، اولاد کے درست ہونے سے معاشرہ درست ہوتا ہے، اس طرح ساری دنیا خوش حالی اور فارغ البالی کا نمونہ بن جاتی ہے، اگر میاں بیوی کے تعلقات درست نہ ہوں اور وہ دونوں آپس کے حقوق کی ادائیگی میں کمی کوتاہی کریں، تو اس سے آپس کی رنجشیں پیدا ہوں گی، گھر کا نظام بگڑ جائے گا، اولاد ماں باپ کی لڑائی، دن رات کے جھگڑے، گالی گلوچ کا برا اثر لے کر پروان چڑھیں گے، اس کے نتیجے میں جو قوم اور معاشرہ وجود میں آئے گا، اس معاشرے کے کھوکھلے پن اور بگاڑ کا اندازہ بآسانی لگایا جاسکتا ہے۔

شوہر کے فرائض وذمہ داریاں

کچھ حقوق تو شوہر سے متعلق ہیں، جس کا پاس ولحاظ کرنا اور زندگی کے ہر مرحلہ میں اس کی رعایت واہتمام کرنا اس کی ذمہ داری ہے۔

بیوی کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے

حضور اکرم ﷺ نے شوہر کے ذمے بیوی کے جو حقوق رکھے ہیں، انہیں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کی ہے، عورتوں کے ساتھ بہترین سلوک اور اچھے رویہ کی تاکید کرتے ہوئے ارشادِ باری عز وجل ہے:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَإِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا فَعَسٰى أَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا (۱)

اور ان عورتوں کے ساتھ حسن وخوبی سے گزر بسر کرو اور اگر تم کو وہ ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک چیز ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دے۔

خود نبی کریم ﷺ نے بھی عورتوں کے ساتھ نیکی، بھلائی، بہترین برتاؤ، اور اچھی معاشرت کی تاکید فرمائی ہے، حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سب سے بہترین وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے ہیں، اور میں تم میں اپنی خواتین کے ساتھ بہترین برتاؤ کرنے والا ہوں ''خيركم خيركم لأهله وأنا خيركم لأهلي'' (۲)

اور ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''استوصوا بالنساء خيرا'' میں تم کو عورتوں کے بارے میں بھلائی کی نصیحت کرتا ہوں۔ (۳)

اور ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور بہترین برتاؤ کو کمالِ ایمان کی شرط قرار دیا ہے، حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمانوں میں اس آدمی کا ایمان زیادہ کامل ہے جس کا اخلاقی برتاؤ (سب کے ساتھ اور خاص طور سے) بیوی کے ساتھ لطف ومحبت کا ہو، ''أحسنهم خلقًا وألطفهم بأهله'' (۴)

---

(۱) النساء:۱۹

(۲) ترمذی: كتاب المناقب: باب فضل أزواج النبي، حديث: ۳۸۹۵، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب صحیح کہا ہے۔

(۳) مسلم: كتاب الرضاع، باب الوصية بالنساء، حديث: ۱۴۶۸

(۴) المستدرک: كتاب الايمان: حديث: ۱۷۳، حاکم نے کہا ہے کہ: اس روایت کے تمام رواۃ شیخین کی شرط پر ثقہ ہیں اور شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔

بیویوں کے ساتھ آپ ﷺ کا دوستانہ برتاؤ

حضورِ اکرم ﷺ کے اپنی ازواج کے ساتھ کس طرح بے تکلف ، پر لطف اور دوستانہ تعلقات تھے اس کا اندازہ مندرجۂ ذیل واقعات سے لگایا جاسکتا ہے۔

☆ ایک مرتبہ حضورا کرم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ: جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو دونوں حالتوں کا علم مجھے ہوجاتا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ: یارسول اللہ! کس طرح علم ہوجاتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو ''لا وربّ محمد'' (محمد کے رب کی قسم) کے الفاظ سے قسم کھاتی ہو، اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو ''لا ورب إبراهيم'' (ابراہیم کے رب کی قسم) کے الفاظ سے قسم کھاتی ہو، اس وقت تم میرا نام نہیں لیتیں؛ بلکہ حضرت ابراہیم کا نام لیتی ہو، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''إنّي لا اهجر إلّا اسمك'' (یارسول اللہ! میں صرف آپ کا نام چھوڑتی ہوں) نام کے علاوہ کچھ نہیں چھوڑتی۔(۱)

حضورا کرم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ناراضگی کو اپنی قوامیت کے خلاف نہیں سمجھا؛ بلکہ اسے خوش طبعی سے برداشت کرلیا۔

☆ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر سنگین تہمت لگائی گئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر اس تہمت کی وجہ سے قیامت گذر گئی ، حضور ﷺ کو بھی اس بات کا قلق تھا کہ اس قسم کی باتیں پھیل گئی ہیں ؛ لیکن ایک مرتبہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اے عائشہ! دیکھو یہ بات ہے، تمہیں اتنا غم کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اگر تم بے خطا اور بے قصور ہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری برأت ظاہر کردیں گے ، اور اگر خدانخواستہ تم سے کوئی قصور اور غلطی ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرو، استغفار کرو، اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں گے۔

حضور ﷺ کی اس توبہ واستغفار کی بات سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بہت صدمہ ہوا، اسی صدمہ کی حالت میں لیٹ گئیں، اسی حالت میں اللہ کی طرف سے برأت کی آیات نازل

---

(۱) بخاری: کتاب الأدب: باب ما يجوز من الهجران من عصى، حديث: ٦٠٧٨

ہوئی،اس وقت گھر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے کہ سارا بہتان ختم ہوجائے گا، اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: خوش خبری سن لو، اللہ نے تمہاری برأت نازل فرمادی، اب کھڑی ہوجاؤ اور آ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرو، اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بستر پر لیٹی ہوئی ہیں اور برأت کی آیات سن لیں، اور لیٹے لیٹے فرمایا کہ: یہ تو اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ اس نے میری برأت نازل فرمادی؛ لیکن میں اللہ کے سوا کسی کا شکر ادا نہیں کرتی ؛ کیونکہ آپ لوگوں نے تو اپنے دل میں یہ احتمال پیدا کرلیا تھا کہ شاید مجھ سے غلطی ہوگئی ہے۔(۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہونے سے اعراض کیا، یہ ناز درحقیقت اسی دوستی کا تقاضا تھا؛ لہٰذا میاں بیوی کے درمیان صرف حاکمیت اور محکومیت کا رشتہ نہیں ؛ بلکہ دوستی کا رشتہ بھی ہے، اور اسی دوستی کا حق یہ ہے کہ اس قسم کے ناز کو برداشت کیا جائے ؛ البتہ جہاں بات بالکل غلط ہوگئی تو وہاں حضور اکرم رضی اللہ عنہ نے ناگواری کا اظہار فرمایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ساری عمر نہ صرف یہ کہ کسی خاتون پر ہاتھ اٹھایا؛ بلکہ جب کبھی گھر کے اندر داخل ہوتے تو چہرۂ مبارک پر تبسم ہوتا تھا۔(۲)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا جسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے ''تمام مومنوں میں ایمان کے اعتبار سے سب سے زیادہ کامل وہ شخص ہے جو اخلاق کے اعتبار سے ان سب میں اچھا ہو اور تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کیلئے بہتر ہوں'' أحسنها خلقًا وألطفهم لأهله''(۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حرمِ محترم میں حضرتِ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بعد کُل دس ازواج تھیں جو مختلف قبائل سے تعلق رکھتیں تھیں، جن کا مزاج و مذاق اور رنگ و نسل سب کچھ

---

(۱) بخاری: کتاب التفسیر: سورۃ النور (لولا اذ سمعتموہ) حدیث: ۴۷۵۰

(۲) مسلم: باب مباعدته، حدیث: ۲۳۲۸

(۳) المستدرك: کتاب الایمان: حدیث: ۱۷۳، حاکم نے کہا ہے کہ: اس روایت کے تمام رواۃ شیخین کی شرط پر ثقہ ہیں اور شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔

مختلف تھا، اور ویسے بھی ایک شوہر کے نکاح میں جب ایک سے زائد بیویاں ہوتی ہیں تو ان میں باہم رشک اور منافست کا ہونا ایک فطری اور نسوانی کمزوری ہے؛ لیکن اخلاق کے پیکرِ مجسم جنابِ رسول اللہ ﷺ ایسے مواقع سے ان کی ان باہمی چپقلش کو بھی خوش اسلوبی کے ساتھ حل فرما لیتے اور ان کے ناز و انداز کو بھی تحمل فرماتے۔

☆ ایک دفعہ ازواجِ مطہرات جمع تھیں، حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے زور وشور کے ساتھ یہ ثابت کیا کہ آپ ﷺ ہم سب پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کیوں ترجیح دیتے ہیں، وہ اس کی مستحق نہیں ہیں، اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پرزور انداز میں اپنا مدعا پیش کیا جس سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا لاجواب ہوگئیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہ ہو ابوبکر کی بیٹی ہیں ''أنها ابنة أبي بكر''(۱)

☆ اُم المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نہایت عمدہ پکوان کرنا جانتی تھیں اور عمدہ ولذیذ کھانا تیار کر کے کھلاتی تھیں؛ تاکہ حضور ﷺ کو صحت وقوت حاصل ہو اور آپ ﷺ ان سے خوش رہیں، اسی طرح ایک دفعہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کھانا تیار کر کے آپ ﷺ کے پاس بھیجا، جب کہ آپ ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے، انہوں نے خادم کے ہاتھ سے پیالہ چھین کر زمین پر پٹخ دیا تو وہ ریزہ ریزہ ہوگیا، آپ ﷺ نے اس کے ریزوں کو چُن کر یکجا کیا اور پھر دوسرا پیالہ منگوا کر انہیں واپس لوٹایا ''إناء مثل إناء وطعام مثل طعام''(۲)

یہاں غور وفکر کا پہلو یہ ہے کہ کتنا بھی متحمل مزاج شوہر کیوں نہ ہو؛ لیکن عمداً بیوی کے پیالہ پٹخ دینے پر غصہ میں آہی جائے گا، اگر ہاتھ بھی نہ اٹھائے کچھ نہ کچھ ضرور کہہ دے گا، مگر قربان جایئے رسولِ اکرم ﷺ پر کہ آپ ﷺ نے نہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

---

(۱) مسلم: باب في فضل عائشة، حدیث: ۲۴۴۲

(۲) ابوداؤد: باب فیمن أفسد شیئاً یغرم مثله، حدیث: ۳۵۶۸، خطابی نے کہا ہے اس کی سند میں کلام ہے: عمدة القاری: باب اذا کسر قصعة: ۱۳/۳۶، داراحیاء التراث العربی

کوانگیز فرمالیا، بلکہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا بھی خیال فرمایا کہ وہ ناراض نہ ہوں، اس مقصد سے ایک پیالے جو گھر میں موجود تھا وہی دے دیا۔(۱)

★ یہی حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں، ایک دفعہ کسی بات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آواز سے بول رہی تھیں، اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگئے، غصہ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو اس طرح بلند آواز سے گفتگو کرتی ہے اور پھر مارنے کیلئے ہاتھ اٹھایا تھا کہ اتنے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آڑ میں آگئیں، حضرت ابوبکر غصہ میں نکل گئے ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سرنگوں ہو گئے، اور ہاتھ بھی روک لیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے چلے جانے کے بعد مسکراتے ہوئے فرمایا کہ دیکھا تم کو میں نے ان سے کس طرح بچالیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے شرم سے سر نیچا کرلیا ''کیف رأیتنی أنقذتك من الرجل'' (۲)

اس کا اثر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر یہ ہوا کہ ان کی یہ حالت بدل گئی، پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کچھ دنوں کے بعد تشریف لائے تو ان کے اتفاق کو دیکھ کر فرمایا: مجھے صلح میں شریک کر لیجئے، جس طرح اس موقع پر میں نے جنگ میں شرکت کی تھی ''ادخلانی فی سلمکما کما ادخلتمانی فی حربکما'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں اور ہاں۔(۲)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیویوں کے ساتھ ناز اٹھانے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔

☆ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایک حلوہ پکایا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے گھر لے لائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا، اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بھی سامنے بیٹھی ہوئی تھیں، ان سے کہا کہ تم بھی کھاؤ، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات گراں لگی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جب میرے یہاں باری کا دن تھا تو پھر یہ حلوہ پکا کر کیوں لائیں؟

---

(۱) عون المعبود: ۹/۳۴۹، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

(۲-۳) ابوداؤد: باب ماجاء فی المزاح، حدیث: ۴۹۹۹

اس لئے انہوں نے کھانے سے انکار کردیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے منہ پر حلوہ مل دیا، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: قرآن میں آیا ہے کہ ''جزاء سيئة سيّئة مثلها'' یعنی اگر تمہارے ساتھ کوئی برائی کرے تو تم بھی بدلے میں اسی کے بقدر برائی کرو؛ لہٰذا بدلہ میں تم بھی ان کے منہ پر حلوہ مل دو؛ چنانچہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے تھوڑا سا حلوہ اٹھا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے چہرے پر مل دیا، اب دونوں کے چہرے پر حلوہ ملا ہوا ہے، یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہو رہا ہے، اس دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آمد ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے منہ دھونے کو کہا۔(۱)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مقام اللہ کے یہاں حاصل ہے وہ کسی اور کو نہیں؛ لیکن اس کے باوجود ازواجِ مطہرات کے ساتھ یہ انداز اور دِل داری کا خیال۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیویوں کے ساتھ دلداری اور حسنِ سلوک کا یہ واقعہ بھی سنئے جو بیویوں کے ساتھ حسنِ معاشرت کی اعلیٰ مثال ہے۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی تو ہمارے درمیان پیدل دوڑ میں مقابلہ ہوا تو میں جیت گئی اور آگے نکل گئی، اس کے کچھ عرصہ بعد جب (موٹاپے) سے میرا جسم بھاری ہو گیا تو (دوبارہ) ہمارا دوڑ میں مقابلہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیت گئے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تمہاری اس جیت کا جواب ہو گیا ''قال: هذه بتلك السبقة'' (۲)

بیویوں کے ساتھ دل داری اور دل دہی کا یہ واقعہ بھی ملاحظہ ہو۔

---

(۱) مسند ابی یعلی: مسند عائشہ: حدیث: ۴۴۷۶، دار المأمون، دمشق، الطبعة الأولى سنہ ۱۴۰۴ھ، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو ابو یعلی نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں سوائے محمد بن عمرو بن علقمہ کے، ان کی حدیث حسن ہے: مجمع الزوائد: باب عشرة النساء: حدیث: ۷۶۸۳

(۲) ابوداؤد: کتاب الجهاد، باب فی السبق علی الرجل، حدیث: ۲۵۷۸، اس روایت کو عراقی نے احیاء العلوم کی تخریج میں صحیح قرار دیا ہے: احیاء علوم الدین: ۲/۴۴، المکتبة التجاریة

☆ حضرتِ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ خدا کی قسم! میں نے یہ منظر دیکھا ہے کہ (ایک روز) حبشی نابالغ لڑکے مسجد میں نیزہ بازی کا کھیل کھیل رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کا کھیل دکھانے کیلئے میرے لئے اپنی چادر کا پردہ کر کے میرے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہو گئے ، (جو مسجد میں کھلتا تھا) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کاندھے کے درمیان سے ان کا کھیل دیکھتی رہی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری وجہ سے بہت دیر تک کھڑے رہے؛ یہاں تک کہ (میرا جی بھر گیا) اور میں خود ہی لوٹ آئی "ثم یقوم من اجلی حتی اکون انا التی انصرف" (۱)

☆ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیویوں کے ساتھ ناز اٹھانے کا اندازہ اس ''ایلاء'' کے واقعہ سے بھی ہوتا ہے، ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج نے جب مسلمانوں کی آسودگی اوران کی خوشحالی کو دیکھا تو انہوں نے بھی آپ سے نان ونفقہ میں زیادتی کا مطالبہ کیا ، یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شاق گزری، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھائی کہ ایک مہینہ گھر تشریف نہ لے جائیں گے، مسجد کے قریب ایک بالا خانہ میں فروکش ہو گئے، آپ پورا مہینہ یا انتیس دن اپنی ازواج سے علیحدہ رہے، پھر یہ آیتِ تخییر اتری:

يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلاً وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهُ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا (۲-۳)

اے نبی کہہ دیجئے! اپنی عورتوں سے اگر تم دنیا کی زندگانی اوراس کے سامان کی رونق چاہتی ہو تو آؤ کچھ فائدہ پہنچادوں تم کو اور بھلے طریقے سے تم کو رخصت کردوں ،

---

(۱) مسلم: باب الرخصة فی اللعبة اللتی لا معصیة فیه فی ایام العید: حدیث: ۸۹۲
(۲) الأحزاب: ۲۸-۲۹
(۳) مسلم: کتاب الطلاق، باب بیان انّ تخیر امرته لا یکون طلاقًا ، حدیث: ۱۴۷۵

اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کے دن کی طلب گار ہو تو اللہ عز وجل نے تم میں سے نیکو کاروں کیلئے عظیم اجر تیار کر رکھا ہے، ازواجِ مطہرات کو مطلع کیا گیا کہ دو چیزیں تمہارے سامنے ہیں دنیا اور آخرت، اگر تم دنیا چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو رخصتی کے جوڑے دے کر عزت واحترام کے ساتھ رخصت کر دوں اور اگر تم خدا اور رسول اور ابدی راحت کی طلب گار ہو تو خدا نے نیک لوگوں کیلئے بڑا اجر مہیا کیا ہے، سب نے خصوصاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جوان تمام معاملات میں آگے تھیں، جواب دیا: کیا میں اس بارے میں والدین سے مشورہ کروں؟، میں اللہ اور اس کے رسول اور آخرت چاہتی ہوں ’’أفی هذا استامر أبویّ فانّی اختار الله ورسوله والدار الأخرة‘‘(۱)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعے کے بعد انتیسویں دن ہی اپنی ازواج کے یہاں تشریف لے گئے تھے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے تو ایک مہینہ کیلئے جدائیگی کا عہد کیا تھا ابھی تو انتیس دن ہی ہوئے، ارشاد ہوا مہینہ کبھی انتیس کا ہوتا ہے: ’’فقلتُ یا رسول الله! لم تکن حلفت لتهجرنا شهرًا، قال: الشهر هکذا وهکذا وهکذا وضرب بیده جمیعًا، اخنس یقبض أصبعًا فی الثالثة‘‘(۲)

اس واقعہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی بیویوں کے ساتھ قربت اور تعلق اور دوستانہ برتاؤ کا اندازہ اچھی طرح لگایا جا سکتا ہے۔

ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ازواجِ مطہرات کے ساتھ جو تعلق اور رابطہ تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی دلداری اور دل جوئی کا جو لحاظ کرتے تھے، اس میں کبھی ہلکی سی چوک ہو جاتی، جس پر منجانب اللہ تنبیہ ہوتی، اسی قسم سے یہ واقعہ ہے:

☆ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ عصر کے بعد تمام ازواج کے یہاں تھوڑی دیر کیلئے تشریف لے جاتے، ایک روز حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے یہاں کچھ دیر لگی، معلوم ہوا کہ

---

(۱) بخاری باب الغرفة والعلیة: حدیث: ۲۳۳۶

(۲) الدر المنثور: ۵۹۶/۶، دار الفکر بیروت

انہوں نے آپ ﷺ کو شہد پیش کیا تھا، آپ ﷺ کے نوش فرمانے کے میں وقفہ ہوا، پھر کئی روز یہ معمول رہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے ایسی تدبیر کی ٹھانی کہ آپ ﷺ کا ان کے یہاں شہد پینا چھوٹ جائے، چنانچہ ان دونوں نے یہ طے کیا کہ جب حضور ﷺ ان کے پاس آئیں تو آپ ﷺ سے یوں کہیں کہ آپ ﷺ کے پاس سے گوند کی بو آرہی ہے، کیا آپ ﷺ نے گوند نوش فرمایا ہے؟ چنانچہ جب آپ ﷺ ان میں سے ایک کے یہاں تشریف لے گئے تو انہوں نے یہ بات کہی تو آپ ﷺ نے فرمایا: بھائی کوئی بات نہیں ہوئی، میں نے زینب کے یہاں شہد پیا ہے، پھر دوبارہ شہد نہ پیوں گا، میں یہ قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم یہ بات کسی سے نہ کہنا، آپ ﷺ نے یہ بات بیویوں کی رضا اور ان کی خوشنودی کو حاصل کرنے کیلئے کہی تھی۔(۱)

اسی واقعے کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

يَآ اَ يُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتِ أَزْوَجِكَ، وَاللهُ غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ (۲)

اے نبی! کیوں حرام کرتے ہیں جو حلال کیا اللہ نے آپ پر، کیا آپ اپنی بیویوں کی رضا چاہتے ہیں، اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

اس سلسلے میں یہ واقعہ بھی ملاحظہ کیجئے:

☆ رسول اللہ ﷺ کی باندی ''رزینہ'' یہ واقعہ بیان کرتی ہیں حضرت سودہ یمانیہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ملاقات کیلئے آئیں، وہاں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا پہلے سے موجود تھیں، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نہایت بناؤ سنگھار کر کے، یمنی چادر اوڑھے ہوئے اور ڈوپٹہ ڈال کر آئیں تھیں، حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا: ام المؤمنین! حضور اکرم ﷺ اس وقت آنے والے ہی ہیں، یہ زیادہ زرق و برق کے ساتھ

---

(۱) بخاری: باب لما تحرّم ما أحلّ اللّٰہ لک، حدیث: ۴۹۶۶

(۲) تحریم: ۱

نظر آرہی ہیں، عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: حفصہ! اللہ کا خوف کرو، حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں ان کا بناؤ سنگھار بگاڑ دوں گی، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا جو ثقلِ سماعت کی شکار تھیں کہا: تم آپس میں کیا کہہ رہی تھیں، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: سودہ! دجال آچکا ہے، انہوں نے تعجب سے کہا: اچھا؟ ان کو بہت ڈر ہوا، وہ مارے ڈر کے کپکپانے لگیں، کہنے لگیں: میں کہاں چھپ جاؤں؟ حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اس خیمہ میں، وہ وہاں جا کر چھپ گئیں، اس میں گندگی اور مکڑی کے جالے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہنس رہی تھیں کہ اس دوران حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، وہ اپنی بے انتہا ہنسی کی وجہ سے بات بھی نہیں کر پارہیں تھیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ کہا: تم دونوں کیوں ہنس رہی ہو؟ ان دونوں نے اشارے سے اس خیمہ کی جانب بتلایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کپکپارہی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سودہ رضی اللہ عنہا یہ تمہیں کیا ہوگیا؟ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کانا دجال آچکا ہے، فرمایا: ''ما خرج ولیخرجنّ'' وہ تو ابھی نہیں نکلا، ضرور بالضرور نکلے گا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کو باہر نکالا اور ان کے گرد وغبار اور مکڑی کے جالوں کو جھاڑنے لگے۔(۱)

یہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے مابین مزاح اور دل لگی کا ماحول اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس حوالے سے ان کے ساتھ شرکت کرنا۔

☆ ایک دفعہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اہلیہ محترمہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو نو عورتوں کے واقعات سنائے، یہ حدیث ''حدیث اُمِّ زرع'' سے معروف ہے کہ نو عورتیں آپس میں مل کر بیٹھیں اور اپنے اپنے خاوندوں کے صفات بتانا شروع کیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: ایک عورت نے اپنے خاوند کے بارے میں یہ کہا، دوسری نے یہ کہا، تیسری نے یہ کہا...... جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نو عورتوں کی باتیں بتادیں تو فرمایا کہ: جس

---

(۱) المعجم الکبیر: حدیث: ۲۰۷۲۷، علامہ ہیثمی اس روایت کے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ: اس میں ایک ایسا راوی ہے جس کو ہم نہیں جانتے: مجمع الزوائد: باب عشرۃ النساء: حدیث: ۷۶۸۴

عورت کا خاوند سب سے بہترین صفات کا حامل تھا میں تمہارے لئے اس سے بھی زیادہ اچھا ہوں، سوچنے کا موقع ہے کہ کیا ہم نے اپنی بیوی کا دل خوش کرنے کیلئے کبھی ان سے اس طرح باتیں کیں۔

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نکاح ورخصتی کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں تو بھی گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میرے ساتھ کھیلنے والی میری سہلیاں تھیں، جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لاتے تو وہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام میں کھیل چھوڑ کر) گھر کے اندر چھپتیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سہیلیوں کو میرے پاس بھجوادیتے اور وہ میرے ساتھ کھیلنے لگتیں ''فيُسرِّبُهنّ اليّ فيلعبن معي''(۱)

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع سے ایک جنازہ میں شرکت کے بعد تشریف لائے، مجھے سر میں درد محسوس ہو رہا تھا اور میں کہہ رہی تھی: ہائے میرا سر! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ میرا سر، پھر فرمایا: تمہارا کیا نقصان ہوتا اگر تم مجھ سے پہلے فوت ہوجاتی تو میں تم کو غسل دیتا اور تم کو کفن پہناتا، پھر تمہاری نماز جنازہ پڑھتا اور پھر تم کو دفن کرتا، میں نے کہا: اگر اللہ عزوجل نے میرے ساتھ اس طرح کیا ہوتا تو آپ میرے گھر لوٹ جائیں گے اور اپنی کسی بیوی کے ساتھ تخلیہ کریں گے ''لقد رجعت الٰی بیتی فاعرست فیه ببعض نسائك'' کہتی ہیں کہ میری اس بات پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔(۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ جو کہا: اگر اس طرح ہوجائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر جاکر اپنی کسی بیوی سے تخلیہ کریں گے، یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے ازواج کے ساتھ دوستی

(۱) بخاری: باب الانبساط الی النّاس، حدیث: ۵۷۷۹

(۲) مسند احمد: حدیث سیدۃ عائشۃ، حدیث: ۲۵۹۵۰، محقق شعیب الارنوط نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے، البانی کی بھی یہی رائے ہے، بیہقی نے ابن اسحاق کی وجہ سے اس روایت کو معلول کہا ہے، حافظ نے کہا کہ: یہ اس روایت میں منفرد نہیں ہے، بلکہ ان کی صالح بن کیسان نے احمد کے یہاں متابعت کی ہے: تلخیص الحبیر: کتاب الجنائز: ۱۰۷/۲

اور بے تکلفی کی وجہ سے تھا کہ وہ اسی بے تکلفی کی وجہ سے حضور ﷺ کو اس طرح کی صاف صاف بات کہہ رہی ہیں۔

عورت کی رائے کا احترام کیا جائے

صلح حدیبیہ کا موقع ہے، سارے صحابہ تقریباً پندرہ سو کی تعداد میں ساتھ ہیں، کفار و مشرکین نے آپ ﷺ کو اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو عمرہ کرنے سے روک دیا گیا، اور آپ ﷺ نے بڑی خدائی بصیرت، دور اندیشی سے بظاہر دب کر کفار سے صلح فرمالیا، سارے صحابہ طبعی طور پر غمزدہ تھے، صلح نامہ لکھے جانے کے بعد آپ ﷺ نے حکم دیا ''قوموا فانحروا'' کھڑے ہو جاؤ اور اپنے جانور ذبح کر کے واپس چلو؛ لیکن تین مرتبہ کہنے پر بھی نڈھال صحابہ کھڑے نہ ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آکر صحابہ کی اس حرکت کا ذکر کیا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نہایت حسن ظن اور مزاج فہمی کے ساتھ یہ رائے دی کہ آپ ان سے کچھ نہ کہئے، کھڑے ہو کر اپنا اونٹ ذبح کر دیجئے اور حلق کرالیجئے: ''اخرج، ثم لا تكلّم أحدًا منهم كلمة حتى تنحر بدنك وتدعوا حلّاقك فيحلقك''(۱)

حضور ﷺ نے ان کی رائے قبول کی، چنانچہ ایسے ہی ہوا، آپ ﷺ امّ سلمہ کے کہنے کے مطابق باہر نکل آئے، اپنی قربانی کی اور احرام اتارنے کیلئے بال منڈھوائے، اب جب لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اس فیصلہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی تو سب نے قربانیاں کی اور احرام اتارا، ہجوم کا یہ عالم تھا کہ ایک دوسرے پر ٹوٹا پڑتا تھا اور عجلت اس قدر تھی کہ ہر شخص حجامت بنانے کی خدمت انجام دے رہا تھا۔

قرآنِ کریم میں ہے کہ بلقیس جو سورج پرست تھیں اور قومِ سبا کی سربراہ تھیں، حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب ہدہد کے ذریعہ خط بھیج کر اسلام کی دعوت دی تو اس عورت نے سارے مرد وزراء سے رائے لی مَا كُنتُ قَاطِعَةً أَمْرًا حَتَّىٰ تَشْهَدُونِ (۲)

---

(۱) بخاری: باب الطیب للجمعۃ: حدیث: ۱۰۲، مع تحقیق محمد زہیر بن ناصر (۲) النمل: ۳۲

اس طرح سارے مرد اس کے حوالے ہو گئے کہ ہم تمہارے فیصلہ پر راضی ہیں، جب عورت مشورہ اور رائے لینے کے ذریعہ سے مردوں کو اپنے سے جوڑ سکتی ہے تو مرد کو تو ضرور عائلی مسائل میں بیوی کی رائے لینا چاہیئے، اس طرح جوڑ باقی رہتا ہے۔

صبر وتحمل سے کام لیا جائے

میاں بیوی کا رشتہ جس قدر مضبوط ہوتا ہے اسی قدر نازک بھی ہوتا ہے، دن رات کے ساتھ رہنے والے (جبکہ ہر ایک کی طبیعت میں دوسرے سے کچھ اختلاف اور فرق ضرور ہوتا ہے) کچھ کمی کوتاہی اور اونچ نیچ کا ہو جانا یہ واقعی چیز ہے، اس کے علاوہ فطری اور طبعی طور پر عورت کے اندر کچھ جذباتیت، ناواقفیت اندیشی ضروری ہوتی ہے؛ اس لئے اسلام نے عورت کی اسی فطری کمزوری کو پیش نظر رکھ کر شوہر کو کچھ ہدایات دی ہیں کہ وہ جن کو سامنے رکھ کر اس رشتہ کو پائیداری اور دوام بخش سکتا ہے، اسی کو اللہ عزوجل نے یوں فرمایا:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا فَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا (۱)

اور ان عورتوں کے ساتھ حسن وخوبی سے گزر بسر کرو اور اگر تم کو وہ ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک چیز ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دے۔

اس ارشادِ خداوندی میں مرد کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ اگر بیوی میں تمہیں کوئی ناپسند یا ناگوار بات نظر آئے جو تمہاری طبیعت کے خلاف ہو تو اسے ایسے موقع سے جذبات کی رَو میں بہہ کر طلاق دینے پر اڑ نہیں جانا چاہیئے؛ بلکہ اس جگہ عقل سے کام لے کہ گرچہ یہ چیز میری طبیعت کے خلاف ہے؛ لیکن یہ ممکن ہے کہ بیوی کے اندر ہماری طبیعت کے خلاف کوئی ناگوار چیز موجود ہو؛ لیکن ہو سکتا ہے کہ اسی میں خیر اور بھلائی کا پہلو ہو جس کا علم محض اللہ عزجل کو ہو۔

---

(۱) النساء:۱۹

اسی کو ایک روایت میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی مسلمان مرد کسی مسلمان عورت کو اس لئے مبغوض نہ رکھے کہ اس کی کوئی عادت ناگوارِ خاطر ہے؛ کیونکہ اگر ایک عادت ناپسند ہے تو ممکن ہے کوئی دوسری عادت پسند آجائے ''لا يفرك مؤمن مؤمنة وإن كره منها خلقا رضي منها أخر''(۱)

مطلب یہ ہے کہ جب دو انسان ایک ساتھ رہتے ہوں تو کوئی بات دوسرے کی اچھی لگتی ہے اور کوئی بری، اگر کوئی بات بری لگ رہی ہے تو اس کی وجہ سے اس کو بالکل برا نہ سمجھو؛ بلکہ اس کے اچھے اوصاف کا استحضار کرو، اگر اچھائیوں کو تلاش کیا جائے تو پھر تو دل میں برائیوں کی اس قدر اہمیت نہیں رہتی۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک بزرگ کا واقعہ لکھا ہے کہ ان کی بیوی نہایت جھگڑالو تھی، ہر وقت ان کے گھر آنے پر لعنت ملامت، لڑائی، جھگڑے کرتی، کسی نے ان بزرگ سے کہا: دن رات کی لڑائی، جھگڑے سے بہتر یہ ہے کہ اس کو طلاق دے کر اس کا قصہ تمام کردیں، بزرگ نے جواب دیا، طلاق دینا تو آسان ہے جب چاہے دے دوں گا، بات دراصل یہ ہے کہ عورت میں اور بھی بہت ساری برائیاں مجھے نظر آتی ہیں؛ لیکن اس میں ایک وصف ایسا ہے جس کی وجہ سے میں اسے کبھی نہیں چھوڑوں گا، اللہ نے اس کے اندر وفاداری کا ایسا وصف رکھا ہے کہ بالفرض میں گرفتار ہوجاؤں اور پچاس سال تک جیل میں بند رَہوں تو مجھے یقین ہے کہ میں اس کو اس کونے میں بٹھا جاؤں تو اسی کونے میں میرے انتظار میں بیٹھی رہے گی، بہر حال ہماری نگاہیں عورت کی برائیوں پر ہوتی ہیں، اچھائیوں پر نہیں۔

عورت کی فطری کمزوری کو برداشت کیا جائے

عورت کی فطری کمزوریوں کی جانب نشاندہی کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم وصیت قبول کرو کہ عورتوں سے بھلائی کروگے؛ کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں

(۱) مسلم: باب الوصية بالنساء، حديث: ۱۴۶۹

اور پسلی میں سب سے ٹیڑھا والا حصہ اوپر کا ہے؛ لہٰذا اگر تم اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ ڈالو گے اور اگر چھوڑ دو گے تو ہمیشہ ٹیڑھا پن رہ جائے گا ''وإن ترکته لم یزل أعوج''؛ اس لئے عورت کے متعلق میری نصیحت قبول کرو۔(١)

اس حدیث میں یہ بتلایا گیا ہے کہ طبعی اور فطری طور پر عورت میں جذباتیت، عجلت بازی اور بلا سوچے سمجھے قدم اٹھانے کا مادہ رکھا گیا ہے، یہ چیزیں اس سے علاحدہ نہیں ہو سکتی ہے، صرف ضروری حد تک اس کی اصلاح اور درستگی ممکن ہے؛ لیکن پورے طریقہ سے اس کی اس ناہمواری کو ختم کیا جائے یہ بالکل ناممکن ہے، اس کی مکمل طرح سے اصلاح ہو جائے، عورت ہر چیز میں مرد کے موافق ہو جائے، اگر کسی نے غلط فہمی میں اس کے اس جذباتیت اور جلد بے قابو ہو جانے کے وصف کو مکمل طریقے سے دور کرنے کی کوشش کی تو بالکل سیدھی نہیں ہو سکتی، البتہ وہ ٹوٹ جائے گی، وہ مرد سے مقابلے کیلئے اتر آئے گی؛ اس لئے مرد کو چاہئے کہ وہ عورت کی معمولی غلطی اور کمزوری کو نظر انداز کر دے اور ان کے ساتھ بہتر سلوک اور دلداری کا معاملہ کرے، پھر حضور اکرم ﷺ حدیث کے آخری حصے میں فرما رہے ہیں: یہ میری خاص وصیت ہے اسے ہرگز نظر انداز نہ کرنا۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کسی وجہ سے اپنی بیوی سے بڑے تنگ تھے؛ کیونکہ عورتیں عموماً زبان کی تیز ہوتی ہیں، وہ صحابی سوچنے لگے کہ کوئی ایسا طریقہ اپنایا جائے جس سے عورت کو سبق سکھایا جائے، انہوں نے چاہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو کہ جلالی طبیعت ہیں ان سے اصلاح کرواتے ہیں، چنانچہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، جب وہاں گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ان سے پردے میں بات کر رہی ہیں اور بات میں لب ولہجہ اونچا ہے، اور وہ تیزی سے بات کر رہی تھیں جب انہوں نے یہاں دیکھا کہ جس مسئلہ کے حل کیلئے وہ آئے تھے خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس مسئلہ سے دوچار ہیں تو الٹے پاؤں واپس ہونے لگے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: بھائی واپس کیوں جا رہے ہو، انہوں نے کہا:

---

(١) مسلم: باب الوصیة بالنساء، حدیث ١٤٦٨

حضرت جس کام کیلئے یہاں آیا تھا وہی میں نے یہاں دیکھا تو سوچا واپس چلا جاؤں، انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: دیکھو یہ میری بیوی ہے، میری ہر جنسی ضرورت پورا کرتی ہے، میرے لئے سکون کا باعث ہے، میری باورچن بھی ہے، گھر میں سارا دن میرے لئے کھانے دانے میں لگی رہتی ہے، میرے گھر کی صفائی کرنے والی ہے، ''وھی ام ولدی، وفراشی، وحافظة مالی، وطاھیة طعامی، ومنظفة ثیابی'' اتنی قربانیاں میرے لئے کر رہی ہے، کیا اس کی بات کو میں تحمل مزاجی سے نہیں سن سکتا، وہ صحابی کہنے لگے: آپ نے میرے دل کی گرہ کھول دی۔(۱)

شفقت ونرمی کا برتاؤ

جب احادیث کی روشنی میں یہ بتلایا گیا کہ عورت میں ناہمواری اور جلد بے قابو ہوجانے کا وصف طبعی طور پر ودیعت کیا ہوا ہے، اس کی اس ناہمواری کو مکمل طور پر درست نہیں کیا جاسکتا؛ البتہ بقدرِ ضرورت اس کی اصلاح اور درستگی ہوسکتی ہے، وہ بھی محبت ونرمی کے ذریعہ، الغرض عورت کے مزاج مذاق کا لحاظ کرتے ہوئے اس کی تنبیہ وسرزنش کی جانی چاہئے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''المرأة کالضلع إن أقمتها کسرتها وإن استمتعت بها وفیها عوج''(۲)

وضاحت: اس حدیث کے تعلق سے بعض لوگوں کو یہ غلط فہمی ہے کہ عورت واقعتا ٹیڑھی پسلی کی مخلوق ہے اور یہ اس کے حق میں مذمت وملامت کی چیز ہے؛ حالانکہ بات ایسی نہیں ہے؛ اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت کی مثال پسلی کی سی ہے کہ جس طرح پسلی دیکھنے میں ٹیڑھی معلوم ہوتی ہے؛ لیکن پسلی کا حسن اور اس کی صحت اس کے ٹیڑھا ہونے میں ہے، اس کے ٹیڑھا ہونے کے ساتھ ہی فائدہ اٹھایا جائے اسی طرح عورت کا بھولا پن اور اس کی سادہ لوحی اس کی خوبصورتی ہے۔

---

(۱) شرح الاربعین النوویۃ: صور ونماذج من مزح الصحاب، من دروس الشیخ عطیہ بن محمد سالم
(۲) مسلم: باب الوصیۃ بالنساء، حدیث: ۱۴۶۸

عورت کے جلد بے قابو ہوجانے، شوہروں کی ناشکرگذاری اور اس کی فطرت کے مختلف رنگ اس کی ضدی طبیعت اور بات پر اڑ جانے کی عادت کو بیان کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورتیں شوہروں کی ناشکرگذار ہوتی ہیں اور ان کے احسان کی منکر، اگر تم ان کے ساتھ زندگی بھر احسان کرو، پھر اگر کوئی بات تمہاری طرف سے ان کی طبیعت کے خلاف ہوجائے تو بول اٹھیں گی کہ میں نے کبھی بھی تم سے کوئی بھلائی نہیں دیکھی'' ''ولواحسنت إلى إحداهنّ الدهر ثمّ رأت منك شيئا قالت: ما رأيت منك خيرًا قطّ'' (۱)

اس لئے نبی کریم ﷺ فرمارہے ہیں کہ مرد میں عورت کے مقابل تحمل اور قوت برداشت زیادہ ہوتی ہے؛ اس لئے وہ اس کی ہر بات پر داروگیر نہ کرے؛ بلکہ نرمی، ملاطفت، محبت، چاہت سے کام لے، عورت تو کمزور ہے؛ لیکن مرد صبر کے دامن کو ہرگز ہاتھ سے جانے نہ دے، ورنہ پھر نباہ مشکل ہوجائے گا اور نوبت طلاق کی آجائے گی۔

ظلم وزیادتی نہ کرے

خلقۃ (پیدائشی طور پر) عورت کمزور پیدا کی گئی ہے اور مرد قوی اور طاقتور، کہیں ایسا نہ ہو کہ مرد اپنی برتری، قوت وطاقت کا مظاہرہ یوں کرنے لگے کہ اس کو بے جا مار پیٹ کرنے لگے یا باتوں کے ذریعہ یا اس پر طعن کرکے کسی بھی طرح اس پر ظلم کرے اس کی ممانعت کی گئی ہے، ارشادِ خداوندی ہے: وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ وَلَا تَتَّخِذُوا آيَاتِ اللَّهِ هُزُوًا (۲) اور ان کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے مت روکو، اس ارادہ سے کہ ان پر ظلم کروگے، جو شخص ایسا کرے گا، سو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا، اللہ کے احکام کو کھلواڑ مت سمجھو۔

گرچہ یہ آیت طلاق کے بارے میں ظلم وزیادتی کو منع کرنے کے حوالے سے

---

(۱) بخاری: کتاب الایمان: باب کفران العشیر وکفر بعد کفر، حدیث: ۲۹

(۲) البقرۃ: ۲۳۱

نازل ہوئی ہے، مگراس کے پیرائیہ بیان میں بڑی وسعت اور کشادگی ہے کہ کسی بھی طرح کی ظلم وزیادتی نہ ہونے پائے۔

نبی کریم ﷺ نے مرد کے بیوی کے ساتھ دوہرے معیار کو یوں بیان کیا ہے: تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو اس طرح نہ پیٹنے لگے جس طرح غلام کو پیٹا جاتا ہے اور پھر دوسرے دن جنسی میلان کی تکمیل کیلئے اس کے پاس پہنچ جائے ''لا یجلد أحدکم امرأته جلد العبد، ثم یُجامعها فی الیوم الأخر'' (۱)

حضرت ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ اپنے غلام کو مار رہے تھے کہ پیچھے سے آواز سنی، جان لے ابومسعود! کہ اللہ کو تجھ پر اس سے زیادہ قدرت اور قابو حاصل ہے جتنا تجھے اس بے چارے غلام پر ہے، میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ فرمانے والے رسول اللہ ﷺ تھے، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! (میں نے اس کو آزاد کردیا) اب (یہ میری طرف سے) آزاد ہے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اگر تم یہ نہ کرتے تو ''لَلَفَحَتكَ النّارُ'' جہنم کی آگ تمہیں جلادیتی۔ (۲)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ: اپنی باندی کو برتن توڑنے پر سزا نہ دیا کرو؛ اس لئے کہ برتنوں کی بھی عمر ہوتی ہے تمہاری عمروں کی طرح ''لا تضربوا اماء کم علی کسر اناء کم فانّ لها أجالا کأجالکم''۔ (۳)

غور کرنے کی بات ہے کہ یہ معاملہ جب نوکروں اور باندیوں کے ساتھ ہے تو پھر بیویوں کے ساتھ کیسا ہونا چاہئے۔

مار پیٹ نہ کرے

نبی کریم ﷺ نے عورت کو بے جا بغیر کسی نافرمانی اور سرکشی کے مار پیٹ کرنے سے

---

(۱) بخاری: کتاب النکاح، باب ما یکرہ من ضرب النساء، حدیث: ۲۹۰۸

(۲) مسلم: باب صحبة الممالک و کفارة من لطم عبده، حدیث: ۱۶۵۹، سخاوی نے اس کی سند کو ضعیف کہا ہے: المقاصد الحسنة: ۱/۲۱۷

(۳) کنز العمال: الاکمال من الصحبة مع المملوک: حدیث: ۲۵۰۸۱

سختی سے منع فرمایا ہے: اپنی شریک حیات کو لونڈی کی طرح ہرگز نہ پیٹو ''ولا تضربنّ ظغينك ضرب أمتك''(۱)۔

حکیم بن معاویہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ: عورتوں کے ہم پر کیا حقوق ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم کھاؤ تو اس کو کھلاؤ اور جب تم پہنو تو اس کو پہناؤ، اس کے چہرے پر نہ مارو اور نہ برا بھلا کہو اور نہ جدائی اختیار کرو اس کا موقع آ بھی جائے یہ گھر میں ہی ہو ''ولا تضرب الوجه، ولا تقبح، ولا تهجر إلّا في البيت'' (۲)

سرزنش کی اجازت اور اس کے حدود

شریعت نے عورت کو جسمانی اذیت اور تکلیف دینے کی اجازت بالکل آخری مراحل میں دی ہے، اور اس کے مختلف درجات بیان کئے ہیں، اگر عورت نہایت ہی ضد اور ہٹ دھرمی پر اتر آئے، نافرمانی اور حکم عدولی کرنے لگے تو پہلا درجہ تو یہ ہے کہ نصیحت سے کام لے جس کو قرآن کریم میں فرمایا ''فَعِظُوهُنَّ'' پھر دوسرا درجہ یہ کہ مرد عورت کے ساتھ سونا چھوڑ دے اپنا بستر علاحدہ کرلے اور اگر یہ شکل بھی کارگر نہ ہو تو پھر مارے؛ لیکن مارنے کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی ملحوظ رکھے ''واضربوهنّ ضربًا غير مبرّحٍ'' ان عورتوں کو اس طرح نہ مارو کہ جلد کھلے۔ (۳)

ارشادِ خداوندی ہے:

---

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ فی الرجل یؤدب امرأته، حدیث: ۲۵۶۰، حاکم نے اس کو صحیح السند کہا ہے، علامہ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے: مستدرک: کتاب الأدب: حدیث: ۷۰۹۴

(۲) ابوداؤد: کتاب النکاح، باب فی حق المرأة علی زوجها، حدیث: ۲۱۴۳، حافظ ابن حجر نے ''بلوغ المرام'' میں اس روایت کے بارے میں کہا ہے: اس کو ابن حبان اور حاکم نے صحیح کہا ہے: ۱/۱۹۸

(۳) ترمذی: الرضاع، حق المرأة علی زوجها، حدیث: ۱۱۶۳، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن، صحیح کہا ہے۔

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِیْ الْمَضَاجِعِ، وَاضْرِبُوْهُنَّ، فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا (۱)

ایسی عورتیں جن کی بد ماغی کا تم کو احتمال ہو، ان کو زبانی نصیحت کرو، اوران کو ان کے لیٹنے کی جگہ میں تنہا چھوڑ دو، اوران کو مارو، پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کردیں تو ان پر بہانہ مت تلاش کرو۔

''ضرب غیر مبرحٍ'' کے معنی ایسے مار کے ہیں جو تکلیف دہ نہ ہو، علامہ شامیؒ فرماتے ہیں ''ليس له أن يضرب بها في التاديب ضربًا فاحشًا، وهو الذى يكسر العظم ويخرق الجلد او يُسوّده''(۲) شوہر کیلئے ازراہِ تادیب نازیبا حد تک مار پیٹ جائز نہیں ہے، ایسی سرزنش کہ ہڈی ٹوٹ جائے، چمڑا پھٹ جائے یا سیاہ پڑ جائے۔

بعض حضرات نے صرف مسواک سے مارنے کی اجازت دی ہے، چہرہ اور جسم کے نازک حصوں پر مارنا یا اس طرح مارنا کے جسم پر ورم آجائے قطعاً جائز نہیں۔(۳)

گو آپ ﷺ نے ازراہِ اصلاح سرزنش کی اجازت دی ہے؛ لیکن ارشاد فرمایا کہ: تم میں بہتر لوگ اپنی بیویوں پر ہاتھ نہیں اٹھائیں گے ''ولن يضرب- احسبه قال- خياركم'' (۴)

دوسری یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ کوئی بھی بات جو شوہر کی طبیعت کے خلاف ہو اس کیلئے عورت پر ہاتھ اٹھانا جائز نہیں، عام طور پر فقہاء نے چار وجوہ سے سرزنش کی شوہر کو اجازت دی ہے، شوہر کیلئے زینت نہ کرے، کسی شرعی یا طبعی عذر کے بغیر ہم بستری کیلئے آمادہ نہ ہو، کسی حق شرعی کے بغیر بلا اجازت شوہر کے گھر سے نکل جائے، ان تین

(۱) النساء:۳۴ (۲) ردالمحتار:۳/۱۹۰

(۳) المغنی: باب اداب الجماع:۷/۲۴۲

(۴) مجمع الزوائد: باب ضرب النساء، حدیث:۷۶۴۷، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کو بزار نے روایت کیا ہے، اس میں علی بن فضیل متروک ہیں۔

صورتوں کے متعلق فقہاء کا اتفاق ہے، چوتھی صورت نماز نہ ادا کرنے کی ہے، بعض حضرات نے کہا ہے کہ یہ شوہر کا حق نہیں ہے، یہ اللہ کا حق ہے، اس لئے شوہر کو اس پر تادیب کا حق نہیں۔

تاہم یہ حقیقت ہے کہ حقِ تادیب ان ہی چار صورتوں میں محدود نہیں : بلکہ ان کے مماثل عورت کی طرف سے ہونے والی دوسری زیادتیوں میں بھی تادیب کی جاسکتی ہے ، جیسے شوہر کو بدتمیزی کے ساتھ مخاطب کرنا، گالی دینا، غیر محرم کے سامنے ہوجانا، عام رواج وعادت سے بڑھ کر شوہر کا کوئی سامان کسی کو دے دینا یا بچوں کو مار پیٹ کرنا۔

ان سب کی اجازت دینے کے باوجود بھی رسول اللہ ﷺ کی چاہت یہ تھی کہ فہمائش سمجھانے کے ذریعہ ہو، ارشاد ہے، اپنی بیویوں کو مارنے والے اچھے لوگ نہیں ہیں، ''لا تجدون اولٰئك خيارهم'' (۱)

اور خود نبی کریم ﷺ نے اپنی بیویوں میں سے کسی پر کبھی ہاتھ نہیں اٹھایا ''ما ضرب رسول الله شيئا قط بيده ولا امرأة ولا خادما '' (۲)

بیوی کے حقِ زوجیت کی اہمیت

عبادت یہ نہایت ہی اونچے درجے کی چیز ہے؛ لیکن اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی ہے کہ عورتوں کی حق تلفی کر کے اپنے آپ کو عبادات میں مصروف رکھا جائے، دن رات عورت سے علیحدہ رہ کر نماز، روزوں میں لگے رہیں، اس طرح کے کئی ایک واقعات حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے کتابوں میں مذکور ہیں کہ وہ پوری رات عبادت میں گذار دیتے تھے، حقِ زوجیت کی ادائیگی کی ان کے پاس کوئی اہمیت نہیں تھی، ایسے ہی لوگوں کو مخاطب کر کے نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''فلا تفعل، صم، وافطر ونم، فانّ لجسدك عليك حقّا، وانّ لعينك عليك حقًّا، وانّ لزوجك عليك حقًّا'' (۳) اس

---

(۱) ابن حبان: باب معاشرة الزوجين، حديث: ۱۴۸۹

(۲) مسلم: باب مباعدته، حديث: ۲۳۴۸

(۳) بخاری: باب لزوجک عليک حق، حديث: ۴۹۰۳

طرح نہ کرو، بلکہ روزہ بھی رکھو، افطار بھی کرو، عبادت بھی کرو، سو بھی جاؤ؛ چونکہ تم پر تمہارے جسم کا بھی حق ہے، تمہاری آنکھ کا بھی حق ہے اور تم پر تمہاری بیوی کا بھی حق ہے۔

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے درمیان مواخاۃ (بھائی چارہ) کا رشتہ قائم فرمایا، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات کیلئے تشریف لائے، انہوں نے ام درداء رضی اللہ عنہا کو پراگندہ حال دیکھا تو ان سے فرمایا: تم نے یہ کیا حالت بنا رکھی ہے؟ انہوں نے کہا: تمہارے بھائی ابو الدرداء کو دنیا سے کوئی تعلق ہی نہیں، اسی دوران ابو درداء رضی اللہ عنہ تشریف لائے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کیلئے کھانا بنایا، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے کہا: کھاؤ، ابو درداء رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں روزہ سے ہوں، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں تمہارے بغیر نہیں کھانے کا، چنانچہ انہوں نے بھی کھایا، جب رات ہوئی تو ابو درداء رضی اللہ عنہ عبادت کیلئے کھڑے ہو گئے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: سو جاؤ، تو وہ سو گئے، پھر اٹھ کھڑے ہو گئے، پھر کہا: سو جاؤ، پھر رات کے آخری پہر میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: اب کھڑے ہو جاؤ، پھر ان دونوں نے نماز پڑھی، ان سے سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا: تم پر تمہارے رب کا بھی حق ہے، تم پر تمہاری ذات کا بھی حق ہے، تم پر تمہارے اہل کا بھی حق ہے ہر شخص کو اس کا حق دو، پھر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر فرمایا: تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلمان نے سچ کہا۔(۱)

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی اہلیہ ازواجِ مطہرات کے پاس آئیں، وہ نہایت ہی پراگندہ حال اور بوسیدہ کپڑوں میں ملبوس تھیں، ازواجِ مطہرات نے ان سے کہا: تمہاری یہ کیا حالت ہوگئی ہے؟ تو انہوں نے کہا: وہ تو رات کے شب بیدار اور دن کے روزہ دار ہیں ''وأماّ الليل فقائم وامّا النهار فصائم'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی اس بات کی اطلاع دی گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان سے ملاقات کر کے ان کو

(۱) بخاری: کتاب الصوم، با من اقسم علی اخیہ لیفطر، حدیث: ۱۸۶۷

تنبیہ کی اور فرمایا: ''مالك بی اسوة'' (کیا میرے اندر تمہارے لئے نمونہ نہیں ہے) انہوں نے کہا: کیوں نہیں! میری جان آپ پر قربان، وہ اس کے بعد اچھی اور بہترین حالت میں آئیں، وہ اپنے شوہر کے وفات کے بعد یہ اشعار پڑھا کرتیں تھیں:

یا عین جودی بدمع غیر ممنون
علی رزّیة عثمان بن مظعون

اے آنکھ تو عثمان بن مظعون کی موت پر مسلسل آنسو بہاتے رہ۔

علی امرئٍ بات فی رضوان خالقه
طوبٰی له من فقید الشخص مدفون

ایسے شخص پر جس نے اپنے خالق کی خوشنودی میں راتیں گذاریں، اس مدفون اور غیر موجود شخص کا بہترین ٹھکانہ ہو۔

طاب البقیع له سکنی وغرقده
واشرقت أرضهه من بعد تفتین

بقیعِ غرقد ان کا بہترین ٹھکانہ ہو، ان کی زمین فتنوں کے بعد روشن ہوگئی۔

واورثت القلب حزنًا لا انقطاع له
حتی الممات ، فما ترقیٰ له شئونی

اس نے دل پر ایسا غم ڈھایا ہے کہ موت تک ختم ہونے والا نہیں، ان کیلئے مسلسل آنسو بہتے رہیں گے۔(۱)

ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک عورت ان کے پاس آئی، کعب بن سور رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے، کہنے لگی: امیر المومنین! میرا شوہر بڑا نیک

---

(۱) حلیة الأولیاء: مصعب بن عمیر الداری: ۱۰۶/۱، دار الکتاب العربی، بیروت، الطبعة الأولی ۱۴۰۵ھ

ہے، سارا دن روزہ رکھتا ہے، ساری رات عبادت کرتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا میں اُسے دن کے روزے اور رات کی عبادت سے روک دوں، کہا: وہ وہاں سے چل دی پھر واپس آ کر دوبارہ وہی بات کہنے لگی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے پہلے کی طرح جواب دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی بات کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکے، کعب بن سور رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المؤمنین! اس نے بڑے پیارے انداز میں آپ کے سامنے اپنے شوہر کی ایک کمزوری بیان کی ہے۔

حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا کمزوری؟ اس کا خاوند تو نیک نظر آتا ہے، انہوں نے کہا کہ یہی تو وہ کہنا چاہتی ہے کہ سارا کا سارا دن روزہ رکھتا ہے اور پوری رات عبادت میں گذار دیتا ہے؛ لیکن بیوی کے پاس وقت گذارنے کیلئے اس کے پاس فرصت نہیں ہے، تب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سوچنے لگے کہ کتنے پیارے انداز میں بیوی نے اپنے شوہر کی شکایت کی چنانچہ آپ نے اس کے خاوند کو بلایا، وہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ تھے، بڑے نیک تھے، وہ جب آئے تو انہوں نے کہا: جی ہاں، میں اللہ کے قرآن میں اتنا مزہ پاتا ہوں کہ میری بیوی کی طرف اتنی توجہ نہیں ہوتی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کعب بن سور رضی اللہ عنہ سے کہا: جب آپ نے مسئلہ کو سمجھا ہے، اب مسئلہ کا حل بھی آپ ہی سمجھا دیجئے، چنانچہ کعب بن سور رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: دیکھو! شریعت نے حکم دیا ہے، اس لئے تمہیں اپنی بیوی کو وقت دینا ہوگا، اگر تم تین دن روزہ رکھنا چاہتے ہو تو رکھو، مگر چوتھے دن افطار کرو، اور وہ دن اپنی بیوی کے ساتھ گذارو، تین رات تو شب بیداری کرو اور ایک رات اپنی اس بیوی کے ساتھ گذارو، چونکہ قرآنِ مجید نے ایک مرد کو زیادہ سے زیادہ چار عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت دی ہے فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ (۱) بالفرض اگر کوئی بغیر اجازت چار شادیاں کرے تو ہر عورت کو تین دنوں کے بعد چوتھی رات مل جائے گی۔

---

(۱) الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ابو مریم الحنفی: ۷/۹۲، دار صادر، بیروت، الطبعة الأولی: ۱۹۶۸ء

چار مہینے سے زیادہ بغیر اجازت علاحدہ نہ رہے

شوہر کو چاہئے کہ وہ بیوی سے چار مہینے سے زیادہ علاحدہ نہ رہے، چار مہینے سے زیادہ دُور رہنے پر جو نقصانات ہو سکتے ہیں اس کا اندازہ ان احادیث اور واقعات سے لگایا جا سکتا ہے کہ

حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ کو دورانِ گشت کسی عورت کی آواز سنائی دی جو اس طرح کہہ رہی تھی: ’’رات کافی لمبی ہو چکی ہے، اس کے دونوں اُفق بالکل سیاہ ہو گئے اور اس نے مجھے بیدار کر دیا ہے، میرا کوئی محبوب نہیں ہے کہ جس سے میں دِل لگی کروں، اگر اللہ تعالیٰ کا خوف دامن گیر نہ ہوتا، اور تقویٰ جیسی کوئی طاقتور چیز ہے بھی نہیں تو بدکاری سے اس تخت کے چاروں سمت ہل جاتے‘‘۔

حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ نے اُس سے کہا: تمہیں کیا ہو گیا؟ اس نے کہا: میرا شوہر کئی مہینوں سے میرے پاس موجود نہیں ہے، مجھے اس کی چاہ ہو رہی ہے، حضرتِ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا تم نے بدکاری کا ارادہ کیا ہے؟ اس نے کہا: اللہ کی پناہ! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اپنے اوپر قابو رکھو۔ ڈاک جانے ہی والی ہے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور اُن سے کہنے لگے: میں تم سے اپنے ایک اہم معاملے میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں، تم اُس کے بارے میں مجھے بتانا، وہ یہ کہ کتنی مدت میں عورت کو شوہر کی خواہش ہوتی ہے؟ انھوں نے اپنا سر نیچے کر لیا اور شرما گئیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ عزّوجل حق بات کہنے سے نہیں حیاء کرتا، انھوں نے ہاتھ کے اشارے سے تین مہینے یا چار مہینے بتلایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ تحریر روانہ کی کہ فوجیوں کو چار مہینے سے زیادہ روکے نہ رکھا جائے ’’ان لا تحبس الجیوش فوق أربعة أشهر‘‘(۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱) کنز العمّال: حقوق متفرقہ: حدیث: ۴۵۹۲۴

”لا تلجّوا علی المغیبات فانّ الشیطن یجری من أحدکم مجری الدم“(۱) ان عورتوں کے پاس نہ جاؤ جن کے شوہر موجود نہ ہوں؛ چونکہ شیطان تم میں سے ہر ایک کے اندر ایسے دوڑتا ہے جیسے جسم میں خون دوڑتا ہے، ہم نے کہا: آپ ﷺ کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: رہا میرا سوال تو اللہ نے مجھے اس پر غلبہ دیا تو وہ مسلمان ہوگیا۔

ابوصالح سے روایت ہے کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے گھر میں آنے کی اجازت چاہی تو انہوں نے ان کو اجازت مرحمت کردی تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ موجود ہیں، تو کہا کہ: نہیں ہیں، تو وہ لوٹ گئے، پھر دوسری مرتبہ اجازت چاہی، تو فرمایا: کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں؟ تو کہا کہ: ہاں موجود ہیں تو اندر آئے، ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: تم میری عدم موجودگی میں اندر کیوں نہیں آئے، تو انہوں نے کہا: ”انّ رسول اللہ نھانا ان ندخل علی المغیبات “ (۲) نبی کریم ﷺ نے ہمیں ان عورتوں کے پاس جن کے شوہر نہ ہوں جانے سے منع کیا ہے۔

اس بارے میں فقہاء کی یہ تصریحات بھی ملحوظ رہیں:

”یسقط حقھا بمرّۃ ویجب دیانۃ ولا یبلغ مدۃ الایلاء“ عورت کا حق ایک مرتبہ جماع سے ساقط ہوجاتا ہے، اور واجب ہے دیانۃ اور ایلاء کی مدت (چار مہینے) کو نہیں پہنچنا چاہئے۔

اس کے تحت علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ

”ویجب أن لا یبلغ بہ مدۃ الایلاء الاّ برضاھا وطیب نفسھا بہ“

---

(۱) ترمذی: باب من مّا جاء فی کراہیۃ الدخول علی المغیبات: حدیث: ۱۱۷۲ حافظ ابن حجر نے اس روایت کے رجال کو ثقہ قرار دیا ہے سوائے مجالد بن سعید کے یہ مختلف فیہ ہیں: فتح الباری: ۳۳۱/۹

(۲) مسند احمد: حدیث: ۱۷۸۵۷، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو احمد نے روایت کیا ہے، اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں، سوائے ابوصالح کے انہوں نے فاطمہ سے نہیں سنا ہے؛ بلکہ انہوں نے عمرو سے سنا ہے: مجمع الزوائد: باب الدخول علی النساء: حدیث: ۱۲۸۲۶

اور یہ ضروری ہے کہ ایلاء کی مدت کو یعنی چار مہینہ نہ پہنچ جائے مگر یہ کہ اس کی خوشی اور دل کی رضا سے ہو۔(۱)

ان فقہی عبارات کے تحت علامہ تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں کہ

لیکن یہ مسئلہ حقِ جماع سے متعلق ہے اور اس میں تصریح ہے کہ عورت اپنی رضا مندی سے اپنا حق ترک کرسکتی ہے؛ لیکن یہ درست ہے کہ مطلق سفر کے بارے میں فقہاء کرام کی کوئی تصریح احقر کی نظر سے نہیں گذری، لیکن فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے واقعہ علی اختلاف الروایات چار مہینے یا پانچ مہینے یا چھ مہینے تک سفر پر رہنے کی اجازت معلوم ہوتی ہے؛ لیکن ظاہر ہے کہ یہ عورت کے حق کی وجہ سے ہے اور یہ جب عورت کا حق ہے تو وہ اس سے دست بردار بھی ہوسکتی ہے، رہا یہ معاملہ کہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے یہ کیوں نہیں فرمایا کہ بیوی کی اجازت سے سپاہیوں کو چار مہینے سے زیادہ سفر پر بھیجا جاسکتا ہے، تو اس بارے میں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو اپنے لشکر کے سپاہیوں کیلئے ایک ضابطہ طئے کرنا تھا کہ ان کو کتنی مدت کے بعد واپس بلایا جائے، اس کیلئے انہوں نے چار ماہ کی مدت علی الاطلاق مقرر فرمادی، اس کی تدقیق کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ کس کی بیوی اس سے زائد کیلئے راضی ہے اور کس کی بیوی راضی نہیں۔

البتہ یہ ساری تفصیل اس وقت ہے جب کہ گھر سے باہر رہنے میں کسی فتنے کا اندیشہ نہ ہو، جہاں فتنے کا اندیشہ ہو، وہاں اس طرزِ عمل کی ہرگز حوصلہ افزائی نہیں ہونی چاہئے، آپ رضی اللہ عنہ کا یہ فرمانا بھی بجا اور درست ہے کہ احیاناً ضرورت کے مواقع پر طویل سفر اختیار کرنا اور بات ہے

اور عمل کو معمول بنالینا دوسری بات ہے اور چونکہ ایسی صورت میں فتنے کے امکانات بہت قوی ہوجاتے ہیں، اس لئے اس سے احتراز ہی کرنا چاہئے، خلاصہ یہ کہ جہاں فتنے کا ظنِ غالب ہو وہاں تو بیوی کی اجازت کے ساتھ بھی سفر اختیار کرنا جائز نہیں

---

(۱) الرد المحتار علی الدر المختار: ۳۷۹-۳۷۸/۴، دار عالم الکتب، الریاض

اوراس میں مدت کی کوئی قید نہیں اور جہاں ظن غالب نہ ہو؛ لیکن معتد بہ احتمال ہو وہاں بھی حتی الامکان اس سے احتراز ہی لازم ہے۔(۱)

مرد کی نظر جب کسی عورت پر پڑے تو اپنے اہل کے پاس آئے

مرد کی نگاہ کسی عورت پر پڑے اور اس کی جانب اس کا طبعی میلان اور رجحان ہو جائے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے اہل کے پاس آئے اور اپنی ضرورت اور حاجت کو پورا کرے اور یہ سوچے کہ جو اس عورت کے پاس ہے وہی میری بیوی کے پاس ہے۔

ایک روایت میں اسی کو نبی کریم ﷺ نے یوں فرمایا: ''أمر رسول الله ﷺ كلّ من وقع بصره على امرأة فتاقت نفسه إليها أن يجامع أهلها''(۲) جس کسی کی نگاہ کسی عورت پر پڑے اور اس کا میلان اور رجحان اس عورت کی طرف ہو جائے تو وہ اپنے اہل کے پاس آئے اور اپنی ضرورت پوری کرے۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کی نگاہ کسی عورت پر پڑی تو آپ ﷺ اپنی اہلیہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان سے اپنی ضرورت پوری کی اور باہر نکل آئے اور فرمایا: جب عورت آتی ہے تو شیطان کی صورت میں آتی ہے، جب تم میں سے کوئی شخص کسی عورت کو دیکھے اور وہ اسے بھا جائے تو اپنی بیوی کے پاس آئے؛ چونکہ اس کے پاس بھی وہی ہے جو اپنی بیوی کے پاس ہے ''فانّ معها مثل الذی معها''(۳)

تنہائی کے راز افشاء نہ کریں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھانے کے بعد تمام لوگوں سے پوچھا: کیا تم میں ایسا مرد یا عورت ہے جو اپنی بیوی سے تنہائی

---

(۱) فتاویٰ عثمانی: کتاب النکاح: ۲/۳۱۱، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند

(۲) احیاء العلوم: کتاب أداب النکاح: ۲/۲۹، دار المعرفہ بیروت، علامہ عراقی کے احیاء کی تخریج میں اس حدیث کی سند کو جید کہا ہے۔

(۳) ترمذی: الرجل یری المرأۃ تعجبہ: حدیث: ۱۵۸، امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو صحیح حسن غریب کہا ہے۔

کرے، دروازہ بند کرلے، پردہ ڈال دے، پھر لوگوں کے سامنے بولتا پھرے؟ اس کے بارے میں آپ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا: ایسی حرکت کرنے والا اور کرنے والی اُس شیطان اور شیطانہ کی طرح ہے جو سڑک پر مباشرت کریں، جبکہ لوگ دیکھ رہے ہوں:

”انّ مثل من فعل ذلك مثل شيطن وشيطنة لقى أحدهما صاحبه بالسكّة فقضى حاجته منها والنّاس ينظرون إليه“(۱)

شوہر بیوی کیلئے صفائی وستھرائی کا اہتمام کرے

اپنے آپ کو بیوی کیلئے اچھا اور بہتر ثابت کرنے کی جہاں بہت ساری صورتیں ہیں ، وہیں اس حوالے سے ایک صورت بیوی کی دل داری ودل جوئی کی یہ بھی ہے کہ شوہر بیوی کیلئے نظافت ونفاست اور صفائی وستھرائی، لباس، تراش خراش ہر چیز میں خوشنمائی اور خوبصورتی کا اہتمام کرے، کیونکہ بیوی بھی اپنے شوہر کو اچھی اور بہتر حالت میں دیکھنا پسند کرتی ہے؛ یہی وجہ ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے ساری زندگی نظافت ونفاست کا خوب اہتمام فرمایا: یہی وجہ تھی کہ سفر وحضر ہر موقع سے آئینہ، کنگھی اور سرمہ دانی اس قسم کے اصلاح ودرستگی کے سامان اپنے ساتھ لئے ہوئے ہوتے تھے، ویسے بھی رسول اللہ ﷺ نے آدمی کو پراگندہ، بری اور ابتر حالت میں رہنے سے منع فرمایا ہے :

عطا بن یسارؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا، جس کے سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے اور پریشان کن تھے، آپ ﷺ نے اشارے سے فرمایا: کہ بالوں کو درست کرلے، چنانچہ اس نے اشارۂ نبوی پاکر سر اور داڑھی کے بال درست کرلئے اور اس شخص کو پلٹتے

---

(۱) مسند احمد: مسند ابی ھریرۃ، حدیث: ۰۹۹۰، ۲/۵۴۰، محقق شعیب الارنؤ ط نے کہا ہے: اس کی سند ضعیف ہے طوافی کی جہالت کی وجہ سے، اس کے بقیہ رجال شیخین کے رجال ہیں، اس حدیث کے بعض ٹکڑوں کی دوسری اسنادیں ہیں اور شواہد ہیں جو اس کو قوی کردیتی ہیں۔

وقت آپ ﷺ نے جب اُسے اچھی حالت میں دیکھا تو فرمایا کہ کیا یہ ہیئت پہلی ہیئت سے بہتر نہیں ہے؟ جو شیطان سی معلوم ہوتی ہے ''الیس هذا خیرًا من أن یأتی أحدکم ثائر الرأس کأنّه شیطن'' (۱)

صفائی وستھرائی، نظافت ونفاست کے اہتمام کے حوالے سے یہ روایت بھی نہایت ہی واضح اور ظاہر ہے۔

حضرت سعید بن مسیبؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: اللہ پاک ہے پاکی کو پسند کرتا ہے، اللہ پاکیزہ ہے، پاکیزگی کو پسند کرتا ہے، ''إنّ الله طیّب یُحبّ الطیب، نظیف یُحبّ النظافة ''(۲)

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اپنی بیوی کو خوش کرنے کیلئے میں بھی اپنی زینت کروں جس طرح وہ مجھے خوش کرنے کیلئے اپنا بناؤ سنگھار کرتی ہے؛ چونکہ ارشادِ باری ہے: وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ (۳) اور عورتوں کا بھی حق ہے، جیسا کہ مردوں کا حق ان پر ہے دستور کے مطابق۔'' میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ تو میرے تمام حقوق کی ادائیگی کرے، اور میں نہ کروں؛ حالانکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے۔ یعنی جس طرح مرد کو ہر اعتبار سے عورت پر فضیلت حاصل ہے، اسی طرح اسے اخلاق کے اعتبار سے بھی اس پر فضیلت ہونا چاہئے۔ (۴)

امام ابو یوسفؒ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ: جیسے مجھے یہ پسند ہے کہ میری

---

(۱) مؤطا مالک: باب اصلاح الشعر، حدیث: ۳۴۹۴، مؤسسة زاید بن سلطان آل نہیان، الطبعة الأولی، ۱۴۲۵ھ

(۲) ترمذی: کتاب الأدب، النظافة، حدیث: ۲۷۹۹، امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو خالد بن الیاس کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔

(۳) البقرة: ۲۲۸

(۴) السنن الکبریٰ للبیہقی: باب حق المرأة علی الزوج، حدیث: ۱۵۵۰۵

بیوی میرے لئے زینت کرے، اسے بھی یہ اچھا لگتا ہے کہ میں اس کیلئے زینت کروں ’’كما يعجبني أن تتزين لي زوجتي يعجبها أن اتزين لها‘‘(۱)

بیوی کے کپڑے اور دیگر ضروریات کا انتظام

شوہر کی ایک اہم ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ بیوی کو نفقہ اپنی حیثیت کے مطابق (کپڑا، کھانا اور گھر) دیا کرے، اور بیوی کو ان ضروریات سے بے نیاز کردے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِنْ سَعَتِهٖ وَ مَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتَاهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (۲)

جس کے پاس گنجائش ہو اس کو چاہئے کہ اپنی گنجائش سے خرچ کرے اور جس کی آمدنی نپی تلی ہو وہ جتنا اس کو خدا نے دیا ہے اسی کے موافق خرچ کرے، اللہ تعالیٰ کسی کو اُس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بناتا۔

ایک روایت میں نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

حکیم بن معاویہ القشیریؒ سے روایت ہے وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم میں سے ہر شخص کے بیوی کے متعلقہ حقوق کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تو کھائے تو اسے کھلائے، جب تو پہنے تو اسے پہنائے، ’’ان تُطعمها اذا طعمت، وتكسوها اذا كسوت‘‘(۳)

اور ایک جگہ نبی کریم ﷺ نے مرد کی اس ذمہ داری کو بیان کرتے ہوئے یوں فرمایا: ’’أن تُحسنوا إليهنّ في كسوتهنّ وطعامهنّ‘‘(۴) کہ تم ان بیویوں

---

(۱) الفتاویٰ الهندية: ۲۵۹/۵ (۲) الطلاق: ۷

(۳) ابوداؤد: کتاب النکاح، باب فی حق المرأة على زوجها، حدیث: ۲۱۴۲، ابن الملقن نے البدر المنیر میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے: ۲۹۰/۸، دار الهجرة للنشر والتوزيع، الرياض

(۴) ترمذی: الرضاع، باب حق المرأة على زوجها، حدیث: ۱۱۶۳، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

کے ساتھ کپڑا اور کھانا دینے میں خوش اخلاقی کا برتاؤ کرو۔

ایسے ہی اس کیلئے دیگر طہارت و پاکیزگی کے سامان کا بھی نظم کرے؛ تا کہ وہ اپنے آپ کو صاف ستھرا رکھ سکے۔

شوہر پر واجب ہے کہ بیوی کیلئے ایسی چیزوں کا بھی سامان کردے جس سے وہ اپنے آپ کو صاف ستھری رکھ سکے، اور میل کچیل سے پاک رہے، جیسے کنگھی، تیل، بیری کی پتی، خطمی، اشنان اور صابون جہاں کا جو رواج ہو اور جس سے بد بو دور کر سکے اتنی خوشبو کا بھی فراہم کرنا ضروری ہے، اسی طرح بغل کی بو کو دور کرنے کا سامان بھی مہیا کرے۔(۱) اتنا پانی فراہم کرنا کہ بھی شوہر پر ضروری ہے جس سے وہ اپنے کپڑے اور بدن کو دھو سکے۔(۲)

ارشادِ نبوی ہے ’’كفى بالمرء اثما أن يضيّع من يقوت‘‘(۳) انسان کے گناہ گار ہونے کیلئے یہی بات کافی ہے کہ جن کے مصارف اس کے ذمہ ہیں ان کے حقوق ضائع کردے۔

بہتر یہ ہے کہ کھانے کپڑے وغیرہ کے انتظام کے ساتھ کچھ متعینہ رقم پیسے بیوی کو بطورِ جیب خرچ کے دیتا رہے اور اس کا حساب نہ مانگے، چاہے وہ اُسے اپنی ذات پر یا اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرے یا اپنے زیور کی زکوٰۃ ادا کرلے۔

بیوی کے علاج کا خرچ شوہر کے ذمہ ہے

عورت کے علاج و معالجہ کا خرچ بھی شوہر کے ذمہ ہے، اس بارے میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں: مجھے اس بارے میں بہت ساری فقہی کتابوں کی مراجعت کا موقع ہوا، سب کے یہاں صورت حال یکساں نظر آئی، یعنی علاج کے خرچے کو

---

(۱) ردالمحتار: مطلب لا تجب علی الاب نفقة زوجة ابنه الصغیر: ۲۹۱/۵، مکتبہ زکریا دیوبند

(۲) حوالہ سابق

(۳) ابوداؤد: باب فی صلة الرحم، حدیث: ۱۶۹۲، منذری نے کہا ہے کہ: اس کو ابوداؤد، نسائی اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح السند کہا: الترغیب والترهيب: فصل وعن عبد اللّٰہ بن عمر، حدیث: ۳۰۱۴

نفقہ قرار نہیں دیا گیا ہے،لیکن تلاش کے باوجود قرآن وسنت کی کوئی ایسی نص نہیں ملی جس میں یہ صراحت ہو کہ علاج کا خرچہ شوہر پر واجب نہیں،اس لئے احقر کو کچھ خیال یہ ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم میں نفقہ کے ساتھ ''بالمعروف'' کی قید لگائی ہے،جس کا حاصل یہ معلوم ہوتا ہے کہ نفقہ کا تعین عرف پر مبنی ہے، پچھلے دور میں چونکہ علاج کا خرچہ کچھ زیادہ لمبا چوڑا نہیں ہوتا تھا؛اس لئے شاید عرف یہ تھا کہ وہ نفقہ میں شامل نہیں،اگر یہ درست ہو تو عرف کی تبدیلی سے حکم بدل جانا چاہئے،اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے دور میں عرفاً علاج ،نفقہ کا حصہ ہے، یوں بھی عقلاً یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے کہ اگر شوہر پر علاج کا خرچہ واجب نہ ہو تو بیماری کی صورت میں عورت کیا کرے؟ جبکہ موجودہ دور میں علاج کا خرچہ اتنا ہوتا ہے کہ ایک ایسی بیوی جس کا کوئی ذریعہ روزگار نہ ہو اس کا تحمل نہیں کرسکتی۔(۱)

کتنے دن میں ماں باپ سے ملوائے؟

شادی شدہ لڑکی کو والدین سے ملنے سے نہ روکا جائے ، ہر ہفتہ میں ان کو ایک مرتبہ ملنے دیا جائے اور دیگر محارم کو ایک سال میں ایک مرتبہ سے زیادہ ملنے کی اجازت نہیں، اگر کسی قسم کے شر اور فتنے کا اندیشہ ہو تو شوہر کو والدین کے گھر پر آنے سے روکنے کی بھی اجازت ہے،لیکن دور سے دیکھنے اور بات کرنے سے منع نہیں کیا جائیگا،شامی میں ہے:

''ولا يمنعهما من الدخول عليها فی كلّ جمعة وفی غيرهما من المحارم فی كلّ سنة لها الخروج ولهم الدخول''(۲)

اور نہ روکے والدین کو ہر ہفتہ اس کے پاس آنے سے اور دیگر محارم اس کے پاس کے ملاقات کیلئے سال میں ایک دفعہ آسکتے ہیں اور وہ ان سے ملاقات کیلئے سال میں ایک دفعہ جاسکتی ہے،اور ہدایہ میں ہے:

''لا يمنعهم من النظر إليها وكلامهما فی أیّ وقت اختار

---

(۱) فتاویٰ عثمانی: ۲/۴۹۱، کتب خانہ نعیمیہ، دیوبند

(۲) ردالمحتار علی الدر المختار: ۵/۳۷۸-۳۷۹

لما فيه من قطيعة الرحم وليس فى ذلک ضرر‘‘(۱)

شوہر بیوی کے والدین کو اپنی بیٹی کو دیکھنے اور اس سے بات چیت کرنے سے نہ روکے جب ماں باپ چاہیں، چونکہ اس میں بالکل روکنے میں قطع رحمی لازم آتی ہے۔

خود لڑکی کے ماں باپ کے پاس جانے کے سلسلے میں یہ تفصیل ہے کہ جس جوان عورت کے ماں باپ اس کے پاس خود آ سکتے ہوں شوہر اس کو بالکل جانے نہ دے تو ماں باپ کو کچھ اختیار نہیں؛ بلکہ خود آ کر مل جایا کریں اور اگر نہ آ سکتے ہوں تو موافق عرف اور رواج کے مطابق کبھی کبھی اس عورت کو جائز ہے کہ ماں باپ کے گھر چلی جاوے اور بار بار جانا اور زیادہ رہنا جائز نہیں، شامی میں ہے:

’’ولا يمنعها من الخروج الى الوالدين فى كلّ جمعة ان لم يقدرا على اتيانها على ما اختاره فى الاختيار فان قدر ان لا تذهب وهو حسن...ينبغى أن يأذن لها فى زيارتهما فى الحين بعد الحين على قدر متعارف، أمّا فى كلّ جمعة فهو بون بعيد فانّ فى كثرة الخروج فتح باب الفتنة خصوصاً إن كانت شابة‘‘(۲)

شوہر بیوی کو ہر جمعہ والدین کے پاس جانے سے نہیں روکے گا جبکہ وہ اس کے پاس نہ آ سکتے ہوں اور اگر وہ اس کے پاس آ سکتے ہوں تو اس کا نہ جانا ہی بہتر ہے......مناسب تو یہی ہے کہ رِواج کے مطابق کبھی کبھار بیوی کو والدین سے ملاقات کی اجازت دی جائے، ہر جمعہ کو اجازت دینا تو یہ بہت دور کی بات ہوئی، چونکہ زیادہ آنے جانے میں

---

(۱) الهداية:۴۲/۲،المكتبة الاسلامية

(۲) ردالمحتار على الدر المختار:۳۷۸/۵-۳۷۹

فتنہ کا اندیشہ ہے، خاص طور سے جبکہ عورت نو جوان ہو، یہ بات قانون کی ہے ورنہ بیوی شوہر کو چاہئے کہ ایک دوسرے کے خاندانی حالات، ملازمت وتجارت کے تقاضے بچوں کی تعلیم و تربیت کے مسائل کو سامنے رکھ کر حسبِ سہولت بیوی کے والدین وغیرہ سے ملاقات کریں یا کروائیں۔

بیوی اور اولاد پر خرچ کرنے کی فضلیت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقہ دینے کا حکم دیا، ایک شخص نے کہا: میرے پاس ایک دینار ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اپنی ذات پر خرچ کرو، اس شخص نے کہا کہ میرے پاس ایک اور ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اپنی بیوی پر خرچ کرو، اس نے کہا: میرے پاس ایک اور ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے خادم پر خرچ کرو، اوراس کے بعد تم خود دِیدہ وَر ہو (یعنی اب جہاں ضرورت ہو وہاں خرچ کرو'' ثمّ أنت أبصر ''(۱)

الغرض حضور ﷺ نے اس حدیث میں یہ رہنمائی اور ہدایت فرمائی ہے کہ اولاً اپنے اہل وعیال کی ضروریات کا خیال کیا جائے، پھراس کے بعد صدقہ وغیرہ کیا جائے، اپنی ذات پر یا اہل وعیال پر ضرورت کی حد تک نہ کہ اِسراف کی حد تک خرچ کرنا بھی دوہرے ثواب کا ذریعہ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ایک دینار وہ ہے جس کو تو نے اللہ کے راستے میں خرچ کیا، اور ایک دینار وہ جس سے تو نے غلام آزاد کیا، اور ایک دینار وہ ہے جس کو تو نے غریب پر خرچ کیا، اور ایک دینار وہ ہے جس کو تو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے ''أعظمها أجرًا انفقته على أهلك''(۲) اس میں سب

---

(۱) الأدب المفرد: باب نفقة الرجل على عبده وخادمه، حدیث: ۱۹۷، اس کو مولانا الیاس بارہ بنکوی نے حسن کہا ہے۔ (۲) مسلم: باب فضل النفقه على العيال، حدیث: ۹۹۵

سے بڑا اَجروالا وہ دینار ہے جس کو تو نے اہل وعیال پر خرچ کیا۔

ہندہ بنت عتبہ، ابوسفیان کی بیوی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی، اور کہا: اے اللہ کے رسول! ابوسفیان کنجوس اور بخیل آدمی ہیں، وہ مجھے اتنا نہیں دیتے جو میرے اور میرے بچوں کیلئے کافی ہو، ہاں جو مال میں ان کے علم کے بغیر لیتی ہوں، کیا اس میں کوئی میرے لئے کوئی حرج ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان کے مال سے اس قدر لو جو تمہیں اور تمہاری اولاد کیلئے کافی ہو ''خذی من ماله بالمعروف ما يكفيك ويكفى بنيك''(۱)

بیوی سے ملازمت کروانا

جس خوددار شوہر کو یہ معلوم ہے کہ فطرتِ انسانی کے پیدا کرنے والے اللہ نے مرد وعورت کو الگ الگ صلاحیتوں کا مالک بنایا ہے اور اسی اعتبار سے دونوں پر علیحدہ ذمہ داریاں ڈالی ہیں، شوہر کی خدمت، اولاد کی دیکھ بھال، گھریلو کام انجام دینا، یہ ساری ذمہ داریاں ہی اس کیلئے کافی ہیں، بے چاری کا دن ختم ہو جاتا ہے، مگر کام پورا نہیں ہوتا، عورت کا خرچ ہر حال میں مرد کے ذمہ ہے، اگر بیٹی ہے تو باپ کے ذمہ، بہن ہے تو بھائی کے ذمہ، بیوی ہے تو شوہر کے ذمہ اور اگر ماں ہے تو بیٹا اس کا ذمہ دار ہے عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ (۲) خوش حال پر اس کی حیثیت کے مطابق اور تنگ دست پر اس کی حیثیت کے مطابق ہے دستور کے موافق دینا۔

اسی طرح اسے یہ بھی معلوم ہے کہ معاش اور روزگار ضروریاتِ زندگی ہیں، مقصدِ زندگی نہیں، خواہشات کی کوئی حد نہیں، معیارِ زندگی بنانے اور بچانے کا جذبہ سوائے نا ختم ہونے والی حرص کو بھڑکانے کے سوا کچھ نہیں، رزق محنت سے نہیں خلاّقِ عالم کی تقسیم سے ملتا ہے، ان تمام حیثیتوں کا جاننے والا شوہر اپنی بیوی سے ملازمت نہیں کروا سکتا ہے، پھر آئے دن کا تجربہ ہے کہ عورت کے معاشی خود کفیل ہو جانے کے بعد شوہر کے تقدس

---

(۱) مسلم: باب قضية هند، حدیث: ۱۷۱۴

(۲) البقرة: ۲۳۶

واحترام کا رشتہ کمزور پڑ جاتا ہے، پھر کبھی حیاء وعفت داغدار ہوجاتی ہے، اولاد کی تعلیم وتربیت سے لا پرواہی ہوجاتی ہے، دن بھر کی ملازمتی سرگرمیوں کے بعد پھر گھریلو کام کاج، عورت کی طبیعت کو چڑ چڑا کردیتے ہیں؛ اس لئے اگر پردہ کی پابندی اور نامحرم مردو ں سے اختلاط نہ بھی ہوتو تب بھی مناسب نہیں ہے، بہت بے غیرتی کی بات ہے، اگر بے پردہ ماحول اور نامحرموں کے ساتھ تنہا کام کرنے کی نوبت آتی ہوتو ملازمت کرنا اور کروانا حرام ہے۔

ہاں اگر ضرویاتِ زندگی کا پورا کرنا دشوار ہورہا ہوتو گھر بیٹھے حدودِ شریعت میں رہ کر کمپیوٹر کے ذریعہ پڑھانے لکھانے، کپڑے سینے وغیرہ کے کام کرنا جائز ہے، چنانچہ صحابیات بھی اسی قسم کے کاموں کے ذریعہ سے شوہروں کا تعاون کرنا ثابت ہے۔

بیوی سے اظہارِ محبت وملاطفت کرے

شوہر کو چاہئے کہ بیوی سے محبت واُلفت کا اظہار بھی کرتا رہے، کوئی ایسا قول یا عمل جس سے بیوی کی محبت کا اظہار ہوتا ہو کہے، اس سے آپس کے تعلقات پر بہت اچھا اثر پڑتا ہے، نبی کریم ﷺ کو اپنی ازواج سے بے انتہا محبت تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ پیالہ سے اس جگہ سے پانی پیتے جہاں سے میں نے پانی پیا ہوتا: ''ويضع فمه حيث وضعت فمي في القدح''(۱)

سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ ''کنتُ اتعرّق العظم وانا حائض فيأخذ رسول الله فيضع فمه حيث كان فمي'' میں حالتِ حیض میں ہڈی کو چوستی تو آپ جہاں سے میں نے اس ہڈی چوسا ہوتا تھا وہاں منہ رکھ کر ہڈی کو چوستے۔(۲)

یہ آپ ﷺ کا اپنی بیویوں کے ساتھ محبت کا اظہار تھا؛ بلکہ بعض روایات میں

---

(۱) نسائی: کتاب الطهارة، باب مؤاكلة الحائض والشراب من سؤرها، حدیث: ۲۷۹، اس روایت کو البانی نے صحیح السند قرار دیا ہے۔

(۲) ابن ماجہ: کتاب الطهارة، باب ما جاء مؤاكلة الحائض وسؤرها، حدیث: ۶۴۳، محقق شعیب الارنؤط نے اس حدیث کی سند کو مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے۔

آتا ہے کہ حضور ﷺ ایک دن گھر تشریف لائے، آپ ﷺ نے دیکھا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پیالے میں پانی پی رہی ہیں، اللہ کے محبوب ﷺ نے دور سے دیکھ کر فرمایا: اے حمیرا! جو پانی تم پی رہی ہو اس میں سے کچھ میرے لئے بچالینا، آپ ﷺ نے وہ پیالہ لیا، چاہتے تھے کہ اسے پی لیں؛ لیکن رُک گئے، فرمایا: حمیرا! کیا تم مجھے بتا سکتی ہو کہ تم نے کس جگہ منہ لگا کر پانی پیا تھا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نشاندہی کرنے پر آپ ﷺ نے وہاں منہ لگا کر پانی پیا۔

یہ اظہارِ محبت ولطافت کے علاوہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم نے اپنی ازواج کے ساتھ واقعتاً میاں بیوی کے درمیان درکار محبت کا حق ادا کر دیا، حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اس حوالے سے واقعات ملاحظہ کیجئے۔

ایک بار حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا **بنت الخليفه الخثعميه** رضی اللہ عنہا یہ آپ ﷺ کا اپنی بیویوں کے ساتھ محبت کا اظہار تھا؛ بلکہ بعض روایات میں رضی اللہ عنہ کو غصہ کی حالت میں طلاقِ بائن دے دی، بعد کو مہر کی رقم بھیجی تو وہ اس کو دیکھ کر رو پڑیں، اور کہا کہ جدا ہونے والے دوست کے مقابلے میں یہ نہایت حقیر چیز ہے، قاصد نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اس کی خبر دی تو وہ بھی بے اختیار رو پڑے اور فرمایا کہ اگر طلاقِ بائن دے چکا نہ ہوتا تو رجعت کر لیتا۔(۱)

حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنی بی بی عاتکہ رضی اللہ عنہا سے اس قدر محبت تھی کہ ان کے عشق میں جہاد کو تک ترک دیا تھا، اس خیال سے حضرت ابوبکر ﷺ نے ان کو طلاق دینے پر مجبور کیا، پہلے تو انہوں نے ٹال دیا؛ لیکن جب ان کی طرف سے سخت اصرار ہوا تو اطاعتِ والدین کے خیال سے طلاق دی اور یہ اشعار کہے:

---

(۱) المعجم الكبير: حسن بن علی بن ابی طالب، حدیث: ۲۷۵۷، مکتبۃ العلوم والحکم الموصل الطبعۃ الثانیۃ: ۱۴۰۴، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس تمام روایات کو طبرانی نے روایت کیا ہے، پہلے کی سند کے رجال صحیح کے رجال ہیں: مجمع الزوائد: باب تعلیق الطلاق: حدیث: ۷۷۹۰

اعاتك لا انساك ما ذرّ شارق
وما ناح قمری الحمام المطوق

اے عاتکہ! جب تک سورج چمکتا اور قمری بولتی رہے گی میں تجھے نہ بھولوں گا

اعاتك قلبی كلِ يومٍ وليلة
إليك لما تخفی النفوس معلق

اے عاتکہ! میرا دل ہر دن اور ہر رات بصد ہزار تمنا وشوق تجھ سے لگا ہوا ہے

ولم ار مثلی طلق اليوم مثلها
ولا مثلها فی غير حرم تطلق

مجھ جیسے شخص نے اس جیسی عورت کو کبھی طلاق نہ دی ہوگی اور نہ ایسی عورت کو بغیر گناہ کے طلاق دی ہوگی۔

حضرتِ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر ان اشعار کا سخت اثر ہوا اور انہوں نے رجعت کرنے کی اجازت دے دی۔(۱)

ہمیشہ مسکراتے ہوئے گھر میں آئیں

شادی کا مقصود دراصل پرسکون زندگی کا حصول ہے ارشادِ باری عز وجل ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْۤا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ (۲)

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تم ہی میں سے تمہارے لئے جوڑا بنایا؛ تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرسکو،

(۱) الاستيعاب فی معرفة الأصحاب: ۲/۱۰۷ (۲) الروم: ۲۱

اورتمہارے درمیان مودت ورحمت رکھ دی ، وبے شک اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کیلئے۔

اس لئے زندگی کا یہ بھی اصول بنالیں کہ جب بھی گھر میں داخل ہوں مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ داخل ہوں ، یہ حضور ﷺ کی مبارک سنت ہے۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ جب بھی گھر میں داخل ہوتے تومسکراتے چہرے کے ساتھ داخل ہوتے اوراہلِ خانہ کوسلام کرتے۔

اس حدیث کے پیشِ نظر ہر شخص کو چاہئے کہ گھر کے باہر کے جھگڑے وہیں دفن کردے اور جب گھر میں آئے تو چہرے پر مسکراہٹ اور خندہ پیشانی کے ساتھ اورسلام کرتے ہوئے آئیں۔

ایسے ہی جب گھر میں داخل ہوں تو گھر میں داخل ہونے کی دعا پڑھتے ہوئے ، روایات میں آتا ہے کہ جب مرد گھر میں داخل ہوتا ہےتو شیطان اس کے ساتھ ہوتا ہے، اور زوجین کے مابین جھگڑے کا باعث بنتا ہے۔اگر وہ مسنون دعا پڑھ کر گھر میں داخل ہوتا ہےتو شیطان پیچھے رہ جاتا ہے۔

حضرت ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہوتو یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُكَ خَيْرَالْمَوْلَجِ وَخَيْرَالْمَخْرَجِ، بِسْمِ اللّٰهِ وَلَجْنَا، وَبِسْمِ اللّٰهِ خَرَجْنَا، وَعَلَى اللّٰهِ رَبِّنَا تَوَكَّلْنَا (۱)

اے اللہ! میں آپ سے گھر میں داخل ہونے اور گھر سے نکلنے کی بھلائی مانگتا ہوں یعنی میرا گھر میں داخل ہونا اور باہر نکلنا میرے لئے بھلائی کا ذریعہ بنے،اللہ تعالیٰ کے ہی نام سے ہم گھر میں داخل ہوئے

---

(۱) ابوداؤد: باب ما یقول الرجل اذا دخل بیتہ،حدیث:۵۰۹۶،امام نوویؒ نے الاذکار میں کہا ہے کہ اس کو ابوداؤد نے ضعیف نہیں کہا ہے،عبدالقادر الارنؤط کہتے ہیں، اس کی سند حسن درجے کی ہے: الاذکار:۱/۱۹

اور اللہ تعالی کے ہی نام کے ساتھ گھر سے نکلے اور اللہ تعالی ہی پر جو
ہمارے رب ہیں ہم نے بھروسہ کیا، پھر اپنے گھر والوں کو سلام کرے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہوتا ہے اور داخل ہونے اور کھانے کے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان (اپنے ساتھیوں سے) کہتا ہے: یہاں تمہارے لئے نہ رات کو ٹھہرنے کی جگہ ہے اور نہ رات کا کھانا ہے اور جب گھر میں داخل ہوتا ہے اور داخل ہوتے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا تو شیطان (اپنے ساتھیوں سے) کہتا ہے کہ: یہاں تمہیں رات گذارنے کی جگہ مل گئی اور جب کھانے کے وقت بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا تو شیطان (اپنے ساتھیوں سے) کہتا ہے کہ یہاں تمہیں رات رہنے کی جگہ کے ساتھ کھانا بھی مل گیا'' قال: أدركتم المبيت والعشاء''(۱)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی میرے گھر سے نکلتے تو آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر یہ دعا پڑھتے:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَضِلَّ اَوْ اُضِلَّ اَوْ اَزِلَّ اَوْ اُزِلَّ اَوْ اَظْلِمَ اَوْ اُظْلَمَ اَوْ اَجْهَلَ اَوْ اُجْهَلَ عَلَيَّ" (۲)

اے اللہ! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ میں گمراہ ہو جاؤں یا گمراہ کیا جاؤں، یا سیدھے راستے سے پھسل جاؤں، یا ظلم کروں یا مجھ پر ظلم کیا جائے یا جہالت کا برتاؤ کروں یا میرے ساتھ جہالت کا برتاؤ کیا جائے۔

---

(۱) مسلم: باب أداب الطعام والشرب، حدیث: ۵۲۶۲

(۲) ابوداؤد: باب ما يقول اذا خرج من بيته، حدیث: ۵۰۹۴، امام نووی نے الاذکار میں کہا ہے کہ ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے: الاذکار: ۱/۱۸ صاحب عون المعبود کہتے ہیں، منذری کہتے ہیں کہ اس کو ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے: باب ما يقول اذا خرج من بيته: حدیث: ۱۳/۲۹۶

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص اپنے گھر سے نکلتے وقت یہ دعا پڑھے "بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ" (۱) میں اللہ کا نام لے کر نکل رہا ہوں، اللہ ہی پر میرا بھروسہ ہے، کسی خیر کے حاصل کرنے یا کسی شر سے بچنے میں کامیابی اللہ ہی کے حکم سے ہوسکتی ہے۔ اس وقت اس سے کہا جاتا ہے یعنی فرشتے کہتے ہیں: تمہارے کام بنا دئے گئے اور تمہاری ہر شر سے حفاظت کی گئی (شیطان نامراد ہوکر) اس سے دور ہوجاتا ہے۔

بیوی کے اچھے کاموں کی تعریف کی جائے

زوجین کے مابین خوشگوار زندگی کا ایک اصول یہ ملحوظ رہے کہ بیوی کے ہر اچھے کام کی تعریف کی جائے مثلاً: آپ نے کھانا بہت اچھا بنایا، اب یہ کھانے کی تعریف کرنا بھی سنت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب کھانا آتا، اگر کھانا ناپسند ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہتے اور آپ کھانا تناول نہ فرماتے، مگر زبان سے کچھ نہ کہتے؛ لیکن اگر کھانا اچھا ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے: کھانا اچھا ہے "ما عاب رسول الله طعامًا قطّ ان اشتهاه أكله إن كرهه تركه" (۲)

اگر تنقید کرنی ہو تو اچھے کام کی تعریف بھی کی جائے، اگر تعریف کرتے ہوئے کبھی ایک دفعہ تنقید کی جائے تو وہ قابل اصلاح سمجھ کر اصلاح کرلے گی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقۂ کار بھی یہی تھا کہ ایک صحابی تھے، تہجد کی نماز میں ان کیلئے اٹھنا مشکل تھا، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا اور نام لے کر فرمایا کہ: یہ آدمی بڑا ہی اچھا ہے، اگر تہجد کا پابند ہوتا تو کیا بات تھی "نعم الرجل عبد الله لو كان يقوم من الليل" (۳)

محدثین نے لکھا ہے کہ ان کو تہجد کے بارے میں کہنا تھا؛ لیکن سیدھا تہجد پڑھنے کا

---

(۱) ترمذی: باب ما يقول الرجل اذا خرج من بيته: حدیث: ۳۴۲۶، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن، صحیح اور غریب ہے، ہمیں صرف اسی ایک طریق سے معلوم ہے۔

(۲) بخاری: باب ما عاب النبيا طعامًا قط: حدیث: ۵۰۹۳

(۳) بخاری: باب فضل قيام الليل: حدیث: ۱۰۷۰

حکم نہیں دیا؛ بلکہ فرمایا: یہ نوجوان بہت اچھا ہے، کیا مزہ ہو کہ یہ تہجد کا بھی پابند ہو جائے۔

شوہر بیوی کے کاموں میں دلچسپی لے

خوشگوار زندگی کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ شوہر بیوی کے کاموں میں توجہ اور دلچسپی لے، مطلب یہ ہے کہ گھریلو کاموں میں تھوڑا ہاتھ بٹائے یا کم از کم اپنی جانب سے گھریلو معاملات میں کچھ مشورہ دے، اس طرح بیوی کے دل کو جیتا جا سکتا ہے۔

حضراتِ انبیاء علیہم السلام اہلِ خانہ کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے، چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کے پیغمبر ہیں، ان کی بیوی بیماری کی حالت میں ہیں، انہیں سردی لگی اور وقت کے پیغمبر آگ ڈھونڈنے کیلئے چل پڑے، پروردگار کو یہ عمل پسند آیا اور نبوت سے سرفراز فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتِ مبارکہ یہ تھی کہ گھر کے دیگر ضروریات کو پورا فرماتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں معمولات کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر سے جوئی نکالتے، اپنی بکری کا دودھ دوہتے، اپنے کپڑے سی لیتے، اپنی خدمت خود کر لیتے، اپنے جوتے سی لیتے اور وہ تمام کام انجام دیتے جو ایک مرد اپنے گھر میں انجام دیتا ہے، وہ اپنے گھر والوں کی خدمت میں لگے ہوتے یہاں تک کہ جب نماز کا وقت ہوتا تو چھوڑ کر چلے جاتے ''ویکون فی مهنه أهله، إذا حضرته الصلاة قام إلی الصلوة''(۱)

ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں کے کاموں میں مدد کرنے کا حکم کرتے ہوئے فرمایا: حضرت سلام بن عمرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں، ان کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آؤ، ان سے اس کام میں مدد لو جو تم پر بھاری پڑے، اور ان کا تعاون کرو،

---

(۱) ترمذی: باب مما فی صفة اوانی الحوض: حدیث:۲۴۸۹، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اس کام کی ادائیگی میں جوان پر بھاری پڑے: ''استعینوھم علی ما غلبکم وأعینوھم علی ما غلبوا''(۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ خادم کے کام میں مدد کرو؛ کیونکہ اللہ کا بندہ جو اس کے نزدیک عامل ہے (یعنی) خادم وہ محروم نہیں رہتا ''أعینو العامل من عملہ''(۲)

جب نبی کریم ﷺ نے خادم کے کاموں میں مدد اور تعاون کرنے کو فرمایا ہے تو بیوی کے کاموں میں مدد وتعاون کس اہمیت کا حامل ہوسکتا ہے اس کا خود ہی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

بیوی کو کبھی تحفہ اور ہدیہ دیا کریں

وقتاً فوقتاً بیوی کو ہدیہ، تحفہ دیا کریں، وہ جب لڑ جھگڑ کر شوہر سے کوئی چیز لے ہی لے گی تو بہتر ہے کہ اس سے پہلے ہدیہ اور تحفہ کی شکل میں معمولی چیز ہی سہی لا کر دے تو بیوی کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہے گی، ویسے بھی ہدیہ دینا حضور ﷺ کی سنت ہے، حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے ''تھادّوا تحابّوا''(۳) تم آپس میں ہدیہ دیا کرو اس سے محبت بڑھے گی۔

گھر میں شریعت کی پابندی کروائیں

شوہر کو چاہئے کہ شریعت کی پابندی خود بھی کرے اور اپنی بیوی واولاد سے بھی کروائے، شریعت کی پابندی نہ کرنے کا اثر سارے گھر پر پڑتا ہے، بیوی اور اولاد نافرمان ہوجاتی ہے؛ اس لئے سر کے بالوں سے لے کر پیر کے ناخن تک سنتوں کا اہتمام ہو، خصوصاً

---

(۱) الأدب المفرد: باب ھل یعین عبدہ، حدیث: ۱۹۰، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس روایت کو ابویعلی نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال ثقہ ہیں: مجمع الزوائد: باب ما یکرہ من حبس الرقیق: ۲۱۴/۷

(۲) الأدب المفرد: باب ھل یعین عبدہ، حدیث: ۱۹۱، مولانا الیاس بارہ بنکوی کہتے ہیں: اس کے رجال ثقہ ہیں، صحابی کی جہالت مضر نہیں ہوتی۔

(۳) الأدب المفرد: باب قبول الھدیۃ، حدیث: ۵۹۴، مولانا الیاس بارہ بنکوی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

پردہ وغیرہ کا اہتمام کروایا جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب گھر میں تشریف لاتے تو کسی قدر آواز سے یہ الفاظ دُہراتے:

لوکان لابن اٰدم وادیامن من مال لا بتغٰی وادیًا ثالثا ولا یملأ فمه إلا التراب وما جعلنا المال إلا لإقامة الصلوة وایتاء الزکوة ویتوب اللّٰه علی من تاب(۱)

آدم کے بیٹے کی ملکیت میں اگر دولت و مال سے بھرے ہوئے دو میدان ہوں تو وہ تیسرے کی حرص کرے گا، اس کی حرص کے منہ کو صرف مٹی ہی بھر سکتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے دولت تو اپنی یاد دِلانے اور مسکینوں کی مدد کرنے کیلئے پیدا کی ہے، جو اللہ کی طرف متوجہ ہو تو اللہ بھی اس کی طرف متوجہ ہوگا۔

ان الفاظ کی روزانہ تکرار سے مقصود یہ تھا کہ تمام اہلِ بیت کو دنیا کی بے ثباتی اور دولت کا ہیچ ہونا یاد رہے۔

حضرت فضیلؒ تابعین میں سے ایک بزرگ تھے، وہ فرماتے تھے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے میں مجھ سے کوتاہی ہوئی تو میں نے اس کا اثر اپنی بیوی میں یا اپنی باندی میں یا اپنی سواری کے جانور میں دیکھا، یعنی میں نے اللہ کے حکم کو ماننے میں سستی اور غفلت کی تو جو چیزیں میرے ماتحت تھیں انہوں نے میرے حکم کو ماننے میں کوتاہی کی ''انّی لأعصی اللّٰه فأعرف ذلك فی خلق دابتی وزوجتی''(۲)

اہل وعیال کو اللہ سے ڈرائیں

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں

---

(۱) مسند احمد:۶/۵۵

(۲) حلیۃ الأولیاء: الفضیل بن عیاض، حدیث:۲۱/۱۱

کی وصیت کی، ان میں ایک وصیت یہ فرمائی کہ ’’ولا ترفع عنهم عصاك‘‘ ان کو ادب سکھانے کے پیشِ نظر ان سے اپنی لاٹھی ہٹا کر مت رکھنا، مطلب یہ ہے کہ اپنے گھر والوں کو ادب واخلاق کے سکھانے میں کمی کوتاہی نہ کرے اور لاٹھی اٹھا کر مت رکھ دینا کہ وہ مطمئن ہوکر احکامِ خداوندی کو فراموش کردیں، مقصد یہ ہے کہ اپنے گھر والوں کو اللہ تعالیٰ کے احکام پر لگانے کی ہر وقت فکر رکھو، دین کے بارے میں ان کا خیال رکھنا خواہ ان کو گوار گذرے یا ناگوار، نمازیں پابندی سے پڑھاؤ، رمضان کے روزے رکھواؤ، حرام کاموں سے روکو، گناہوں سے پرہیز کرواؤ، اخلاق وآداب سکھواؤ، خواہ اس کیلئے مار پیٹ کرنی پڑے، اور فرمایا: ’’واخفهم فى اللّٰه‘‘(۱) اور ان کو (اللہ کے احکام وقوانین) کے بارے میں ڈراتے رہنا، (مطلب یہ ہے کہ محض ڈنڈے ہی کے زور سے کام نہ چلاؤ، اس میں گھر والے صرف تم سے ڈریں گے، بلکہ یہ کوشش کرو کہ وہ خدا سے ڈریں، ان کے دل میں خدائے پاک کا خوف بٹھانے کی کوشش کرو، اگر خدا کا خوف بیوی بچوں کے دل میں بٹھا دیا تو فرائض کی ادائیگی اور گناہ چھوڑنے میں اور نوافل اوراذکار میں لگنے میں انہیں تکلیف محسوس نہ ہوگی۔

اور ایک جگہ میاں بیوی کے آپس میں ایک دوسرے کو خیر کی ترغیب دینے کی صورت کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس مرد پر اللہ رحم فرمائے جو رات کو اٹھے اور نوافل ادا کرے، اپنی بیوی کو جگائے اور وہ بھی نوافل ادا کرے اور اگر بیوی اٹھنے میں سستی کرے تو اس کے چہرے پر پانی چھڑک کر اسے جگائے۔ ’’رحم الله رجلاً قام من اللّيل فصلىّ وأيقظ امرأته فصلّت، فان أبت رشّ فى وجهها الماء‘‘ اللہ رحم فرمائے اس عورت پر

(۱) المستدرک: ذکر أمیمة مولاة رسول اللّٰہ، حدیث: ۶۸۳۰، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، اس میں عمرو بن واقد ہیں، ان کو بخاری اور ایک جماعت نے ضعیف قرار دیا ہے، اور بوصری کہتے ہیں: وہ صدوق تھے: مجمع الزوائد: باب الکبائر: حدیث: ۳۹۶

جو رات کے وقت اٹھے اور نفل پڑھے اور اپنے شوہر کو بھی جگائے اور وہ بھی نفل پڑھے اور اگر شوہر اٹھنے میں دیر کرے تو اس کے چہرے پر پانی چھڑک کر اسے جگائے۔(۱)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ: جب کوئی مرد اپنی بیوی کو جگاتا ہے اور وہ دونوں مل کر دو رکعت نماز پڑھتے ہیں تو شوہر کا نام ذکر کرنے والوں میں اور بیوی کا نام ذکر کرنے والوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔

خلیفۂ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ شب میں خدا کے حضور کھڑے ہوئے عبادت کرتے رہتے، پھر جب سحر کا وقت آتا تو اپنی رفیقۂ حیات کو جگاتے اور کہتے: اٹھو اٹھو نماز پڑھو، اور پھر یہ آیت پڑھتے وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا (۲)

جس کے سامنے قبر کے حالات بیان ہوتے رہتے ہوں، میدانِ حشر کا عالم بیان کیا جاتا ہو، دوزخ کے سخت عذاب کی کیفیت بیان کی جاتی ہو وہ شخص گناہوں کی جرأت کیسے کرے گا اور کیونکر خدائے پاک کی رضا اور ہمیشہ کے آرام وراحت کی جگہ یعنی جنت کا طالب نہیں ہوگا۔

شوہر اپنی نگاہ پاک رکھے

اگر شوہر یہ چاہتا ہے کہ اس کے اہل وعیال پاکیزہ خیال، خدا ترس ہوں بدنگاہی، بدتمیزی، خرافات وخرابات سے محفوظ ومامون ہوں تو خود شوہر کو چاہئے کہ اپنے افکار وخیالات اور اپنی نگاہوں کو پاک صاف رکھے، اس طرح اس کے اہل وعیال بھی عفیف اور پاکیزہ رہیں گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے ''عفّوا تعفّوا نساء کم، برّوا یبرّکم ابناءکم'' (۳)

تم عفیف اور پاکیزہ رہو تو تمہاری عورتیں بھی عفیف اور پاکیزہ رہیں گی، تم اگر

---

(۱) ابوداؤد: باب قیام اللیل، حدیث: ۱۳۰۸

(۲) کنز العمال: فضائل الفاروق: حدیث: ۳۵۷۵۸

(۳) تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ: ۲/۲۲۷، دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

اپنے آباء واجداد کے ساتھ نیک سلوک اور اچھا برتاؤ کرو تو تمھاری اولاد تمہارے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والی ہوگی۔

مردوں کو سورۂ مائدہ اور عورتوں کو سورۂ نور بھی سکھاؤ

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے مردوں کو سورۂ مائدہ اور اپنی عورتوں کو سورۂ نور سکھاؤ: ''علّموا رجالكم سورة المائدة وعلّموا نساء كم سورة النّور''(۱)

اس حدیث میں مردوں کو سورۂ مائدہ اور عورتوں کو سورۂ نور کی تعلیم دینے کا حکم دیا گیا ہے، ان دونوں میں بہت سے احکام ہیں، سورۂ مائدہ میں حج کا احرام باندھنے والوں کو ہدایت دی گئی ہے اور جن جانوروں کا گوشت کھانا حرام ہے ان کی کچھ تفصیل بتائی گئی ہے، نیز غسل، وضو، تیمم کے احکام بھی بتائے ہیں اور ڈاکوؤں کو جو سزا دی جائے اس کی تفصیل بتائی ہے، یہ بھی مذکور ہے کہ کوئی کسی کو قتل کردے یا کسی کا ہاتھ پاؤں یا ناک کان کاٹ دے یا آنکھ پھوڑ دے تو اس کا قصاص کیا ہے، اس کے علاوہ اور بھی بہت سی ہدایات اور عبرت کی باتوں اور موعظت کے قصوں پر سورۂ مائدہ مشتمل ہے اور سورۂ نور میں زانی اور زانیہ اور تہمت لگانے والوں کی سزا بیان کی گئی ہے، نیز گھر میں جاتے ہوئے اجازت لینے کا حکم دیا ہے، مردوں اور عورتوں کو نظریں نیچے رکھنے کی تعلیم دی گئی ہے اور پردے کے احکام تفصیل سے بتائے گئے ہیں؛ چونکہ اس میں عورتوں سے متعلق احکام خصوصیت سے ذکر کئے گئے ہیں، اس لئے حکم ہوا کہ یہ سورۃ عورتوں کو سکھائی جائے۔

میاں بیوی ایک وقت میں غصہ میں نہ آئیں

غصہ بڑی خطرناک چیز ہے یہ سارے بنے بنائے کاموں کو بگاڑ دیتا ہے؛ اس لئے

---

(۱) شعب الایمان: ذکر السبع الطوال، حدیث: ۲۴۲۸، علامہ مناوی کہتے ہیں کہ: یہ روایت مرسل ہونے کے ساتھ ساتھ ضعیف بھی ہے، چونکہ اس کے راوی خصیف اور عثمان بن بشیر ضعیف ہیں: التیسیر بشرح جامع الصغیر: ۲/۲۶۶۔

غصہ کو پی جانے کی بے انتہا فضیلت آئی ہے، ''ما من جرعة أعظم من جرعة غيظ كظمةا عند ابتغاء وجه اللّٰه'' (۱) اللہ کے یہاں غصہ کے گھونٹ کو پی جانے سے زیادہ کوئی گھونٹ زیادہ اجر وثواب کا باعث نہیں، جو اللہ کے خوشنودی کیلئے پیا گیا ہو۔

اس لئے میاں بیوی کو چاہئے کہ دونوں ایک ساتھ غصہ میں نہ آئیں، کوئی ایک اپنے اوپر قابو کرلے، اگر دھاگہ دونوں نے پکڑا ہو اور دونوں مل کر کھینچیں پھر تو دھاگہ ٹوٹ ہی جائیگا، اگر ایک کھینچے اور دوسرا ڈھیلا چھوڑ دے تو پھر دھاگہ کبھی نہیں ٹوٹ سکتا، اگر خاوند غصہ میں ہو تو بیوی دھاگے کو کھلا چھوڑ دے، تھوڑی دیر کے بعد شوہر خود نارمل ہوجائیگا، بیوی غصہ میں آ گئی تو خاوند تھوڑی دیر کیلئے خاموش ہوجائے اور اس وقت شوہر غصہ میں نہ آئے تو بیوی کا غصہ دور ہوجائیگا، اس طرح رشتہ قائم رہے گا۔

اس حوالہ سے حضور اکرم ﷺ کی سنت ملاحظ کیجئے :

ایک مرتبہ کوئی بات ہوگئی جس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو غصہ آ گیا نبی کریم ﷺ نے ان کی ناک کو ہاتھ لگا کر تھوڑا سا مسلا یعنی اس کو ہاتھوں کی انگلیوں میں لیا اور دبایا اور پیار سے فرمایا: اے منی عائشہ! کیونکہ وہ عمر میں آپ سے چھوٹی تھیں، حالانکہ وہ اس وقت غصہ میں ہیں، نبی کریم ﷺ نے ان کے ناک کو اپنی انگلیوں میں پکڑ کے دبایا، یہ تھی محبت، یہ تھا پیار۔ پھر فرمایا: ''يا عويش! قولي: اللّٰهم ربّ محمّد اغفرلي واذهب غيظ قلبي'' (۲) اے چھوٹی عائشہ! تو اپنے رب سے استغفار کر اور یہ دعا کر: اے اللہ! میرے غصہ کو دور کر دے، اس طرح کا ان کا غصہ جاتا رہا۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا: ''إذا رأيتني غضبتُ فرضّني

---

(۱) الأدب المفرد: باب الغضب، حدیث: ۱۳۱۸ منذری کہتے ہیں کہ: اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام روات قابل حجت ہیں: الترغیب والترہیب: کتاب الادب وغیرہ، حدیث: ۴۱۶۷

(۲) کنز العمال: الغضب، حدیث: ۱۸۴۰۹، شیخ ابو اسحق الحوینی نے اس کی سند کو قوی کہا ہے: الفتاویٰ الحدیثیۃ: ۲۴۷/۱

وذا رأيتك غضبك رضّيتكِ والّا لم نصطحب‘‘(۱) اگر تو مجھے غصہ ہوتا ہوئے دیکھے تو مجھے راضی کرلینا اور جب میں تم کو غصہ میں دیکھو تو میں تم کو راضی کروں گا، ورنہ تو ہم ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔

غصہ قابو میں کرنے کے طریقے

احادیث میں یہ بتلایا گیا ہے کہ غصہ شیطان کے اثر سے ہوتا ہے، شیطان یہ چاہتا ہی ہے کہ میاں بیوی دونوں کو آپس میں غصہ دلا کر تعلقات کو خراب کردے، نبی کریم ﷺ نے احادیث میں کچھ نسخے ایسے بتائے ہیں جو غصہ کے ختم کرنے میں معاون ہوتے ہیں۔

حضرت عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: غصہ شیطان کے (اثر سے) ہوتا ہے، شیطان کی پیدائش آگ سے ہوئی ہے اور آگ پانی سے بجھائی جاتی ہے؛ لہٰذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آجائے تو اس کو چاہئے کہ وضو کرے ’’فاذا غضب أحدكم فليتوضّا ‘‘ (۲)

اس روایت میں غصہ کو ختم کرنے کا ایک طریقہ یہ بتایا گیا ہے کہ آدمی اس حالت میں وضو کرلے، اور ایک روایت میں غصہ آنے پر کھڑا ہو تو بیٹھ جانے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جانے کو کہا گیا ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو اس کو چاہئے کہ بیٹھ جائے، اگر بیٹھنے سے غصہ چلا جائے (تو ٹھیک ہے) ورنہ اس کو چاہئے کہ لیٹ جائے ’’اذا غضب احدكم وهو قائم فليجلس، فان ذهب عنه الغضب والّا فليضطجع‘‘(۳)

---

(۱) فقہ السنّۃ: وصایا الزواج: ۲/۲۳۳، دار الکتاب العربی، بیروت

(۲) ابوداؤد: باب ما یقال عند الغضب، حدیث: ۴۷۸۴، ابن ساعاتی نے ’’فتح الربانی میں کہا ہے: اس روایت پر ابوداؤد اور منذری نے سکوت اختیار کیا ہے اور حافظ سیوطی نے اس کو حسن قرار دیا ہے: الفتح الربانی کتاب الاخلاق الحسنۃ، باب ما وصفہ النبی للاذھاب الغضب: ۱۹/۱۷

(۳) ابوداؤد: باب ما یقال عند الغضب، حدیث: ۴۷۸۲، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو احمد نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں: مجمع الزوائد: باب ما جاء فی الغضب، حدیث: ۱۲۹۹۵

حدیثِ شریف کا مطلب یہ ہے کہ جس حالت کی تبدیلی سے ذہن کو سکون ملے، اس حالت کو اختیار کرنا چاہیئے؛ تاکہ غصہ کا نقصان کم سے کم ہو، بیٹھنے کی حالت میں کھڑے ہونے سے کم اور لیٹنے میں بیٹھنے سے کم نقصان کی امید ہے۔

طریقہ یہ ہے کہ آدمی نتیجہ کو سامنے رکھے جیسے ایک مرتبہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو ایک شخص نے گالیاں دیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ان خفت موازینی فانا شرمما تقول، وان ثقلت موازینی لم یضرنی ما تقول“ اگر میری نیکیوں کا پلڑا ہلکا ہوگیا تو میں اس سے بھی بدتر ہوں جتنا مجھے تم نے کہا، اور اگر میری نیکیوں کا پلڑا بھاری رہ گیا تو تیری باتوں سے مجھے کوئی نقصان نہ ہوگا۔

ایک طریقہ یہ ہے کہ آدمی کی نگاہیں اپنے عیوب پر ہوں تو اس کا غصہ بے قابو نہیں ہوگا، کیونکہ غصہ کی ایک وجہ کبر اور عجب بھی ہے جیسا کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایک شخص نے برا بھلا کہا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ما ستر اللّٰہ عنك اکثر یہ تو وہ عیوب ہیں جو تم جانتے ہو لیکن میرے وہ عیب جس پر اللہ نے پردہ ڈال رکھا ہے اس سے بھی زائد ہیں۔

حضرت مالک رحمہ اللہ بن دینار کو ایک عورت نے کہا: او رِیا کار! حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ما عرفنی غیرك“ تم نے ہی صحیح مجھے پہچانا۔(۱)

آدمی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائے کہ میرا اللہ مجھ سے زیادہ طاقت رکھتا ہے، جتنی طاقت میں اس انسان پر نہیں رکھتا، اگر میں اس شخص پر غصہ نکال لیتا ہوں تو قیامت کے دن میں اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچ نہیں سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا علم اور محبت اور ان کی حکمت کامل ہے، میرے علم وفہم کی اس کے سامنے کوئی حیثیت نہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ کی مراد میری مراد سے زیادہ بہتر ہے، لہٰذا مجھے اپنی بات کے پورے نہ ہونے اور اللہ کی منشاء کے پورے ہونے پر مجھے ناراض نہیں ہونا چاہیئے۔

---

(۱) احیاء علوم الدین: ۲۳۰/۳

آدمی اس بات کو یاد کرے کہ وہ غصہ کی حالت میں شیطان کا کھلونا بن جاتا ہے اور اس کی شکل حیوانوں، درندوں کی سی ہوجاتی ہے اور آدمی لوگوں کی نگاہوں میں ہلکا ہوجاتا ہے۔

خوب جان لینا چاہئے کہ غصہ کا آنا برا نہیں، بلکہ غصہ کے تقاضے کو پورا کرنا برا ہے اور حضور ﷺ نے اس شخص کو بہترین قرار دیا ہے جس کو دیر سے غصہ آتا ہو اور جلدی چلا جاتا ہو، اور بدترین اس کو قرار دیا ہے جس کو جلدی غصہ آتا ہو اور دیر سے جاتا ہو: الا وان خیرھم البطئ الغضب السریع الفئی۔(۱)

ناراضگی کی حالت میں ہرگز نہ سوجائیں

خوشگوار زندگی کا یہ بھی اصول ملحوظ رکھیں کہ اگر کسی وجہ سے آپس میں بحث ہوجائے یا کوئی بات ہوجائے تو ناراضگی کی حالت میں نہ سوجائیں، یہ گھر کے بگڑنے کی ابتداء ہوتی ہے۔ اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی بیوی اس حالت میں سوتی ہے کہ اس کا خاوند اس سے ناراض ہو، اللہ کے فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں "فبات غضبان علیھا لعنتھا الملائکۃ حتی یصبح" (۲)

بیوی کو چاہئے کہ شوہر کو منالے، اگر بیوی ناراض ہو تو شوہر سوچے کہ میری بیوی میری خادمہ ہے، میں نے کیسے اس کے دل کو تکلیف پہنچادی، اس لئے وہ دل دکھی ہے، کہیں ایسا نہ ہو، اس کے خوش نہ کرنے میں اللہ مجھ سے ناراض ہوجائے۔

شیطان میاں بیوی کو لڑاتا ہے

شیطان کی ہر وقت یہ کوشش ہوتی ہے کہ میاں بیوی کے درمیان بناؤ اور رکھاؤ کی شکل ہرگز نہ رہے، ان کے درمیان کسی نہ کسی طرح لڑائی اور جھگڑا ہوجائے، اور وہ ہر وقت

---

(۱) الترغیب والترھیب: کتاب الأدب وغیرہ، حدیث: ۴۱۶۳، منذری کہتے ہیں کہ: اس کو ترمذی نے حسن کہا ہے۔

(۲) مسلم: باب تحریم امتناعھا من فراش زوجھا: حدیث: ۱۴۳۶

ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہیں، وہ اس کیلئے اپنی مختلف تدبیریں کرتا ہے، اس لئے نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: اگر شیطان اپنی تدبیر سے تم دونوں کے درمیان جھگڑا کر بیٹھے تو اس کے بہکاوے میں آکر ایک دوسرے سے لڑ جھگڑ نہ بیٹھنا۔

حضرت ازہر بن سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ شیطان تم میں سے کسی کے بستر کے پاس آتا ہے جبکہ اس کے گھر والے بستر بچھا دیتے ہیں، وہ ان پر کوڑا کرکٹ ڈال دیتا ہے، اور ایسی چیز جو صاحبِ بستر کو جھنجلاہٹ میں مبتلا کرے؛ لہٰذا اگر کوئی ایسا کچھ دیکھے تو اپنے گھر والوں کو برا نہ کہے؛ کیونکہ یہ شیطانی کام ہے ''لأنّه من عمل الشيطن''(۱)

بے جا شک نہ کرے

شوہر بیوی پر بے جا شک نہ کرے، شوہر میں غیرت اور حیاء تو ہونی چاہئے کہ وہ اپنی بیوی کے کسی کے ساتھ دوستانہ تعلقات یا میل جول یا ہنسی مذاق ہرگز برداشت نہ کرے؛ لیکن بغیر کسی یقینی اور حقیقی بات کے محض اپنے شک وگمان کی بناء پر بیوی پر الزام تراشی، روزانہ کی تو تو میں میں، لڑائی جھگڑا اور بات کا بتنگڑ ابنانا اور ہر وقت بے جا شک کی سوئی بیوی کی جانب کرکے اس کو لعن طعن اور ملامت کا نشانہ بنانا، اسے ہر وقت کڑوی اور کسیلی سناتے رہنا یہ کسی بھی طرح درست نہیں، اسی کو حدیث میں یوں فرمایا:

حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ایک غیرت وہ ہے جو اللہ کو محبوب اور پسندیدہ ہے اور ایک غیرت وہ ہے جو اللہ کو ناپسند ہے، جو غیرت اللہ کو پسند ہے یہ وہ غیرت ہے جو شک کی جگہ میں اور تہمت کی جگہ میں ہو (مثلاً: شوہر یہ دیکھے کہ کوئی اجنبی شخص اس کی بیوی کے پاس آمد ورفت رکھتا ہے یا وہ کسی اجنبی مرد کے پاس آتی جاتی ہے اور دونوں کے درمیان مزاح ومذاق کا تبادلہ ہوتا ہے، اگر شوہر اس پر بیوی سے

---

(۱) الادب المفرد: باب الشیطن یجئ بالعود والشیء، حدیث:۱۱۹۱، اس کو مولانا الیاس بارہ بنکوی نے حسن الاسناد کہا ہے۔

دارو گیر کرے یہ غیرت اللہ کو پسند ہے اور اگر اس طرح کی کوئی شک وشبہ والی بات نہ ہو، بس یوں ہی بغیر کچھ دیکھے اور سمجھے محض شک کی بنیاد پر الزام تراشی ایسی غیرت اللہ کو ناپسند ہے یہ محض بدگمانی کی قبیل سے ہے) اور ایک غیرت جو اللہ کو مبغوض اور ناپسندیدہ ہے وہ ہے، جو بغیر کسی شک کی جگہ کے ہو ''وامّا الّتی یحبّها الله فالغیرة فی الریبة وامّا الّتی یبغضها الله فالغیرة فی غیر ریبة'' (۱)

بعض مرتبہ شیطان بے جا غیرت پیدا کرنے بیوی شوہر میں دراڑیں پیدا کرتا ہے، چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ان کے پاس سے ایک رات نکلے تو مجھے غیرت آئی (کہ شاید کسی اور بیوی کے پاس گئے ہوں) تو میں آقا ﷺ کو دیکھنے نکلی، انہوں نے مجھ سے فرمایا! تمہیں کیا ہو گیا عائشہ! غیرت آئی؟ مالك يا عائشة أغرت میں نے جواب دیا: میری جیسی عورت (جسے سوکہن ہوں) آپ جیسے (صاحبِ کمالات) پر کیوں غیرت نہ کھائے گی، تو نبیٔ پاک ﷺ نے فرمایا: کیا تمہارا شیطان تمہارے پاس آیا، أقد جاء الشيطن میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ کیا میرے ساتھ شیطان ہے؟ فرمایا: ہاں میں نے کہا یہ انسان کے ساتھ، فرمایا: ہاں، میں نے کہا: کیا آپ کے ساتھ بھی؟ فرمایا: ہاں لیکن میرے رب نے اس کے خلاف میری مدد کی، اس لیے میں محفوظ رہتا ہوں نعم ولكن ربی اعاننی علیه حتی اسلم (۲)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی غیرت

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اگر کسی مرد کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھ لوں تو میں اس کو بلا جھجک تلوار سے ختم کر دوں گا، جب حضور ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اتعجبون من غيرة سعد لأنا أغير منه والله اغير

(۱) نسائی: الاختیال فی الصدقة: حدیث: ۲۵۵۸، حاکم نے اس حدیث کو صحیح السند کہا ہے: المستدرک: کتاب الزکاة، حدیث: ۱۵۲۵

(۲) مسلم، باب تحریش الشیطن وبعثه سرایاه: ۲۸۱۵

منی ''(۱) کیا تم سعد کی غیرت اور حمیت سے تعجب کرتے ہو، اللہ کی قسم! میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ عزوجل مجھ سے زیادہ غیرت رکھتے ہیں۔

نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے معراج کی رات ایک سفید محل دیکھا، جس کے صحن میں ایک لڑکی تھی، میں نے کہا: یہ محل کس کا ہے؟ تو بتلایا گیا کہ: عمر کا، میں نے اس میں داخل ہوکر اس کو دیکھنے کا ارادہ کیا، معاً مجھے تمہاری غیرت یاد آ گئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا میں آپ پر غیرت کرسکتا ہوں ''بأبی أنت وأمی یا رسول اللّٰه أو علیك أغار''(۲)

مطلب یہ ہے کہ موقع اور محل کے لحاظ سے غیرت مطلوب اور محمود ہے، اس کو یہاں مقامِ مدح میں ذکر کیا گیا ہے۔

بیوی کو بے عزت نہ کرے

عام طور پر یوں ہوتا ہے کہ شوہر بیوی کی کسی غلطی پر سرِ عام روک ٹوک کرتے ہیں، ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں، اس کی عزتِ نفس کو مجروح کرتے ہیں، یہ اصول یاد رکھیں کہ اگر بیوی کو نصیحت کرنی ہو تو تنہائی میں اور اگر تعریف کرنی ہے تو لوگوں کے سامنے، اگر تنہائی میں بیوی کو کچھ بھی جلی کٹی سنادی جائے تو بیچاری برداشت کرلے گی، مگر لوگوں کے سامنے وہ اپنی ذلت کو برداشت نہیں کرے گی۔

علماء نے لکھا ہے کہ بچہ جب تنہائی میں گرتا ہے اس کو زیادہ چوٹ بھی لگتی ہے تو وہ نہیں روتا اور اٹھ کر کھڑا ہوجاتا ہے؛ لیکن اگر لوگوں کے سامنے گر جائے تو اس سے تھوڑی بھی چوٹ لگے تو رونا شروع کردیتا ہے؛ اس لئے کہ لوگوں کے سامنے اس کی عزتِ نفس مجروح ہوئی۔

---

(۱) بخاری: باب من رأی مع امرأته رجلاً، حدیث: ۶۴۵۴

(۲) مسند احمد: مسند جابر بن عبد اللہؓ، حدیث: ۱۵۰۴۴، شعیب الارنؤط نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

بیوی کے ساتھ وقت گذاری کرے

خوشگوار زندگی کیلئے یہ اصول بھی ملحوظ رہے کہ بیوی کے ساتھ وقت گذاری کریں، یوں نہیں کہ دفتر کی مصروفیات کے بعد دیر رات تک دوستوں کے ساتھ خوش گپیوں میں گذار دیں، اور جب آنکھیں نیند سے بوجھل ہوجائیں تو بستر پر آکر دھڑام سے لیٹ جائیں، بیوی سے بات نہ کریں، خیر وخیریت دریافت نہ کریں، صحیح یہی ہے کہ رات کے اوقات اپنے اہل کے ساتھ گھروں میں گذاریں، اسی میں سکون وعافیت ہے۔

قرآن مجید میں تین چیزیں باعثِ سکون بتلائی گئی ہیں :

۱- ایک بیوی جو اپنے شوہر کیلئے سکون کا باعث ہوتی ہے: چنانچہ قرآنِ مجید فرمایا: اَنۡ خَلَقَ لَکُمۡ مِنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡکُنُوۡۤا اِلَیۡهَا (۱) تم میں سے تمہارے لئے جوڑا اس لئے بنایا کہ تم سکون حاصل کرو۔

۲- گھر انسان کیلئے سکون کا باعث ہوتا ہے، اس لئے اس کو مسکن کہتے ہیں: وَاللّٰهُ جَعَلَ لَکُمۡ مِنۡ بُیُوۡتِکُمۡ سَکَنًا (۲) اور اللہ نے تمہارے گھروں میں سکون رکھا۔

۳- هُوَالَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الَّیۡلَ لِتَسۡکُنُوۡا (۳) اللہ کی وہ ذات جس نے تمہارے لئے رات بنائی کہ تم سکون حاصل کرو۔

بیوی کے اقارب سے بے اعتنائی نہ برتے

خوشگوار ازدواجی زندگی کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ بیوی کے ساتھ ساتھ ان کے اہل خانہ سے بھی محبت رکھے، یہ نہ کہے کہ: تم سے تو مجھے پیار ہے مگر تمہارے ابو، یا تمہاری امی، یا تمہارے بھائی مجھے اچھے نہیں لگتے، ہر شخص کو اپنے والدین، بھائیوں اور بہنوں کے ساتھ جذباتی لگاؤ ہوتا ہے؛ اس لئے کوئی بھی برداشت نہیں کرتا کہ کوئی ان کے والدین، بھائی، یا بہنوں کو برا بھلا کہے، جس طرح شوہر اپنے والدین اور بھائی بہنوں کے حوالے

---

(۱) الروم:۲۱ (۲) النحل:۸۰ (۳) یونس:۶۸

سے کوئی کچھ کہہ دے تو برداشت نہیں کرتا، یہی حال بیوی کا ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر غیرت آتی تھی حالانکہ میں نے انھیں دیکھا بھی نہیں تھا، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ ان کا کثرت سے ذکر کیا کرتے تھے، کبھی بکری ذبح فرماتے تو اس کا گوشت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں میں بھیجا کرتے تھے بعض مرتبہ میں کہتی ''كأنه لم يكن في الدنيا امرأة الا خديجة'' کیا دنیا میں خدیجہ جیسی کوئی دوسری عورت نہیں ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ فرماتے، انها كانت وكان له منها ولد ان کا مقام اونچا ہے اور ان سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد عطا فرمائی۔(۱)

یہاں نبھاؤ اور بناؤ کا ایک اصول یہ بھی ہے کہ میاں بیوی یہ سوچ لیں کہ شادی سے پہلے ان کا ایک باپ اور ایک ماں تھی، اب شادی کے بعد دو باپ اور دو مائیں ہیں؛ کیونکہ شریعت نے ساس اور سسر کو ماں اور باپ کا درجہ دیا تو جب بیوی ساس اور سسر کو ماں اور باپ کی نظر سے دیکھے گی تو جھگڑا نہیں رہے گا، اس طرح شوہر بھی ساس اور سسر کو ماں اور باپ کی نظر سے دیکھے گا تو لڑائی کا کوئی مسئلہ نہیں رہے گا۔

بیوی کے ساتھ کھانا کھانا سنت ہے

میاں بیوی کو چاہئے کہ کھانا ایک ساتھ کھانے کی کوشش کریں، جہاں یہ چیز آپسی تعلقات کی پائیداری کا ذریعہ بنتی ہے وہیں یہ سنتِ نبوی بھی ہے۔

سالم بن سرج حضرت ام صبیہ بنت قیس رضی اللہ عنہا (جو خارجہ بن حارث کی دادی ہیں) سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا: ہم اور رسول اللہ ﷺ ایک برتن میں کھایا کرتے تھے اور ہمارے اور آپ ﷺ کے ہاتھ (نوالہ نکالتے وقت) ایک دوسرے سے چھوجایا کرتے تھے ''اختلفت يدي ويد رسول الله في اناء واحد'' (۲)

---

(۱) بخاری: باب تزویج النبی: حدیث: ۳۶۰۷

(۲) الأدب المفرد: باب أكل الرجل مع امرأته، حدیث: ۱۰۵۴، مولانا الیاس بارہ بنکوی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

یہ واقعہ حجاب سے نزول سے پہلے کا ہے حجاب اور پردے کے احکام نازل ہونے کے بعد ایک برتن میں کھانے کا حکم محارم عورتوں کے ساتھ مخصوص ہوگیا۔

شادی کے بعد والدین کی خدمت

والدین کی خدمت ویسے بھی ضروری ہے، والدین کے اولاد پر بے شمار احسانات ہیں، جن کا شمار واحصاء ناممکن ہے، ارشادِ باری عزوجل ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَنْ لَا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۔ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا (۱)

اور تیرے رب نے حکم فرمادیا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ سے حسنِ سلوک کرو، اور ان میں سے ایک یا وہ دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اُف (بھی) نہ کہو، اورانہیں نہ جھڑکو اور ان دونوں کے ساتھ ادب سے بات کہو (کرو) اور ان کیلئے عاجزی کے (ساتھ) بازو جھکا دو مہربانی سے اور کہو، اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما جیسے انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔

"اُف" کی تفسیر میں حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "لو علم الله شيئًا من العقوق أدنى من أفّ لحرمه" اگر والدین کے حق میں اف سے کمتر بھی کوئی نافرمانی اور ان کی حکم عدولی کی ہوتی تو اللہ عزوجل اس کا ذکر ضرور فرماتے۔(۲)

---

(۱) الاسراء:۲۳-۲۵

(۲) الدرّالمنثور:۲۵۸/۵،دارالفکر،بیروت

والدین کے حق میں اولاد کو ''اف'' تک کہنے کی اجازت نہیں چہ جائیکہ وہ انہیں کسی طرح کی جسمانی یا ذہنی کوفت اور اذیت سے دوچار کریں۔

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں مجاہدؒ کہتے ہیں: اگر وہ دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں اور ان کا پیشاب اور پائخانہ نکلنے لگے تو ان کو برا نہ سمجھو اور ان کی اس گندگی کو دور کرتے رہو جیسا کہ وہ تمہارے گندگی کو بچپن میں دور کیا کرتے تھے ''وامط عنھا الخراء والبول کما کانا یمیطانه عنك صغیراً '' (۱)

ماں باپ کے حقوق اور اس کی اہمیت کو سمجھنے کیلئے اسلاف کے یہ واقعات بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہیں:

محمد بن منکدرؒ کہتے ہیں کہ: میرے بھائی یعنی عمر نماز پڑھ رہے تھے اور میں والدہ کے پیر داب رہا تھا، وہ والدہ کی خدمت کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''وما أحبّ أنّ لیلته بلیلتي'' مجھے پسند نہیں ہے کہ میں اپنی رات ان کی رات کے بدلے ان کو دے دوں۔ (۲)

جہاد کی فضیلت اپنی جگہ مسلم ہے؛ لیکن شریعت نے یہ اجازت نہیں دی ہے کہ ماں باپ کی رضامندی کے بغیر ان کو ناراض کر کے جہاد میں شرکت کی جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ''اصحابِ اعراف'' جن کا ذکر قرآنِ کریم میں آیا ہے، کے متعلق پوچھا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ اور ''مقامِ اعراف'' سے کیا چیز ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ: ''اعراف'' تو یہ جنت اور جہنم کے درمیان ایک پہاڑ ہے، اس کو ''اعراف'' اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ جنت اور جہنم کے قریب واقع ہے، وہاں پر بھی درخت، پھل، نہریں اور چشمے ہیں، جو لوگ اس جگہ رہیں گے یہ وہ لوگ ہوں گے جو والدین کی رضا اور خوشنودی کے بغیر جہاد میں چلے گئے ہوں اور وہ جہاد میں شہید ہو گئے، ان کا شہید ہونا ان کو جہنم میں داخل ہونے سے روکے گا اور والدین کی نافرمانی اور حکم عدولی ان کو جنت میں

(۱) الدرّالمنثور: ۲۵۸/۵، دارالفکر، بیروت (۲) البرّ والصلة: ۷۹

جانے سے روک دے گی وہ مقامِ ''اعراف'' پر ہی میں رہے گے؛ یہاں تک کہ ان کے متعلق اللہ عزجل کچھ فیصلہ کردیں:

''فمنعهم القتل فی سبیل الله عن دخول النّار ومنعهم عقوق الوالدين عن دخول الجنّة ، فهم علی الأعراف حتّی یقضی الله بینهم''(۱)

(۱) الکبائر:۴۱

حضرت مجاہدؒ کہتے ہیں کہ: والدین کا رتبہ اس قدر بڑھا ہوا ہے کہ لڑکے کیلئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنے والد کو مارنے سے روکے، جس نے والدین کو تیز نظر سے دیکھا تو اس نے ان سے بدسلوکی کی، ''ومن شدّ النظر الی والدیه فلم یبرّهما''(۱)

جب حضرت ایاسؒ کی والدہ کا انتقال ہوگیا تو وہ رو پڑے، ان سے پوچھا گیا کہ: کیوں روتے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میرے جنت کے دو دروازے کھلے تھے، ان میں سے ایک دروزہ بند ہوگیا'' کان لی بابان مفتوحان الی الجنّة وغلق احدهما''(۲)

ہشام بن حسّانؒ کہتے ہیں کہ: میں نے حسن سے کہا: میں قرآن سیکھتا ہوں اور میری ماں میرا شام کے کھانے پر میرا انتظار کررہی ہوتی ہے، حسنؒ نے کہا: تم اپنی والدہ کے ساتھ کھانا کھاؤ اور اس کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرو، یہ میرے نزدیک تمہارے نفل حج سے بڑھ کر ہے ''أحبّ إلیّ من حجّة تحجّها تطوعًا''(۳)

مامونؒ کہتے ہیں کہ: میں نے فضل بن یحییٰؒ سے بڑھ کر اپنے والد کا مطیع اور فرمانبردار نہیں دیکھا ان کی اطاعت اور والد کی فرماں برداری کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت یحییٰ گرم پانی ہی سے وضو کرتے تھے، اور وہ دونوں جیل میں تھے، جیل

---

(۱) البرّ والصلة:۱۱۳ (۲) البرّ والصلة:۴۵

(۳) البرّ والصلة:۸۵

والوں نے ٹھنڈی راتوں میں اندر لکڑی لانے سے منع کیا تھا،تو فضل اپنے والد کے سونے کے بعد اٹھ کھڑے ہوتے اور پانی گرم کرنے کے لوٹا لے کر اُسے چراغ کی روشنی کے قریب کیا،اسی طرح اس پانی کو چراغ کی روشنی پر لئے صبح تک کھڑے رہتے۔

مامونؒ کے علاوہ دیگر لوگوں نے بتلایا کہ جیل میں جیلروں کو پتہ چل گیا کہ چراغ کے ذریعہ پانی گرم کیا گیا تو انہوں نے رات میں چراغ جلانے سے بھی روک دیا،فضل اپنے والد کے پانی گرم کرنے کیلئے پانی کے بھرے ہوئے لوٹے کو اپنے بستر میں لے لیا اور اسے سینے سے لگائے رکھتے اس طرح پانی گرم کرتے۔(۱)

یہ تھاماں باپ کے ساتھ حسن سلوک اوران کے حقوق کی ادائیگی کا جذبہ کہ والد کی سہولت کیلئے پانی گرم کرنے کا کوئی انتظام نہ ہوسکا تو اخیر میں یہ کیا کہ اس پانی کو اپنے بستر میں لے کر اسے صبح تک سینے سے لگائے رکھا کہ وہ پانی گرم ہوجائے اور والد کے استعمال کے قابل ہوجائے۔

الغرض یہ والدین کے حق کی ادائیگی اوران کی اطاعت بہرصورت ضروری ہے، شادی کے بعد اولاد کی طرف سے والدین کو وہ توجہ نہیں مل پاتی،جس کے وہ مستحق ہوتے ہیں، والدین کی اطاعت شادی کے بعد بھی ضروری اور لازمی ہے، بیوی کو مناتے ہوئے والدین کی اطاعت کے ساتھ زندگی گذارے۔

ماں کی خدمت کا حق تو حضرت اویس قرنی نے سمجھا تھا کم ازکم آٹھ سال انہوں نے حالتِ اسلام میں والدہ کی اجازت نہ ملنے کی وجہ سے رسولِ پاک ﷺ کی زیارت کی عزت کو قربان کیا جو ساری عزتوں سے برتر ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسلام لانے کے بعد سے کبھی اپنی ماں کو احترام وعظمت کی وجہ سے نگاہ بھر کر بھی نہیں دیکھا۔

حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ اپنی ماں کے سر میں کنگھی بھی کرتے تھے،اپنے ہاتھ

---

(۱) مصنف ابن ابی شیبۃ: حدیث:۳۵۱۷۱

سے کھلاتے تھے، اگر والدہ کی کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تو وہ ماں کے رعب کی وجہ سے دو بارہ پوچھنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔

یہی وجہ ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے جنت میں ان کے قرآن پڑھنے کی آواز کو سنا ہے۔

حضرت محمد بن سیرینؒ کو اپنی والدہ کا اتنا خیال تھا کہ وہ نیچے ہوتیں تو یہ اوپر کی منزل میں جانے کو بے ادبی سمجھتے اور اتنی پست آواز میں بات کرتے جیسے وہ بیمار ہیں۔

کھمس بن حسنؒ کے کمرے میں بچھو نکل آیا پھر وہ بل میں گھس گیا تو انہوں نے اس سوراخ پر ہاتھ رکھ دیا، پوچھنے پر بتایا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ بل سے نکلے اور کہیں میری ماں کی طرف جا کر انھیں ڈنک نہ مار دے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر تو سالہا سال بھی اپنی ماں کی خدمت کرے تب بھی ان کا حق ادا نہیں کر سکتا اس لئے کہ وہ تیری خدمت کرتی تھیں عمر درازی کی دُعا کے ساتھ اور تو ان کی خدمت کرتا ہے ان سے چھٹکارے کے جذبہ سے ''وكانت تصنع بك وهي تتمنى لقاء ك وأنت تصنعه وأنت تتمنى فراقها''(۲)

کسی بھی حال میں والدین سے قطع تعلق ناجائز ہے

عبداللہ ابن اُبی ابن سلول جیسے رئیس المنافقین نے جب رسولِ پاک ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو اس کے بیٹے مخلص صحابی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے قتل کرنے کی اجازت چاہی تو اس موقع پر حضور ﷺ نے فرمایا: لا ولكن برّ أباك واحسن صحبته نہیں اپنے باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور مناسب برتاؤ رکھو، تقریباً یہی بات حضور ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ان کی والدہ کے بارے میں فرمایا تھا۔(۳)

---

(۱) مسند احمد: مسند عبد اللہ بن عمر، حدیث: ۴۱۱۷، حاکم نے اس روایت کو شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

(۲) یہ سارے واقعات ابن الجوزیؒ ''برالوالدین'' سے ماخوذ ہیں۔

(۳) مسند البزار: مسند أبی حمزہ، حدیث: ۸۷۴۹، علامہ ہیثمی کہتے ہیں کہ اس کو بزار نے روایت کیا ہے، اس کے رجال ثقہ ہیں۔

قرآنِ کریم میں جہاں پر اللہ نے والدین کے حق کو بیان کیا ہے، وہیں بڑھاپے میں ان کے ساتھ حسنِ سلوک کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس لئے کہ جب وہ بوڑھے ہوجاتے ہیں تو بیٹا باپ بن جاتا ہے تو پھر دیکھنا ہے کہ یہ اپنے باپ کے احسانات یاد کرے گا یا بھول جائے گا کہ اُسے بھی کسی نے جنا ہے، کسی نے اُسے جھیلا ہے۔ یہ تو حیوانوں کی زندگی ہے کہ جیسے پَر لگ جاتے ہیں تو وہ اُڑ جاتے ہیں، اسے نہ والد کے حق کا پتہ ہے نہ والدہ کا۔

والدین کا حق تو اس قدر تھا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرو، گرچہ وہ تمہیں اپنے اہل وعیال اور مال ودولت کو بھی چھوڑ دینے کیلئے کیوں نہ کہیں ''لا تعقّ والديك وان أمراك أن تخرج عن أهلك ومالك'' (۱)

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں، وہ فرماتے کہ: میری ایک بیوی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وہ ناپسند تھی، انہوں نے کہا: اس کو طلاق دے دو، میں نے انکار کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس آئے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اپنے باپ کی اطاعت کرو ''اطع أباك ''(۲)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہنے لگا : میری ایک بیوی ہے، میری ماں اس کو طلاق دینے کو کہتی ہے، تو انہوں نے کہا: میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ: باپ جنت کے دروازوں میں سے بیچ کا دروازہ ہے، اگر چاہو تو اسے باقی رکھو، ورنہ ضائع کردو ''فان شئت فاضع ذٰلك أو احفظه''(۳)

الغرض بیوی اور اولاد کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرتے ہوئے ماں باپ کی رائے کو

---

(۱) بخاری: باب من استاجر أجيرًا فترك، حدیث: ۲۱۵۲

(۲) ترمذی: علامة حلول المسخ والخسف، حدیث: ۲۲۱۱، امام ترمذیؒ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(۳) ترمذی: من الفضل فی رضا الوالدین: حدیث: ۱۹۰۰، امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

اگر وہ زیادتی پر مبنی نہ ہو تو ترجیح دے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کیا بیوی کو طلاق دینے میں ماں باپ کی اطاعت ضروری ہے تو انہوں نے فرمایا: اگر ان کی سمجھ حضرت عمر ﷺ کی سمجھ جیسی ہے تو ان کی اطاعت کرے۔(۱)

جیسا کہ غار والوں کے واقعہ میں ہے کہ: تین لوگ سفر کر رہے تھے، رات ہونے پر ایک غار میں پناہ گزیں ہو گئے، ایک چٹان نے غار کے منہ کو بند کر دیا، تو انہوں نے اپنے اعمال کے واسطے سے دعا کی تو وہ چٹان ہٹ گئی اور وہ وہاں سے بعافیت نکل گئے۔

ان میں سے ایک شخص نے کہا تھا کہ: اے اللہ! میرے بوڑھے ماں باپ تھے، میں بکریاں چرا کر شام کو گھر پہنچا اور میں اپنے اہل سے پہلے ان کو دودھ پلاتا، پھر اپنے اہل وعیال کو، ایک دفعہ بکریاں چراتے ہوئے دور نکل گیا، آنے میں دیر ہو گئی تو والدین اس وقت تک سو گئے تھے، میں نے والدین سے پہلے بچوں کو دودھ پلانا مناسب نہیں سمجھا اور ان کو بیدار کرنا بھی گوارا نہ کیا، ''فکرهتُ أن أوقظهما وأن أغبق قبلهما أهلاً'' ان کے سرہانے دودھ کا پیالہ لئے کھڑا رہا، بچے بھوک سے بلبلا رہے تھے، میں نے ان کی کوئی پرواہ نہیں کی، اور اسی طرح صبح ہو گئی۔(۲)

اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ والدین کا حق اہل اور اولاد سے بڑھ کر ہے، اگر اس معاملہ میں بیوی شوہر کا ساتھ دیتی ہو تو بیوی کا احسان سمجھنا چاہئے کہ اس پر کوئی قانونی فرض تو نہیں تھا مگر پھر بھی اخلاقی فریضہ سمجھ کر میرے والدین کی خدمت کی ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت پندرہ قسم کی برائیاں کرے گی تو اس پر بلائیں اور مصیبتیں آپڑیں گی، ان برائیوں میں سے حضور ﷺ نے ان لوگوں کا تذکرہ کیا، کہ مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرنے لگے

---

(۱) برالوالدین ابن الجوزی

(۲) بخاری: باب من استاجر اجیرًا فترک، حدیث: ۳۱۵۲

اور اپنی ماں کی نافرمانی کرنے لگے، اور آدمی اپنے دوست کے ساتھ نیک سلوک کرے اور اپنے باپ کے ساتھ سختی اور بداخلاقی سے پیش آئے ''اطاع الرجل زوجته، وعقّ امّه، وادنی صدیقه ، واقصی والده''(۱)

والدین کی اطاعت کس حد تک؟

اللہ عزوجل نے جہاں والدین کو اُف کہنے سے منع کیا ہے اور ان کے ساتھ احسان کا حکم کیا ہے، اس آیت کے اخیر میں الفاظ ہیں اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا (۲) دے قرابت دار کو اس کا حق اور محتاج کو اور مسافر کو، اور مال مت اُڑا بگاڑ کر۔

حق تعالیٰ نے حد اعتدال کو قائم رکھتے ہوئے حقوقِ والدین کے ساتھ دیگر لوگوں کے حقوق ادا کرنے کی تعلیم دی؛ کیونکہ احتمال تھا کہ اس سختی اور شدت کے ساتھ والدین کی اطاعت کا حکم دیکھ کر کوئی شخص کسی دوسرے کے ادائے حقوق کو محض معمولی بات سمجھ کر اس کے ادا کرنے میں کوتاہی کرے اور رضائے والدین کو مقدم کرے، مثلاً والدین کے کہتے کہ اپنے اہل وعیال کو ایذاء دے، خورد ونوش واجب میں کمی کرے تو کرنے لگتا، پس رحم وکریم نے بتلایا کہ ہر چیز کی حد ہے، والدین کی وجہ سے کسی دوسرے کی حق تلفی نہ کرو۔

کن چیزوں میں والدین کا حکم ماننا ضروری نہیں؟

۱- جو سفر (خواہ تجارت کا ہو خواہ حج وغیرہ کا بشرطیکہ وہ سفر فرض وواجب نہ ہو) ایسا ہو جس میں غالب ہلاکت کا اندیشہ نہ ہو، بغیر اجازتِ والدین درست ہے، اگر والدین اس سفر سے منع کریں تو ان کے کہنے سے سفر نہ کرنا ضروری نہیں، چنانچہ یہ مسئلہ درمختار اور عالمگیری میں موجود ہے: جو سفر فرض یا واجب ہو، اس میں تو بطریقِ اولیٰ یہ حکم ہوگا اور یہ سب اس صورت میں ہے جب والدین اپنی ضروری

---

(۱) ترمذی: علامہ حلول المسخ والخسف، حدیث:۲۲۱۱، امام ترمذی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (۲) الاسراء:۲۶

خدمت کے محتاج نہ ہوں خواہ ان کو حاجت ہی نہ ہو یا ہو لیکن دوسرا کوئی خدمت کرنے والا موجود ہو۔

۲- اگر والدین ضروری حاجت کیلئے (جس کو شریعت نے ضروری کہا ہے مثلاً طعام ولباس وغیرہ وادائے قرض) خرچ کی ضرورت نہ ہو اور اولاد کے پاس اپنی ضروری حاجت سے روپیہ یا دوسری قسم کا مال زائد ہو اور والدین اولاد سے طلب کریں تو اولاد کو دینا ضروری نہیں۔

۳- والدین بغیر احتیاجِ خدمت نوافل پڑھنے کو منع کریں یا کسی دوسرے غیر ضروری کام کرنے سے روکیں تو اس صورت میں ان کا کہنا ماننا ضروری نہیں، ہاں اگر وہ ضروری خدمت کے محتاج ہو اور نوافل وغیرہ میں مشغولی ان کو تکلیف دے اور کوئی دوسری خادم نہ ہو تو اولاد پر واجب ہے کہ نوافل وغیرہ چھوڑ کر ان کی خدمت کرے۔

۴- اگر والدین حقّہ نوش ہوں (بیڑی، سگریٹ، گٹکے اور دیگر تمباکو والی چیزیں اس میں شامل ہیں) اور حقہ پینا بغیر مرض اور معذوری کے نہ ہو، اور اولاد سے حقہ تیار کرنے کی فرمائش کریں تو اولاد پر اس کہنے پر عمل کرنا ضروری نہیں؛ بلکہ اس میں فعلِ مکروہ کا ارتکاب کرنا ہے، جو شرعاً مذموم ہے۔

۵- اگر کسی کی بیوی سے کوئی (واقعی) تکلیف اور رنج اس شخص کے والدین کو نہ پہنچتی ہو خواہ مخواہ والدین اس شخص کو حکم کریں کہ تو اپنی عورت کو طلاق دیدے، اس کی تعمیل اس آدمی پر ضروری نہیں، بلکہ اس صورت میں طلاق دینا عورت پر ایک طرح کا ظلم کرنا ہے، طلاق اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی بری چیز ہے، فقط مجبوری میں جائز رکھی گئی ہے، خواہ مخواہ طلاق دینا ظلم اور مکروہِ تحریمی ہے، نکاح تو وصال کیلئے وضع کیا گیا ہے، یہ فراق بلا وجہ کیسے روا ہوسکتا ہے۔(۱)

حضرت سعید بن المسیبؒ (یہ بڑے درجے کے تابعی ہیں، علم میں کوئی تابعی ان

(۱) فتح القدیر: باب الایمان فی الطلاق: ۱۱۶/۴، دار الفکر بیروت

کے درجہ کو نہیں پہنچ سکا، اور یہ بزرگ اور صاحبِ کرامت بھی تھے، اپنے باپ سے علاحدگی اختیار کی اور بالکل چھوڑ دیا ''وسعید بن المسیب هجر أباه حتی مات'' دینی وجہ سے یہاں تک کہ ان کی وفات ہوگئی۔(۱)

۶- اگر والدین کسی گناہ کا حکم دیں کہ فلاں گناہ کرو مثلاً فرمائیں کہ اہلِ حق کی مدد نہ کرو یا زکوۃ نہ دو، دینی تعلیم حاصل نہ کرو، اور کوئی ایسی ہی بات کا حکم دیں تو اس صورت میں ان کا کہنا ماننا حرام ہے اور ان کی مخالفت فرض ہے جبکہ وہ کام ضروری ہو جس سے وہ رکتے ہیں، ہاں اگر ان کو کوئی (واقعی اور سخت) تکلیف ہو مثلاً وہ بیمار ہوں، اور کوئی خادم نہ ہو اور نماز کا وقت ہے، اگر ان کی خبر گیری نہ کی جائے تو سخت تکلیف کا اندیشہ ہے، پس اس صورت میں اگر وہ نماز قضا کرنے کو کہیں تو قضا کر دے، پھر کسی وقت پڑھ لے، اور اگر کسی مستحب کام سے روکیں اور اپنی کسی ضروری حاجت (واقعی اور معتبر) کی وجہ سے روکیں تو ان کے حکم کی تعمیل واجب ہے اور خواہ مخواہ روکیں تو واجب نہیں ہے۔

ماں کا نفقہ کب واجب ہوتا ہے؟

بیوی کے نفقہ کے سوا اور اہلِ قرابت کا نفقہ مرد کے ذمہ اس وقت واجب ہوتا ہے جبکہ وہ اس قدر مال کا مالک ہو جس سے صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے اور والدین بھی اس حکم میں داخل ہیں اور بیوی کا نفقہ ہر صورت میں فرض ہے خواہ شوہر فقیر ہو یا امیر ہو (حاشیہ شرح وقایہ) پس معلوم ہوا کہ جب تک ذکر کردہ مال کی مقدار مرد کے پاس نہ ہو تو والدین کا نفقہ (ضروری خرچ) واجب نہ ہوگا، اس تصریح سے یہ غرض نہیں کہ انسان والدین سے بے رُخی اور ان کے ادائے حقوق میں کوتاہی اور ان کی احسان فراموشی کرے، یہ بہت بری بات ہے، بلکہ غرض اس تقریر سے یہ ہے کہ مبالغہ دور کر دینا ہے۔(۲)

---

(۱) المعارف لابن قتیبة: ۱/ ۵۵

(۲) رسالہ حقوق الوالدین، مؤلفہ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے طلاق کا حکم دینے کی وجہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ کے واقعات پہلے بھی گذر چکے ہیں جس میں انہوں نے والدین کی اطاعت میں طلاق دینے کا حکم کیا ہے، پھر ان اصحاب نبی رضی اللہ عنہما کے طلاق دینے کا حکم کرنے کی کیا تاویل ہوسکتی ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میری ایک بیوی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وہ ناپسند تھی، انہوں نے کہا: اس کو طلاق دے دو، میں نے انکار کر دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے باپ کی اطاعت کرو "اطع أباك"(۱)

یہاں یہ مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کے صاحبزادے اپنی بیوی کو طلاق دیں، صاحبزادے طلاق دینا نہیں چاہتے تھے تو انہوں نے جناب سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا آپ نے بھی طلاق دینے کو کہا، ظاہر ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے مقبول صحابی کسی پر ظلم کیسے کر سکتے ہیں؟ اگر بفرضِ محال وہ ایسا کرتے بھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو گوارا کیسے کرتے اور ظلم کی اعانت کیسے کرتے؟

ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور کہنے لگا: میری ایک بیوی ہے، میری ماں اس کو طلاق دینے کو کہتی ہے، تو انہوں نے کہا: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ: باپ جنت کے دروازوں میں سے بیچ کا دروازہ ہے، اگر چاہو تو اسے باقی رکھو، ورنہ ضائع کردو "فان شئت فاضع ذلك أو احفظه"(۲)

ظاہر ہے کہ اس عورت سے اس مرد کی والدہ کو تکلیف واقعی پہنچی تھی، اس وجہ سے وہ اس کو طلاق دلانا چاہتی تھی، ورنہ خواہ مخواہ طلاق دینا ظلم ہے اور ظلم پر مدد کرنا ظلم ہے، اگر مذکورہ صورت میں طلاق ظلم ہوتا تو حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ اس کی کیسے اجازت دیتے۔

---

(۱) ترمذی: من الفضل فی رضا الوالدین، حدیث: ۱۹۰۰، امام ترمذی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

(۲) ترمذی: الرجل یسأل أبوه أن یطلق امرأته، حدیث: ۱۱۸۹، امام ترمذی نے اس کو حسن صحیح کہا ہے۔

سوتیلی ماں کے حقوق

سوتیلی ماں چونکہ باپ کی قرین ہوتی ہے اور باپ کے دوست کے ساتھ احسان کرنے کا حکم آیا ہے، اس لئے سوتیلی ماں کے بھی کچھ حقوق ہیں مثل حقیقی ماں کے ہیں۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ دیگر ازواج نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف فرما تھے، تو اس کام سے متعلق گفتگو ہوئی، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''یا بنيّة ! الستِ تحبّين ما أُحبّ، قالت: بلٰى، قال احبّی هذه'' یعنی اے میری بیٹی ! جس کو میں محبوب رکھتا ہوں کیا تو اُسے محبوب نہیں رکھتی ؟ تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ میں محبوب رکھتی ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ محبت رکھنا۔(۱)

شوہر مالی اعتبار سے دوسرے پر بوجھ نہ بنے

حلال کمانا بھی نماز، روزہ کے بعد فرض ہے، رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عبادت کے دس جزء ہیں ان میں تو نو حلال کمانے میں ہیں، العبادة عشرة اجزاء تسعة منها فی طلب الحلال'' (۲)

دوسری روایت میں ہے: جو شخص دنیا کو حلال طریقہ سے کماتا ہے کہ وہ دوسرے سے سوال نہ کرے وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہوگا اور جو فقر و حرص کے ساتھ دنیا کمائے وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ اللہ اس پر ناراض ہوگا ''من طلب الدنيا حلالاً متعفّفًا لقی الله يوم القيامة ووجهه كالقمر ليلة البدر، ومن طلبها مفاخرًا، مكاثرًا لقی الله وهو عليه غضبان'' (۳)

---

(۱) مسلم: باب فضائل عائشة، حدیث: ۲۴۴۲

(۲) حلية الاولياء: وهيب ابن الورد: ۱۴۲۸

(۳) شعب الایمان: الحادی والسبعون من الشعب، حدیث: ۱۰۳۷۴

یہ حقیقت ہے کہ آدمی کے پاس مال نہ ہوتو وہ نماز کیلئے ستر کس کپڑے سے چھپائے گا؟ اور پاک زمین کیسے حاصل کرے گا؟ اور روزے میں افطار وسحری کا انتظام کیسے کرے گا؟ زکوٰۃ دینے کے بجائے لینے کا مستحق رہے گا، بیوی کا نفقہ اولاد کی تعلیم وتربیت، والدین کے اخراجات، رشتہ داروں سے صلہ رحمی، یہ سارے اعمال مال کے بغیر نہیں ہوسکتے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کمانے کے درجہ کو جہاد سے مقدم قرار دیا کرتے تھے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں تجارتی سفر کرنے والوں کا تذکرہ قتال کرنے والوں سے پہلے کیا ہے:

وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (۱)

اور کچھ دوسرے ایسے ہوں گے جو اللہ کا فضل تلاش کرنے کیلئے زمین میں سفر کررہے ہوں گے اور کچھ ایسے جو اللہ کے راستے میں جنگ کررہے ہوں گے۔

خود نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ ابن ابی معیط کی بکریاں چرائی ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے کاٹے ہوئے سوت کو فروخت کرکے گذارہ کرتے تھے، حضرت نوح علیہ السلام بڑھائی کا کام کیا کرتے تھے، حضرت ادریس علیہ السلام درزی کا پیشہ اختیار کئے ہوئے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو آٹھ یا دس برس تک حضرت شعیب علیہ السلام کا چرواہا بنایا جبکہ وہ ان کے خسر بھی ہیں۔

ایک مرتبہ حضرت داؤد علیہ السلام رات میں گشت کرتے ہوئے لوگوں سے اپنے بارے میں تاثرات دریافت کررہے ہیں کہ اللہ نے ایک فرشتے کو بصورتِ انسانی نازل فرمایا، فرشتے سے حضرت داؤد علیہ السلام نے پوچھا: داؤد کیسا آدمی ہے؟ اس نے جواب دیا: اچھا آدمی ہے مگر وہ بیت المال سے کھاتا ہے إنه يأكل من بيت المال اور لوگوں میں

(۱) المزمل:۲۰

بہترین وہ آدمی ہے جو اپنی کمائی سے کھائے، اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے محراب میں گڑگڑا کر خوب دُعائیں کیں تو اللہ عزوجل نے لوہے کو ان کیلئے موم بنا دیا۔

معلوم ہونا چاہئے کہ بادشاہ کیلئے بیت المال سے تنخواہ لینا جائز ہے۔(۱)

حضرت معدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کی باندی بازار میں دودھ بیچتی تھی اور یہ قیمت وصول کیا کرتے تھے، ایک آدمی نے حیرت سے ان سے پوچھا: کیا آپ بھی تجارت کرتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: لیأتین علی الناس لا ینفع فیه الا الدینار والدرهم(۲)

آدمی کو یہ نہیں دیکھنا چاہئے کہ یہ ملازمت اور نوکری کیسی ہے، معاشرے میں معیاری سمجھی جاتی ہے یا گھٹیا، بڑی نوکریوں کی تلاش میں ترقی یافتہ ممالک کے ویزوں کے انتظار میں مہینوں، سالوں بیروزگاری میں گذارنے سے بہتر یہ ہے کہ آدمی، چھوٹی موٹی مزدوری کا کام کرے جو بہت زیادہ پاکیزہ اور حلال ہے۔

نبیؐ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ہاتھ کام کرتے ہوئے تھکا ہارا شام کردے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کردیتے ہیں: من أمسى كالا من عمل يده، أمسى مغفورًا له۔(۳)

بیوی کو ماں باپ یا بھائی بہنوں کے ساتھ رکھنا ضروری نہیں

بے شک انسان سماجی زندگی کی ساری کڑیوں سے علیحدہ ہوکر رہ نہیں رہ سکتا، علیحدہ مکان اور اس کی وجہ سے آنے والا مالی بوجھ تحمل کرنے کی استعداد بھی جلدی پیدا نہیں ہوتی، خود بیویوں میں اولاد کی تربیت اور اُمورِ خانہ داری کی دیکھ بھال کے کافی تجربہ کے بعد پیدا

---

(۱) مرقاۃ المفاتیح: شرح مشکوٰۃ المصابیح، باب الکسب: ۱۸۸۹/۵، دار الفکر، بیروت

(۲) مجمع الزوائد: باب اتخاذ المال، حدیث: ۶۲۴۳، اس کو احمد نے روایت کیا ہے

(۳) مجمع الزوائد: باب الکسب والتجارۃ، حدیث: ۶۲۴۳، علامہ ہیثمی نے کہا ہے کہ اس کو میں نے ایک غیر معروف جماعت سے نقل کیا ہے۔

ہوتے ہیں، تجربہ کار خواتین کا تعاون ضروری ہوتا ہے، ان سب کے باوجود اگر بیوی علیحدہ ہی رہنا چاہے اور اجتماعی چولہے سے اختلافات کے شعلے بھڑکنے لگ جائیں تو اس کے شرعی حق کے مطابق علیحدہ مکان میں رکھ دینا ہی بہتر ہے، ماں باپ کے ساتھ رہنے پر اصرار کہ طلاق کی نوبت آ جائے اور بچوں کی تعلیم و تربیت، قیام و رہائش کے پیچیدہ مسائل پیدا ہو جائیں نہایت غیر شرعی حرکت ہے۔(۱)

(۱) ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الطلاق، باب الفقہ

بیوی کے فرائض وذمہ داریاں

میاں بیوی کی حیثیت زندگی کے اس سفر میں گاڑی کے دو پہیوں کی سی ہے، وہ ایک دوسرے کے معاون ومددگار اور ایک دوسرے کی ضرورت کی تکمیل کے ذمہ دار اور ہر ایک کے دُکھ درد کے شریکِ کار رہیں، ان دونوں کو زندگی کی اس گاڑی کو ایک دوسرے کے حقوق کی رعایت اور ان کے کما حقہٗ ادائیگی کے ساتھ آگے بڑھائیں، جس طرح شوہر کے ذمہ کچھ حقوق وفرائض ہیں، ایسے ہی عورت سے متعلق کچھ حقوق ہیں، جن کی رعایت کرنا زندگی کے اس طویل سفر کو طے کرنے کیلئے نہایت ضروری ہیں۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِىْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (۱) عورتوں کا حق مردوں پر ایسے ہی ہے جیسا کہ دستور کے مطابق مردوں کا حق عورتوں پر ہے۔

مرد گھر کا ذمہ دار ہے

جب یہ معلوم ہو چکا کہ مرد وعورت زندگی کے سفر کی گاڑی کے دو پہیے ہیں، زندگی کا طویل سفر دونوں کو مل کر ایک ساتھ طئے کرنا ہے، اب زندگی کے طویل سفر میں انتظام کے خاطر یہ بات لازم ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک شخص کو سربراہ اور ذمہ دار بنایا جائے، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ تین شخص سفر کر رہے ہوں تو ایک شخص کو امیر بنالو؛ تا کہ وہ سارے انتظامات میں اس کے ماتحت ہو ''اذاخرج ثلاثة فی سفر فلیؤمّر أحدهم''(۲)

---

(۱) البقرة:۲۲

(۲) ابوداؤد: کتاب الجهاد، باب فی القوم یسافرون ویؤمّرون أحدهم، حدیث: ۲۶۰۸، علامہ نووی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور یہ کہا کہ: ابوداؤد نے اس روایت کو سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے: المجموع: ۳۳۰/۴

لہٰذا جب ایک چھوٹے سے سفر میں امیر بنانے کی تاکید کی گئی ہے تو زندگی کا یہ طویل سفر جو ایک ساتھ گذارنا ہے، اس میں یہ کیسے ہوتا کہ یہ سفر بغیر کسی امیر اور سربراہ کے طے ہوجاتا، زندگی کے اس سفر میں مرد کو سربراہ بنایا جائے یہ زیادہ قرینِ قیاس ہے، مرد خلقت، فطرت، قوت، صلاحیت ہر اعتبار سے عورت سے فائق اور برتر ہے، اس کے مقابل عورت پر زندگی کا ایک طویل وقفہ ایسا گذرتا ہے جس میں وہ بڑی حد تک بیکار ہوکر رہ جاتی ہے، دوسروں کی محتاج ہوجاتی ہے، یعنی حمل، رضاعت، بچوں کی تربیت، حیض ونفاس کا زمانہ، اسی کو فرمایا: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَاۗءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَھُمْ عَلٰي بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ (۱) مرد عورتوں پر حاکم ہیں، اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے، اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔

اسی کو شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں یوں فرمایا ہے:

''ضروری ہے کہ مرد کو اس کی بیوی کا قوام بنایا جائے، اور فطرت کا تقاضا بھی یہ ہے کہ مرد کو عورت پر غلبہ حاصل ہو؛ اس لئے کہ مرد عقل میں کامل، سیاست میں ماہر، حمایت میں مضبوط اور ننگ وعار کو دور کرنے کی صلاحیت کا مالک ہے، اور اس حیثیت سے بھی مرد کو عورت پر برتری حاصل ہے، مرد عورت کا کپڑا، روٹی اور گھر مہیا کرتا ہے۔'' (۲)

یہاں یہ بات سمجھ لیں کہ ''قوّام'' کا جو لفظ یہاں اللہ عزوجل نے استعمال کیا ہے ''امیر''، ''حاکم'' یا ''بادشاہ'' کا لفظ استعمال نہیں کیا ہے؛ چونکہ ''قوّام'' کے معنی ذمہ دار کے آتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ زندگی گذارنے کا طریقہ وہ طے کرے گا، اسی کے منصوبے کے مطابق زندگی گذاری جائے گی، اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ شوہر آقا

---

(۱) النساء: ۳۴

(۲) حجۃ اللہ البالغۃ، حقوق الزوجیۃ: ۱۳۶/۲

ہے اور بیوی اس کی کنیز یا لونڈی، اسلام میں ''امیر'' یا ''حاکم'' کا یہ مطلب نہیں کہ وہ تخت پر بیٹھ کر حکم چلائے؛ بلکہ حضور ﷺ نے فرمایا: قوم کا سردار قوم کا خادم ہوتا ہے۔(۱)

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ

''مرد، عورت کیلئے ''قوام'' ہے؛ لیکن ساتھ میں دوستی کا تعلق بھی ہے، انتظامی طور پر ''قوام'' ہے؛ لیکن باہمی تعلق دوستی جیسا ہے، ایسا تعلق نہیں ہے جیسا آقا اور کنیز کے درمیان ہوتا ہے، اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے دو دوست کہیں سفر پر جا رہے ہوں، اور ایک دوست نے دوسرے دوست کو امیر بنالیا ہو؛ لہٰذا شوہر اس لحاظ سے تو امیر ہے کہ ساری زندگی کا فیصلہ کرنے کا وہ ذمہ دار ہے؛ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اس کے ساتھ ایسا معاملہ کرے جیسے نوکروں، ملازموں کے ساتھ کیا جاتا ہے؛ بلکہ اس دوستی کے تعلق کے کچھ آداب اور تقاضے ہیں، ان آداب اور تقاضوں میں نازکی باتیں بھی ہوتی ہیں، جن کو حاکم ہونے کے خلاف نہیں کہا جا سکتا ہے''۔

ایک اور جگہ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ

''ہمارے یہاں بعض مرد حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ ہم حاکم ہیں؛ لہٰذا ہمارا اتنا رعب ہونا چاہئے کہ ہمارا نام سن کر بیوی کانپنے لگے، اور بے تکلفی کے ساتھ بات نہ کر سکے، میرے ایک ہم سبق دوست تھے، انہوں نے ایک مرتبہ بڑے فخر کے ساتھ مجھ سے یہ بات کہی کہ جب میں کئی مہینوں کے بعد اپنے گھر جاتا ہوں تو میرے بیوی بچوں کی

---

(۱) کنز العمال: اداب متفرّقة، حدیث: ۱۷۵۱۷، علی المتقی الھند یکھتے ہیں: اس روایت کو علجونی نے کشف الخفاء میں ذکر کیا ہے اور اس کے متعدد طرق کو بیان کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ: یہ حدیث ضعیف ہے اور کہا ہے کہ: یہ کہا جاتا ہے کہ یہ روایت تعدد طرق کی وجہ سے حسن درجہ کو پہنچ جاتی ہے۔

جرأت نہیں ہوتی کہ وہ میرے پاس آجائیں ، اور مجھ سے بات کریں، بڑے فخر کے ساتھ وہ یہ بات کہہ رہے تھے، میں نے پوچھا: آپ جب گھر جاتے ہیں تو کیا کوئی درندہ یا شیر یا چیتا بن جاتے ہیں، جس کی وجہ سے بیوی بچے آپ کے پاس آنے سے ڈرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ: یہ نہیں؛ بلکہ اس لئے کہ ہم ''قوّام'' ہیں، ہمارا رعب ہونا چاہئے ، اچھی طرح سمجھ لیں کہ ''قوّام'' ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ بیوی بچے پاس آنے اور بات کرنے سے بھی ڈریں؛ بلکہ اس کے ساتھ دوستی کا تعلق بھی ہے اور دوستی کا تعلق کس طرح ہونا چاہئے اس کا نمونہ ہمیں حضور کی ازندگی میں ملتا ہے، جیسا کہ اس بارے میں حضور ﷺ کے بیویوں کے ساتھ سلوک کے واقعات پہلے گذر چکے۔

شوہر کی تعظیم وتکریم کرے

مرد کی عزت اور ایک درجہ اللہ عز وجل نے اسے جو فضیلت وشرافت سے نوازا ہے، اس کا لحاظ کرتے ہوئے بیوی کو شوہر کی تعظیم بجالانا چاہئے ،رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر میں کسی کو کسی مخلوق کیلئے سجدہ کا حکم کرتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ شوہر کو سجدہ کرے ''لو كنتُ امرا أحدًا أن يسجد لأحدٍ لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها'' (۱)

مسند احمد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسی آدمی کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے کو سجدہ کرے اور اگر یہ جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو

---

(۱) ترمذی:الرضاع،حق الزوج علی المرأة،حدیث:۱۱۵۹، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ: یہ روایت حسن اور غریب ہے، حاکم اور علامہ ذہبی نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے:المستدرک: کتاب البر والصلة: حدیث:۷۳۲۵

سجدہ کرے؛ کیونکہ اس پر اسکے شوہر کا بڑا حق ہے ''ولو صلح لبشرٍ لأمرت المرأة أن تسجد لزوجها من عظم حقه عليها ''(۱)

صرف رسمی تعظیم وتکریم پر ہی اکتفا نہ کرے؛ بلکہ دل وجان سے شوہر کی خوشنودی کے حصول کو اپنا مقصد سمجھے، ایسی عورت نہ صرف دنیوی زندگی میں کامیاب وکامراں ہوتی ہے؛ بلکہ وہ آخرت میں بھی جنت کی مستحق شمار ہوتی ہے۔

ارشادِ نبوی ﷺ ہے: ''جو عورت مرجائے اور اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگی ''ايّما امرأة ماتت وزوجها عنها راض دخلت الجنّة''(۲)

عبد اللہ وضاحی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! ﷺ میری ایک بیوی ہے جب میں اس کے پاس جاتا ہوں تو وہ مجھ سے کہتی ہے: میرے سردار اور میرے گھر کے سردار! تم کو خوش آمدید: ''مرحبًا بسيدي وسيد أهل بيتي ''اور جب وہ مجھے غمزدہ دیکھتی ہے تو کہتی ہے: کیا تمہیں دنیا نے غم واندوہ میں مبتلا کر رکھا ہے، آخرت کا معاملہ ہی تمہارے لئے بہت زیادہ بھاری ہے، ''ما يحزنك الدينا، وقد كفيت أمر الأخرة'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم اسے یہ بتلا دینا کہ وہ اللہ کیلئے کام کرنے والوں میں سے ایک ہے، اور اس کیلئے مجاہد کا آدھا ثواب ہے۔(۳)

اور ایک روایت میں ہے: اللہ عزوجل اس عورت کو پسند کرتا ہے جو باتوں سے شوہر

---

(۱) مسند احمد: مسند انس بن مالک، حدیث: ۱۲۶۳۵، ۱۵۸/۳، مؤسسة القرطبة، القاهرة منذری کہتے ہیں کہ: اس کو احمد اور نسائی نے سند جید کے ساتھ روایت کیا ہے، اس کے رواۃ ثقہ اور مشہور ہیں: الترغيب والترهيب: كتاب النكاح وما يتعلق......حدیث: ۲۹۷۷

(۲) ترمذی: الرضاع، حق الزوج على المرأة، حدیث: ۱۱۶۱، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے، حاکم اور علامہ ذہبی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

(۳) کنز العمال: الفصل الثانی فی ترغیباتٍ تختص بالنساء، حدیث: ۴۵۵۱۵۰، علامہ سیوطیؒ نے جامع الکبیر میں فرمایا ہے کہ: اس روایت کو خرائطی نے مکارم الخلاق میں روایت کیا ہے، اور اس روایت کے ایک راوی زافر بن سلیمان کے بارے میں ابن عدی کہتے ہیں کہ: ان کی بیشتر روایتوں کے متابعات نہیں ہوتے اور حدیثوں کو اس کے ضعف کے باوجود نقل کرتے ہیں۔

کا دل لبھانے والی اور شوہر کے ساتھ خوش طبع اور ظریف ہوتی ہے اور اپنی عزت وآبرو کی دوسروں سے حفاظت کرتی ہے ''انّ اللہ یحبّ المرأۃ الملقۃ البزعۃ مع زوجھا الحصان مع غیرہ ''(۱)

شوہر کی اطاعت اور فرماں برداری کرتی رہیں

عورت شوہر کی محبت اور خوشنودی کو شوہر کی اطاعت وفرماں برداری کے ذریعہ ہی حاصل کرسکتی ہے، مطلب یہ ہے کہ عورت شوہر کے حکم کو بجالائے اور جائز امور میں اس کی اطاعت کرے، بیوی کی ایک خوبی اور اس کا شوہر پر ایک حق یہ بھی ہے کہ وہ شوہر کی مطیع ہو، حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت پنج وقتہ نماز پڑھے، رمضان کے مہینے کے روزے رکھے، اپنی عزت وآبرو کی حفاظت کرے اور شوہر کی فرمانبردار ہو تو وہ جنت کے دروازوں میں جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے:

''المرأۃ اذا صلّت خمسھا وصامت شھرھا واحصنت فرجھا واطاعت بعلھا فلتدخل من أیّ أبواب الجنّۃ شاءت''(۲)

یہاں پر یہ بتایا گیا ہے کہ عورت پر نماز، روزہ کی شکل میں جس طرح اللہ تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی ضروری ہے، اسی طرح شوہر کی اطاعت وفرماں برداری بھی ضروری ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے کہا گیا: کونسی عورت بہتر ہے، فرمایا: شوہر جب اسے دیکھے تو وہ اس کو خوش کردے اور جب کسی

---

(۱) کنز العمال: الفصل الثانی فی ترغیباتٍ تختص بالنساء، حدیث: ۴۵۱۳۰، یہ حدیث ضعیف ہے۔

(۲) حلیۃ الاولیاء: لربیع بن صبیح، ۳۰۸/۶، دار الکتاب العربی بیروت، الطبعۃ الثانیۃ، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو احمد اور طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے اور اس میں ابولہیعہ ہیں، ان کی حدیث حسن درجے کی ہے اور اس کے بقیہ رجال صحیح کے رجال ہیں: مجمع الزوائد: باب حقّ الزوج علی المرأۃ، حدیث: ۷۶۳۵

جائز کام کا حکم دے تو بجالائے اور اپنی جان اور مال میں ایسی مخالفت نہ کرے جو اسے ناپسند ہو۔ ''الّتی تسرّہ إذا نظر وتطیعه اذا أمر ولا تخالفه فی نفسها ومالها''(۱)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی عورت دنیا میں اپنے شوہر کو تکلیف نہ دے ورنہ اس کی حور بیوی اس سے یہ کہتی ہے: تو اسے تکلیف نہ دے، تجھے اللہ ہلاک کرے، وہ تیرے یہاں تھوڑی دیر کیلئے ہے، قریب ہی وہ تجھ سے جدا ہو جائے گا ''ھو عندك دخیل یوشك أن یفارقك''(۲)

حضرت حصین بن محصن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان کی ایک پھوپھی نبی کریم ﷺ کے پاس کسی ضرورت سے آئیں، وہ جب اپنی ضرورت سے فارغ ہوگئیں تو ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا تمہارا شوہر ہے؟ تو انہوں نے کہا: ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارا اس کے ساتھ کیسا معاملہ ہے؟ انہوں نے کہا: میں اس کی خدمت کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتی، تو آپ ﷺ نے فرمایا: سوچ لو تم کتنا حق ادا کر رہی ہو؛ کیونکہ وہی تمہاری جنت اور دوزخ ہے:

''فانظری أین أنت منه ،فانّما ھو جنّتك ونارك''(۳)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بیوی پر شوہر کا حق اتنا زیادہ ہے کہ اگر اسے کوئی زخم ہو جائے تو وہ اسے زبان سے چاٹ لے، یا اس کی ناک سے رینٹ نکلتا ہو یا اس کو خون نکلتا ہو بیوی اُسے نگل جائے تب بھی اس کا حق ادا نہیں کر سکتی:

---

(۱) نسائی: کتاب النکاح، أی النساء خیرًا، حدیث: ۳۲۳۱، محقق شعیب الارنؤط نے مسند احمد میں اس کی سند کو قوی کہا ہے۔

(۲) ترمذی: باب ممّا کراھیة الدخول علی المغیبات، حدیث: ۱۱۸۴، امامِ ترمذیؒ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن اور غریب ہے۔

(۳) مسند احمد: حدیث حصین بن محصن، حدیث: ۱۹۰۲۵، محقق شعیب الارنؤط کہتے ہیں کہ اس روایت کے حسن ہونے کا احتمال ہے، حصین بن محصن مختلف فیہ ہیں۔

”لو كانت له قرحة فلحستها أو انتشر منخراه صديدًا
ثم ابتلعه ما أدّت حقّه“(۱)

حضرت امامہ رضی اللہ عنہا بنت حارث نے اپنی لڑکی امّ ایاس رضی اللہ عنہا کی شادی کے وقت کہا: ”كوني له امة يكن لك عبدًا “، ”كوني له أرضًا يكن لك سماءً“ (۲) تو اپنے شوہر کیلئے باندی ہوجا، وہ تیرا غلام ہوجائیگا، تو اس کیلئے زمین ہوجا وہ تیرے لئے آسمان ہوجائے گا۔

اور ایک جگہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرد اگر اپنی بیوی کو حکم دے کہ اس سرخ پہاڑ سے پتھر لے جاکر اس کالے پہاڑ پر منتقل کرے اور کالے پہاڑ سے پتھر لے جاکر لال پہاڑ کے پتھروں میں رکھے، عورت کو چاہئے کہ وہ اس حکم کو بجالائے:

”لو انّ رجلا أمر امرأته أن تنتقل من جبل الأحمر الى
جبل اسود ومن جبل اسود الٰى جبل أحمر“(۳)

قاضی شریح رحمہ اللہ نے اپنے ساتھی شعبی رحمہ اللہ سے کہا: میں نے اپنی اہلیہ کی جانب سے بیس سال کی مدت میں کوئی مبغضوض اور ناپسندیدہ چیز نہیں دیکھی، شعبی رحمہ اللہ نے تعجب سے کہا: یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟ قاضی شریح نے کہا: میں پہلی رات جب اپنی بیوی کے پاس گیا، تو اس کے قریب گیا اور اس کی جانب اپنا ہاتھ بڑھایا، تو بیوی نے کہا: ابوامیہ! رُک جاؤ، پھر کہا: تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں اور درود وسلام اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر...... میں ایک

---

(۱) مجمع الزوائد: باب حق الزوج على المرأة، حدیث: ۷۶۳۹، منذری کہتے ہیں کہ: اس کو بزار نے سندِ جید کے ساتھ روایت کیا ہے، اس کے رواۃ ثقہ اور مشہور ہیں: الترغیب والترہیب: کتاب النکاح وما یتعلق، حدیث: ۲۹۷۵۔

(۲) ازواج وزوجات فی قفص الاتہام: ۱/۳

(۳) ابن ماجہ: باب حق الزوج علی المرأة، حدیث: ۱۸۵۲، علامہ منذری رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس کو ابنِ ماجہ نے علی بن زید بن جدعان سے روایت کیا ہے اور اس کے بقیہ رواۃ قابل احتجاج ہیں: الترغیب: کتاب النکاح وما یتعلقّ بہ

غریب اور اجنبی عورت ہوں اور مجھے تمہارے اخلاق کا کوئی علم نہیں، تم کو جو چیزیں محبوب ہیں اس کو بتلاؤ کہ میں اس کی پیروی کروں اور تمہاری ناپسندیدہ چیزیں بتاؤ کہ میں اس کو ترک کردوں ''انّی امرأة غریبة لا علم لی باخلاق فبیّن لی ما تحبّ فاتبعه وما تکره فاترکه'' میں نے کہا: حمد وصلوٰۃ کے بعد! تم نے ایسی بات کہی کہ اگر تم اس پر ثابت قدم رہتی ہو تو اس میں تمہاری بھلائی ہے، اور اگر اُسے تم چھوڑ دوگی تو اس کا وبال بھی تم ہی پر ہوگا، مجھے فلاں فلاں چیزیں پسند اور فلاں فلاں چیزیں ناپسند ہیں ''أحبّ کذا وکذا وأکره کذا وکذا '' (۱)

شوہر کی خوشنودی کو حاصل کرنے کی کوشش کرے

بیوی کو چاہئے کہ جائز امور میں شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری کے ذریعہ اس کی خوشنودی ورضا کو حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کرے، اس حدیث سے اسلام میں اطاعت گذار، وفاشعار، فرمانبردار اور شوہر کی رضا وخوش نودی کی متلاشی بیوی کی اہمیت کو یوں بیان کیا گیا ہے: ''تقویٰ کے بعد مسلمانوں کیلئے بہترین چیز جو اس کیلئے قابلِ استفادہ ہے، وہ نیک عورت ہے کہ اگر اسے شوہر حکم کرے تو بجالائے، اس کو دیکھے تو خوش کردے، اس کو قسم دے تو پورا کر دکھائے اور اگر شوہر موجود نہ ہو تو اپنی ذات اور شوہر کے مال میں خیر خواہ بن کر رہے:

''ما استفاد المؤمن بعد تقوی الله خیراً من زوجة صالحة ان امرها اطاعته وان نظر الیها سرّته وان اقسم علیها ابرّته، وان غاب عنها حفظته فی نفسها ومالها'' (۲)

اس حدیث میں تقویٰ کے بعد سب سے بہترین دولت نیک، اطاعت شعار

---

(۱) عشرة النساء للنسائی: ۱/۱۲۹

(۲) ابن ماجه: باب افضل النساء: حدیث: ۱۸۵۷، علجونی کہتے ہیں کہ: اس کو ابن ماجه اور طبرانی نے ابوامامہ سے سند ضعیف کے ساتھ نقل کیا ہے؛ لیکن اس کے شواہد موجود ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی بھی کوئی اصل ہے: کشف الخفاء: ۲/۱۸۱، دار احیاء التراث العربی۔

اور شوہر کی رضا وخوشنودی کی متلاشی بیوی کو کہا گیا ہے۔

بیہقی کی روایت میں ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''أيّما امرأة ماتت زوجها عنها راض دخلت الجنة'' جو عورت اس حال میں مرے کہ اس کا خاوند اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں داخل ہو جائے گی۔(۱)

حضراتِ صحابیات رضی اللہ عنہن بھی اپنے شوہروں کی رضامندی اور خوشنودی کا نہایت خیال رکھتی تھیں حضرت حولاء رضی اللہ عنہا عطر فروش تھیں، ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں آئیں اور کہا: میں ہر رات کو خوشبو لگاتی ہوں اور بناؤ سنگار کر کے دلہن بن جاتی ہوں اور خالصۃً لوجہ اللہ اپنے شوہر کے پاس جا کر سوتی ہوں؛ لیکن پھر بھی وہ میری طرف متوجہ نہیں ہوتے اور منہ پھیر لیتے ہیں، پھر ان کو متوجہ کرتی ہوں اور پھر اعراض کر لیتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو ان سے بھی اس کا ذکر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جاؤ اپنے شوہر کی اطاعت کرتی رہو ''اذهبي أيّتها المرأة فاسمعي واطيعي زوجك''(۲)

ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ میں چاندی کے چھلے دیکھے فرمایا: عائشہ! یہ کیا ہے؟ بولیں، میں نے اس کو اس لئے بنایا ہے کہ آپ کیلئے بناؤ سنگار کروں ''صنعتُهنّ أتزيّن لك يارسول الله''(۳)

ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، ان کے ہاتھ میں سونے کے کنگن تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پہننے سے منع فرمایا، بولیں ''انّ المرأة اذا لم تزين لزوجها صفلت عنده''(۴) اگر عورت اپنے شوہر کیلئے زیب وزینت نہ کرے تو وہ

---

(۱) ترمذی: حق الزوج علی المرأة، حدیث: ۱۱۶۱، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن غریب کہا ہے۔

(۲) اسد الغابة: تذکرة حولاء العطارة: ۷/۷۷، دار الکتب العلمیة، بیروت۔

(۳) ابوداؤد: کتاب الزکوة، باب الکنز ما هو وزکوة الحلی، حدیث: ۱۵۶۵، حاکم نے اس کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے: المستدرک: کتاب الزکاة، حدیث: ۱۴۳۷۔

(۴) نسائی: کتاب الزینة، حدیث: ۵۱۴۲، محقق شعیب الارنؤط کہتے ہیں کہ: اس روایت کی سند ضعیف ہے اس کے ایک راوی ابی زید کی وجہ سے جو ابو ہریرہ کے صاحب ہیں، البانی نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔

اس کی نگاہوں سے گر جائے گی۔

شوہر کی جنسی خواہش کی تکمیل کی جائے

شوہر کی جنسی خواہش کی تکمیل یہ بھی عورت کا ایک اہم فریضہ ہے؛ اس لئے بیوی کو چاہئے کہ شوہر جب اس کو اپنی خواہش کی تکمیل کیلئے بلائے تو برضا ورغبت اس کیلئے تیار ہوجائے، اس حوالے سے شوہر کی اطاعت کس قدر ضروری ہے اس کا اندازہ اس حدیث سے لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شوہر جب اپنی بیوی کو اپنی ضرورت کیلئے بلائے تو وہ فوراً اس کیلئے حاضر ہوجائے گو وہ تنور پر بیٹھی (روٹی پکا رہی ہو) ''اذا الرجل دعا زوجته لحاجته خلت له وان كانت على التنور''(۱)

بلکہ ایک روایت میں یوں فرمایا گیا ہے کہ ''اگر اس کے حکم کو وہ بجا نہ لائے تو گنہ گار ہوگی''، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ ''شوہر جب اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ آنے سے انکار کردے تو فرشتے اس پر صبح تک لعنت کرتے رہتے ہیں ''اذا دعا الرجل امرأته الى فراشه فأبت أن تجئ لعنها الملائكة حتى تصبح''۔(۲)

اور ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: عورت اللہ عز وجل کا حق اس وقت تک ادا نہیں کرسکتی جب تک کہ وہ اپنے شوہر کا حق ادا نہ کرے، اگر وہ اس وقت اونٹ کے پالان پر ہو، اور وہ اس سے اس کے نفس کا سوال کرے تو اسے اس کے حق سے نہ روکے یعنی سفر کیلئے بیوی مکمل تیار ہوچکی ہو، پھر شوہر تقاضہ کرے تب بھی تقاضہ پورا کرنے سے انکار نہیں کرنا چاہئے:

''المرأة لا تؤدى حق الله حتى تؤدى حق زوجها كله

---

(۱) ترمذی: حق الزوج علی المرأۃ، حدیث: ۱۱۶۰، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے۔

(۲) بخاری، کتاب النکاح، اذا باتت المرأۃ مہاجرۃ فراش زوجھا، حدیث: ۴۸۹۷

ولو سألها وهو علٰی ظهر قتبٍ لم تمنعه حقه‘‘(۱)

گھر کی نگرانی وحفاظت کرے

عورت کا ایک فرض یہ بھی ہے کہ وہ شوہر کے گھر کی نگرانی اور حفاظت کرے، اس کی حفاظت اور نگرانی میں بچوں کی تربیت، شوہر کے مال وجائیداد کی حفاظت اور خود اپنی عفت وعصمت کا تحفظ، یہ تمام باتیں داخل ہیں، اسی کی جانب اللہ عز وجل کے اس ارشاد میں اشارہ ہے حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ (۲)

ان پوشیدہ امور کی حفاظت کرے، جن کی حفاظت اللہ نے کر رکھی ہے، آپ ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ ’’كلّكم راع وكلكم مسئول عن رعيته‘‘(تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر شخص سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں سوال ہوگا، اور پھر آگے فرمایا: ’’والمرأة راعية على بيت زوجها وولده‘‘ اور عورت اپنے شوہر اور اس کے گھر پر نگہبان ہے۔(۳)

شوہر کے مال واسباب اور گھر کی حفاظت میں دلچسپی وغیرہ کا ازدواجی زندگی پر بہت اثر پڑتا ہے کہ بیوی نہایت دیانت کے ساتھ شوہر کے مال واسباب کی حفاظت کرے، یہ نہیں کہ اپنے بھائی بہنوں پر شوہر کے مال سے بے دردی کے ساتھ بے تکا خرچ کرتی جائے، حضراتِ صحابیاتؓ کے اندر دورِ رسالت میں شوہر کے مال میں سے دیانت اور اس کے مال واسباب کی حفاظت کا وصف اس قدر پایا جاتا تھا کہ مال واسباب تو دور کے رہے جو چیز بھی شوہر سے تعلق رکھتی تھی، اس میں بغیر اس کی اجازت کے کسی قسم کا تصرف کرنا پسند نہیں کرتی تھیں۔

---

(۱) ابن ماجہ: باب حق الزوج على المرأة، حدیث: ۱۸۵۳، اس روایت کو حاکم نے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں سوائے مغیرہ بن مسلم کے وہ ثقہ ہیں: مجمع الزوائد: باب حق الزوج على المرأة، حدیث: ۷۶۳۴۔

(۲) النساء: ۳۴ (۳) بخاری: باب الجمعة في القرىٰ والمدن، حدیث: ۸۵۳

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی، ایک بار وہ گھر میں تھیں کہ ایک غریب سوداگر آیا اور کہنے لگا کہ: اپنے سایۂ دیوار میں مجھ کو سودا بیچنے کی اجازت دیجیے، تو وہ عجیب کشمکش میں مبتلا ہوگئیں، فیاضی اور کشادہ دلی سے اجازت دینا چاہتی تھیں؛ لیکن شوہر کی اجازت کے بغیر حکم نہیں دے سکتی تھیں، بولیں: اگر میں اجازت دے دوں گی اور زبیر انکار کردیں تو بڑی مشکل پڑے گی، زبیر کی موجودگی میں آؤ اور مجھ سے سوال کرو، چنانچہ وہ اسی حالت میں آیا اور کہا: ام عبداللہ! میں محتاج آدمی ہوں، آپ کی دیوار کے سایہ میں کچھ سودا بیچنا چاہتا ہوں، بولیں تم کو مدینہ میں میرا ہی گھر ملتا تھا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: تمہارا کیا بگڑتا ہے جو ایک محتاج آدمی کو خرید وفروخت سے روکتی ہو، وہ تو پہلے سے چاہتی تھیں کہ اجازت دے دیں۔(۱)

یہ نہایت فیاض خاتون تھیں؛ اس لئے صدقات وخیرات کرنا بہت پسند کرتیں تھیں ؛لیکن شوہر کے مال کے سوا اُن کے پاس کچھ نہیں تھا، اور شوہر کے مال میں بلا اجازت تصرف نہیں کرسکتیں تھیں، مجبوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ: میں زبیر رضی اللہ عنہ کی آمدنی میں سے کچھ صدقہ کروں تو کیا کوئی گناہ کی بات ہے؟ ارشاد ہوا کہ: جو کچھ ہو سکے دو۔(۲)

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے بیعت لی تو ان میں سے ایک خاتون بول اٹھیں اور کہا: ہم اپنے باپ بیٹے اور شوہر کے محتاج ہیں، ان کے مال میں سے ہمارے لئے کس قدر لینا جائز ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس قدر کہ ''کھا پی لو''۔(۳)

---

(۱) مسلم: کتاب الأدب، باب جواز ارداف المرأۃ الأجنبیۃ اذا عییت فی الطریق، حدیث: ۲۱۸۲

(۲) مسلم: کتاب الزکوۃ: باب الحث علی الصدقۃ ولو بالقلیل، حدیث: ۱۰۲۹

(۳) ابوداؤد: کتاب الزکوۃ، باب المرأۃ تصدق من بیت زوجھا، حدیث: ۱۶۸۶، علامہ ذہبیؒ نے مستدرک کی تعلیق میں اس کو بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے: المستدرک: کتاب النکاح: حدیث: ۷۱۸۵

اگرچہ شوہراوراس کے گھر کی حفاظت کا یہ وصف تمام صحابیات میں موجود تھا؛ لیکن قریش کی عورتیں اس حوالہ سے خاص طور پر ممتاز تھیں، چنانچہ خود حضور ﷺ نے اپنی زبانِ مبارک سے ان کی اس خصوصیت کو نمایاں کیا ''نساء قریش خير نساء ركبن الابل، احناه على الطفل، وارعاه على زوج فى ذات يده''(۱) قریش کی عورتیں کس قدر اچھی ہیں، جو بچوں سے محبت رکھتی ہیں اور شوہر کے مال واسباب کی نگرانی کرتی ہیں۔

پردے کا اہتمام ابتدا ہی سے ہو

یہ لحاظ رہے کہ لڑکی کے پردہ کا اہتمام ابتداء ہی سے کریں، پردہ کا اہتمام نہ کرنا یہ بہت ساری فتنہ سامانیوں اور فساد و بگاڑ کا ذریعہ بن جاتا ہے، آج کل پردے کے بارے میں بالکل اہتمام نہیں کیا جاتا، چچیرے، خلیرے، پھوپھیرے، بھائیوں اور ایسے ہی سسرالی رشتہ دار مردوں میں خصوصاً جیٹھ، دیور اور ان کے دیگر رشتہ داروں سے پردہ کا اہتمام نہیں کیا جاتا اور ان کے دوستوں سے بعض عورتیں بڑے ہی بے باکانہ اور بے تکلفانہ انداز میں ہنسی مذاق کرتی ہیں اور بے پردہ سامنے نکل آتی ہیں، اور شوہر بھی یہ سمجھتا ہے کہ اپنے ہی لوگ ہیں؛ حالانکہ یہی لوگ بسا اوقات اجنبی اور پڑوسی سے زیادہ خطرناک ثابت ہوتے ہیں۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: (نا محرم) عورتوں کے پاس مت جایا کرو، ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ عورت کیلئے سسرال کے مردوں کے متعلق کیا حکم ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: سسرال کے رشتہ دار تو موت ہیں ''الحمو الموت''۔(۲)

اس حدیث میں سب سے قابلِ توجہ چیز یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے عورت کیلئے

---

(۱) بخاری: باب الی من ینکح وأی نساء خیر، حدیث: ۴۷۹۴

(۲) بخاری: باب لا یخلونّ رجل بامرأۃ، حدیث: ۴۹۳۴

سسرال کے مردوں کو موت سے تشبیہ دی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ عورت اپنے جیٹھ اور دیور و نندوئی وغیرہ سے اور اسی طرح سسرال کے دوسرے مردوں سے گہرا پردہ کرے، یوں تو ہر محرم سے پردہ کرنا ہے؛ لیکن جیٹھ، دیور اور ان کے رشتہ داروں کے سامنے آنے سے اس طرح بچنا ضروی ہے جیسے موت سے بچنے کو ضروری خیال کرتے ہیں۔

پردہ کا مطلب یہ ہے کہ تمام بدن کے ساتھ چہرہ اور دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم غیر محرم سے چھپائیں رکھیں، چہرہ، ہتھیلیوں اور پیروں کے علاوہ کا پردہ واجب ہے، ان اعضاء کا پردہ فتنہ کے اندیشہ کی وجہ سے ہے کہ یہی مواقعِ زینت اور جاذبیت وکشش کے باعث ہونے کی وجہ سے فتنے کا سامان بنتے ہیں، پردہ کا اعلی درجہ یہ ہے کہ بے جا گھر سے نہ نکلا جائے، اسی کو قرآن میں فرمایا: وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى(۱) اور اپنے گھروں میں قرار پکڑو اور اگلے زمانۂ جاہلیت کے بناؤ سنگھار کا اظہار کرتی نہ پھرو۔

اگر کسی مجبوری سے باہر نکلنے کی جو اجازت دی گئی ہے اس میں بھی متعدد پابندیاں لگائی گئی ہیں مثلاً یہ کہ خوشبو لگا کر نہ نکلے اور یہ بھی حکم فرمایا ہے کہ عورت راستہ کے درمیان سے نہ چلے، اگر اُسے باہر جانا ہی پڑے تو پورے بدن پر موٹی چادر لپیٹ کر نکلے، نیز مرد کی نظر کسی نامحرم عورت پر یا عورت کی نظر کسی نامحرم مرد پر پڑ جائے تو فوراً نظر ہٹالے، اگر عورت کو کسی نامحرم مرد سے بدرجۂ مجبوری بات کرنی پڑے تو نرم گفتاری سے بات نہ کرے اور یہ بھی فرمایا کہ عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے، محرم بھی وہ ہو، جس پر بھروسہ ہو، فاسق محرم جس پر اطمینان نہ ہو اس کے ساتھ سفر کرنا درست نہیں ہے، اسی طرح شوہر یا محرم کے علاوہ کسی نامحرم مرد کے ساتھ تنہائی میں رہنے یا رات گذارنے کی بالکل اجازت نہیں ہے۔

عورت کی نامحرم کے ساتھ تنہائی کو حضور ﷺ نے سختی سے منع فرمایا ہے ’’ألا لا يبيتنّ رجل عند امرأة ثيّبٍ الّا أن يكون ناكحًا أو ذا محرم‘‘ (۲)

(۱) الاحزاب:۵۹ (۲) مسلم: باب تحريم الخلوة بالأجنبية، حديث:۲۱۷۱

کوئی شخص ہرگز کسی بے شوہر والی عورت کے پاس رات نہ گذارے، الا یہ کہ ایسا شخص ہو جس نے اس عورت سے نکاح کرلیا ہو یا اس کا محرم ہو۔

حدیثِ بالا کی اس ممانعت میں ہر نامحرم آ گیا، جیٹھ، دیور، نندوئی، چچازاد بھائی، ماموں اور پھوپھی کا لڑکا، یہ سب غیر محرم ہیں، عورتیں عموماً ان رشتہ داروں کے پاس بے دریغ تنہائی میں چلی جاتی ہیں، یہ درست نہیں، ان کی قربت اور نزدیکی وجہ سے ان سے خطرہ زیادہ رہتا ہے۔

اور ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے عورتوں کو راستہ چلنے کے آداب کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا: حضرت ابواسید انصاری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ مسجد سے باہر تشریف لا رہے تھے، اور مرد وعورتیں وہاں سے گذر رہے تھے، راستے میں مرد وعورت (اس طرح) مل گئے (کہ سب اکھٹے گذرنے لگے اور عورتیں ایک طرف نہیں تھیں، گو عورتیں پردہ میں تھیں، مگر راستے کے درمیان مردوں کے مجمع میں جارہی تھیں) یہ حال دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے عورتو! پیچھے ہٹو! تم کو راستہ کے بیچ میں چلنے کی اجازت نہیں ہے، تم راستہ کے کناروں پر ہو کر گذرو، راوی کہتے ہیں کہ: اس ارشاد کے بعد عورتیں راستہ کے کناروں میں ایسے طریقہ پر گذرتی تھیں کہ راستہ کے دائیں بائیں جو کوئی دیوار ہوتی تھی اس سے چپکی جاتی تھیں، یہاں تک کہ ان کا کپڑا دیوار سے اٹکنے لگتا تھا ''فکانت المرأة تلصق بالجدار حتّى انّ ثوبها ليتعلّق بالجدار''(۱)

پردہ کیسا ہو؟

سورۂ احزاب میں ارشادِ خداوندی ہے:

يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ (۲)

(۱) ابوداؤد: باب فی مشی النساء مع الرجال فی الطریق، حدیث: ۵۲۷۲، البانی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

(۲) الاحزاب: ۵۹

اے نبی ﷺ ! آپ اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور مسلمان عورتوں سے فرمادیجئے (کہ جب مجبوری کی بناء پر گھروں سے باہر نکلنا پڑے تو) اپنے (چہروں کے) اور (بھی) چادروں کا حصہ لٹکالیا کریں۔

تفسیر ابن کثیر میں اس آیت کے ذیل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ ''أمر الله نساء المؤمنين اذا خرجن من بيوتهنّ في حاجة أن يغطّين وجوههنّ من فوق رؤسهنّ بالجلابيب ويبدين واحدة'' یعنی اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کی عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب کسی مجبوری سے اپنے گھروں سے نکلیں تو ان چادروں سے چہروں کو ڈھانک لیں جو سروں کے اوپر بڑی چادریں اوڑھ رکھی ہیں اور راہ چلنے کیلئے صرف ایک آنکھ ظاہر کریں۔

یہاں اس آیت میں حضور ﷺ کے ازواجِ مطہرات ؓ، آپ ﷺ کی صاحبزادیوں اور عام مسلمان عورتوں کو پورا بدن اور چہرہ ڈھانک کر نکلنے کا حکم ہوا، اس سے ان جاہلوں اور گمراہ تجدد پسندوں کی تردید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ: عورتوں کو چہرہ چھپا کر نکلنے کا حکم اسلام میں نہیں ہے، اور اگر چہرہ کا پردہ نہ ہوتا تو مردوں اور عورتوں کو نظریں نیچی رکھنے کا حکم کیوں دیا جاتا؟ چہرہ میں ہی تو کشش ہوتی ہے اور وہی مجمع المحاسن ہے۔

عہدِ رسالت میں پردہ کا خاص اہتمام

دورِ رسالت میں پردہ ایک لازمی چیز تھی، اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: سید دو عالم ﷺ نے تین روز خیبر اور مدینہ کے درمیان قیام فرمایا، تینوں دن حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے پاس شب باشی کی ، (وہیں صحراء کے ایک خیمہ میں ولیمہ ہوا) ولیمہ میں کوئی گوشت روٹی نہیں تھی، حضور ﷺ نے چمڑے کا دسترخوان بچھانے کا حکم دیا، جس پر کھجوریں اور پنیر اور گھی لاکر رکھ دیا گیا، میں لوگوں کو بلایا اور لوگوں نے ولیمہ کی دعوت کھائی، (پورے لشکر میں جن کو علم نہیں ہوا تھا) وہ لوگ اسی تردد میں رہے کہ صفیہ سے حضور ﷺ نے نکاح فرمالیا ہے یا باندی بنالیا ہے

؟ پھر خود ہی ان لوگوں نے اس کا فیصلہ کرلیا کہ آپ ﷺ نے ان کو پردہ میں رکھا تو ہم سمجھیں گے کہ آپ ﷺ کی بیوی ہیں اور امہات المومنین ؓ میں سے ہیں، ورنہ یہ سمجھیں گے کہ آپ ﷺ نے ان کو باندی بنالیا ہے، پھر حضور ﷺ نے ان کو سوار کر کے ان کے اور لوگوں کے درمیان پردہ تان دیا، اس سے سب سمجھ گئے (کہ وہ ام المومنین ہیں) ''فلمّا ارتحل وطأ لها خلفه ومدّ الحجاب بينها وبين النّاس''(۱)

حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ اندازہ اس لئے کرلیا تھا کہ انہیں اس بات کا اچھی طرح علم تھا آزاد عورت کو پردہ کرنا لازم ہے۔

دورِ رسالت میں پردہ کے اہتمام کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ حضور ﷺ نے ایک نابینا صحابی رضی اللہ عنہ سے اپنی ازواج کو تک پردہ کرنے کو کہا، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے پاس میں تھے کہ اچانک عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آپ ﷺ سے ملنے کیلئے آگئے (عبداللہ چونکہ نابینا تھے؛ اس لئے ہم دونوں نے یہ سوچ کر کہ ان سے کیا پردہ؟ اس لئے کہ ان کو تو کچھ دکھائی نہیں دیتا) حضور ﷺ نے فرمایا: ان سے پردہ کرو تو ہم نے کہا: وہ تو نہیں دیکھ رہے ہیں، اس کے جواب میں حضور ﷺ نے فرمایا: ''افعميا وان انتما ألستما تُبصرانه''(۲)

یہاں پر غور کرنے کی چیز یہ ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پاکباز نابینا صحابی تھے اور دونوں ازواجِ مطہرات بھی نہایت پاک دامن تھیں، اس کے باوجود بھی آپ ﷺ نے پردہ کرنے کو کہا جہاں بدنظری کا ذرا بھی احتمال نہیں تھا، وہاں اس قدر سختی فرمائی گئی تو آج کل کی عورتوں کیلئے اس امر کی کیوں کر اجازت ہوسکتی ہے کہ مردوں کو تانک جھانک کیا کریں، تقویٰ یہ ہے کہ عورتیں بھی حتی الامکان نامحرم کو نہ دیکھیں۔

---

(۱) بخاری: باب غزوۃ خیبر، حدیث: ۳۹۷۶

(۲) ترمذی: احتجاب النساء من الرجال: حدیث: ۲۷۷۸، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ایک دفعہ حج کے موقع پر چند بیویوں نے عرض کیا کہ اے اُم المؤمنین چلئے! حجر اسود کو بوسہ دے دیں، فرمایا: تم جاسکتی ہو، میں مردوں کے ہجوم میں نہیں جاسکتی۔(۱)

ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ طواف کی حالت میں بھی چہرہ پر نقاب رہتا تھا۔(۲)

حضرت اسحق تابعی نابینا تھے، وہ خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے پردہ کیا، وہ بولے کہ مجھ سے کیا پردہ، میں تو آپ کو نہیں دیکھ سکتا، فرمایا: تم مجھے نہیں دیکھتے تو میں تم کو دیکھتی ہوں۔(۳)

مُردوں سے شریعت میں پردہ نہیں، لیکن ان کا کمال احتیاط دیکھئے کہ وہ اپنے حجرہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دفن ہونے کے بعد بے پردہ نہیں جاتی تھیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر اور اپنے درمیان دیوار اٹھائے بغیر اس حجرے میں جس میں رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مدفون ہیں جانا گوارا نہیں کیا۔(۴)

علاج کرانے میں پردہ کا اہتمام ضروی ہے

عورت کیلئے علاج کے وقت بھی پردہ کا اہتمام ضروری ہے، اس پر اس حدیث سے روشنی پڑتی ہے، حضرتِ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سینگی لگوانے کی اجازت طلب کی؛ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطیبہ کو حکم دیا کہ امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو سینگی لگادیں۔

اس واقعہ کے بیان کرنے کے بعد حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابوطیبہ سے جو سینگی لگوائی تو میرے خیال میں اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دودھ شریک بھائی تھے یا نابالغ لڑکے تھے۔

---

(۱) بخاری: کتاب الحج، طواف النساء (۲) اخبار مکہ للازرقی: ۱۰/۲
(۳) طبقات ابن سعد: خبر النساء: ۴۷ (۴) سیرتِ عائشہ : سید سلیمان ندویؒ

علاج کیلئے ستر کھولنے کے احکام

علاج کیلئے ستر کھولنے میں شریعت کے ایک اہم اصول " الضّرورة تتقدّر بقدر الضّرورة " کا خیال رکھنا لازم ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ مجبوراً جتنے بدن کا دیکھنا ضروری ہے معالج بس اسی قدر دیکھ سکتا ہے، مثلا علاج کیلئے نبض دیکھنے اور حال کہنے سے کام چل سکتا ہے تو جسم کے دیگر اعضاء دیکھنے یا ہاتھ لگانے کی اجازت نہ ہوگی ،اسی طرح اگر بازو میں یا پنڈلی میں زخم ہے تو جتنی جگہ بدرجۂ مجبوری دیکھنے کی ضرورت ہو بس اسی قدر معالج دیکھ سکتا ہے، اگر علاج کی مجبوری کیلئے آنکھ، ناک، دانت دیکھنا ہے تو اس صورت میں پورا چہرہ کھولنا جائز نہیں، جس قدر دیکھنے سے کام چل سکتا ہو اسی قدر دکھا سکتے ہیں؛ بلکہ ایسے معالج کیلئے بھی وہی تفصیل ہے جو عورت کا محرم ہو؛ کیونکہ عورت کو اپنے محرم کے سامنے پیٹ، پیٹھ اور ران کھولنا منع ہے، اگر پیٹ یا پیٹھ میں زخم ہو تو حکیم، ڈاکٹر خواہ محرم ہو یا نامحرم صرف زخم کی جگہ دیکھ سکتا ہے۔

حمام، تالاب اور سیمنگ پولس میں غسل کرنے میں پردہ کے احکام

دورِ رسالت سے قبل بھی زمانۂ جاہلیت میں ایسے حماموں کا رواج تھا جن میں مرد وعورت بغیر کسی پردہ اور شرم کے اکھٹے ہو کر نہایا کرتے تھے، حضور ﷺ نے ایسے حماموں میں پانی نہانے کو عورتوں کو تو بالکل منع کیا اور مردوں کو تہبند باندھ کر نہانے کی اجازت دی، پر اس میں بھی اس کا لحاظ ضروری تھا کہ کسی دوسرے مرد کا ستر نہ دیکھے اور کسی عورت پر نظر نہ پڑے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنی بیوی کو حمام میں داخل نہ کرے " فلا یدخل حلیلته الحمّام " اور جو شخص اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو تو وہ کسی ایسے دستر خوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب کا دور چل رہا ہو۔(۱)

---

(۱) ترمذی: دخول الحمّام، حدیث: ۲۸۰۱، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے۔

ہمارے اس زمانہ میں سئمنگ پولس وغیرہ نہانے اور تیرنے کیلئے بنائے جاتے ہیں ،مرد وعورت ،لڑکے اورلڑکیاں اکھٹے مل کر نہاتے اور تیرتے ہیں، تیرا کی کے مقابلے کرتے ہیں، مردوں اور عورتوں کے ننگے جسموں کی بے پردگی ہوتی ہے، یہ اختلاط اور نظر فریبی اور عشق بازی پر آمادہ کرتا ہے،اسی طرح بعض علاقوں میں تالابوں میں غسل کرنے کا رواج ہے، مرد وعورت اکھٹے نہاتے ہیں اور کپڑے دھوتے ہیں جس کی وجہ سے عورتوں کا سر،سینہ، پنڈلیاں، کمر اور پیٹ مرد دیکھتے ہیں؛ حالانکہ یہ دیکھنا اور دکھانا دونوں حرام ہیں۔

بیوی کو لوگوں کے سامنے بے پردہ کرنے والے شوہر کیلئے وعید

بعض مرد اپنی بیوی کو غیر مردوں کے سامنے لے جاتے ہیں؛ بلکہ ان سے مصافحہ کرواتے ہیں حتی کہ غیر مردوں کے ساتھ اپنی بیویوں کو نچواتے ہیں تو ان کی بیوی شوہر کے پیچھے یا آگے غیر مرد سے کوئی تعلق رکھے تو شوہر اسے درست سمجھتے ہیں، بہت سے اپنی بیوی کو ماڈرن دیکھنا چاہتے ہیں؛ بلکہ وہ اس پر خوش ہوتے ہیں کہ اس کی بیوی کے بہت سے دوست واحباب ہیں اور یہ ترقی کی علامت سمجھی جاتی ہے،ایسے بدتمیز شوہر کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی یہ بیان کردہ وعید نہایت سخت ہے:

’’ثلٰثة قد حرّم الله عليهم الجنّة مد من الخمر، والعاق، والديوث الذى يُقرّ فى أهله الخبيث‘‘ (۱)

یعنی تین شخصوں پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام فرمادی ہے :

۱) جو شراب پیتا ہے۔

۲) جو ماں باپ کو تکلیف دیتا ہے۔

۳) جو اپنے گھر والوں میں ناپاک (زنا اور اس کی طرف لانے والی چیزوں مثلاً: بے پردگی ،غیر مردوں سے میل جول وغیرہ) کو برقرار رکھتا ہے۔

---

(۱) مسندا حمد: مسند عبد اللہ بن عمر بن خطاب، حدیث:۵۳۷۲،منذری کہتے ہیں کہ اس کو احمد،نسائی، بزار اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کو صحیح الاسناد کہا ہے:الترغیب الترہیب: کتاب البر والصلة: حدیث:۳۷۷۸

پردہ عورت کیلئے خدائی تحفہ

حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم سے ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت کیلئے کونسی چیز بہتر ہے؟ ہمارے یہاں اس کا کوئی جواب نہیں تھا، میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا، میں نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی! ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسا سوال کیا ہے کہ ہم اس کا جواب کیسے دیں اس کا پتہ نہیں ہو پا رہا ہے، تو انہوں نے کہا: تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس بارے میں سوال کیا ہے؟ میں نے کہا کہ کونسی چیز عورت کیلئے بہتر ہے، فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تمہیں اس کے جواب کا پتہ نہیں، میں نے کہا: نہیں، تو انہوں نے کہا: عورت کیلئے اس سے بہتر کوئی چیز نہیں ہے کہ اس کو کوئی مرد نہ دیکھے اور نہ وہ کسی مرد کو دیکھے ''ليس خير من أن لا ترى رجلا ولا يراها''(۱)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی غیرت کا واقعہ

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں، اور ان کی شادی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی، وہ اس قدر مفلس تھے کہ ایک گھوڑے کے سوا گھر میں کچھ نہ تھا، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا خود اس گھوڑے کیلئے گھاس لاتی تھیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کی نگرانی کیلئے ایک غلام بھیجا تو انہوں نے اس خدمت سے نجات پائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ایک قطعۂ زمین بطورِ جاگیر عطا کیا تھا، جو مدینہ سے تین فرسخ دور تھا، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا وہاں جاتیں اور وہاں سے کھجور کی گٹھلیاں اپنے سر پر لاتیں اور ان کو کوٹ کر اپنی پانی کھینچنے والی اونٹنی کو کھلاتیں، گھر کے معمولی کاروبار ان کے علاوہ تھے، خود پانی لاتیں، مشک پھٹ جاتی تو اس کو سیتیں، آٹا گوندھتیں۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک دفعہ میں اپنے کھیت سے سر پر گٹھلیاں اٹھائے ہوئے آرہی تھی کہ میرا گذر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے پاس سے ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور اونٹ پر پیچھے سوار ہونے کیلئے

(۱) کنز العمال: الترهیب، حدیث: ۴۶۰۱۱، یہ حدیث حسن اور غریب ہے۔

کہا، مجھے مردوں کے ساتھ چلنے میں غیرت ہوئی، مجھے زبیر اور ان کی غیرت یاد آئی، وہ بہت زیادہ غیرت مند شخص تھے، حضور ﷺ میرے حیاء کرنے کو جان گئے، اور وہاں سے آگے تشریف لے گئے، کہتی ہیں کہ: میں زبیر کے پاس آئی، میں نے کہا: میری رسول اللہ ﷺ سے ملاقات ہوئی تھی، اور میرے سر پر گٹھلیاں تھیں، آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت بھی تھی، آپ ﷺ نے مجھے سوار ہونے کیلئے اپنی اونٹنی کو بٹھایا، مجھے حیاء اور شرم آئی اور مجھے تمہاری غیرت یاد آ گئی ''فاستحييت وعرفت غيرتك ''(۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی حیاء

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان کی ایک باندی آئی، کہنے لگی: ام المؤمنین! میں نے بیت اللہ کا سات دفعہ طواف کیا اور رکن یمانی کو دو مرتبہ چھویا ہے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''لا أجرك الله لا أجرك الله'' تمہیں اس کا اجر اللہ ہرگز نہ دے، تمہیں اس کا اجر اللہ ہرگز نہ دے، تم مردوں کے ساتھ دھکم پیل کر رہی تھیں، تم صرف تکبیر کہہ کر گذر کیوں نہ گئیں۔(۲)

محمد بن سیرینؒ کہتے ہیں، یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ حضور ﷺ کی اہلیہ محترمہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنتِ زمعہ سے پوچھا گیا کہ: تم اپنی دیگر بہنوں کی طرح حج اور عمرہ کیوں نہیں کرتیں، تو انہوں نے کہا: میں نے حج اور عمرہ کر لیا ہے، اللہ عزوجل نے مجھے اپنے گھر میں ہی رہنے کو کہا ہے، اللہ کی قسم! میں اپنے گھر سے موت تک نہ نکلوں گی، اللہ کی قسم! وہ اپنے گھر کے دروازے سے نکلیں ہی نہیں؛ یہاں تک کہ جنازہ ہی ان کے گھر سے نکلا

''فو الله ما خرجت من حجرتها حتى خرجت جنازتها''(۳)

---

(۱) مسلم: کتاب الأدب، جواز ارداف المرأة الاجنبية اذا اعييت فی الطريق، حديث: ۲۱۸۲

(۲) مسند شافعی: ومن کتاب المناسک، حدیث: ۵۹۵

(۳) المحرر الوجيز: سورة الأحزاب: ۴/۳۴۳

دیوراور بہنوئی سے پردہ

ہمارے موجودہ معاشرے میں خاوند کے چھوٹے بھائی سے رشتہ کی وضاحت کیلئے ''دیور'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، جبکہ بڑے بھائی کو ''جیٹھ'' کہتے ہیں، دیور اور بھابی کی باہم بے تکلفی اور ہنسی مذاق یہ ہندوانہ معاشرے کی ایک عام روایت ہے، جسے مسلمانوں کے بعض گھرانوں نے بھی اختیار کر رکھا ہے۔

دیور یا جیٹھ دونوں ایسے رشتے ہیں جن سے عورت کا نہ کوئی نسبی تعلق ہوتا ہے اور نہ رحمی، اس لئے یہ نامحرم کا حکم رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے (۱) جن رشتہ داروں کو محرم قرار دے کر ان سے حجاب نہ کرنے اور زینت کی جگہیں ظاہر ہوجانے کی اجازت دی ہے، اس فہرست میں سسرالی رشتہ داروں میں سوائے سسر کے اور کوئی رشتہ بھی شامل نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ عربی زبان میں ان رشتہ داروں کی وضاحت کے لئے ایک ہی مشترک لفظ ''حمو'' ہے جس کا مطلب محدثین نے لکھا ہے کہ ''خاوند کے سگے اور رشتہ کے دوسرے تمام بھائی'' چونکہ عورت کا ان سے بظاہر کوئی رشتہ نہیں، لہٰذا ان سب کو ایک ہی نام سے ذکر کیا گیا۔

ایک بار رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتوں کے پاس تنہائی میں جانے سے بچو ''ایک انصاری نے عرض کیا ''حمو'' کے بارے میں کیا ارشاد ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ تو موت ہے'' ''الحمو الموت'' (۲)

جہاں تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا تعلق ہے تو وہ اس سے اچھی طرح واقف تھے کہ دیور یا جیٹھ اجنبی ہوتا ہے اور ہر آدمی کو نکاح کے بعد ایک گھر دیا جاتا ہے کہ عورت کا حجاب برقرار رہے، اس لئے انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے خاص طور پر دیور کے بارے میں سوال کیا کہ وہ اپنے بھائی کی بیوی کے پاس تنہائی میں جا سکتے ہیں یا نہیں۔

آج کے اہل زبان عرب بھی حدیث کے مذکورہ الفاظ کا یہی مفہوم لیتے ہیں۔

---

(۱) سورۃ النور: ۳۱ (۲) بخاری: باب لا یخلونّ رجل، حدیث: ۴۹۳۴

چنانچہ محمد عطیہ خمیس مذکورہ حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

عورت کو موت قبول کرلینا چاہئے ؛لیکن دیور سے حجاب ترک کرنا نہیں چاہئے، بات کہنے کا یہ انداز عربوں میں عام ہے: جیسے کہا جاتا ہے: ''الأسد الموت'' شیر کے پاس جانا موت کو دعوت دینا ہے۔(۱)

دیور یا جیٹھ عورت کے شوہر کے بھائی ہیں، ان پر بھائی کی حیثیت سے کچھ ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، بھائی کے بچوں سے ملنا، ان سے پیار کرنا، بھائی کی غیر موجودگی میں ان کا خیال رکھنا ان کا فرض ہے۔

ایک بھائی کو جو ہمدردی اپنے بھائی سے ہوسکتی ہے، جیسا اعتماد اس پر کیا جاسکتا ہے کسی اور پر نہیں کیا جاسکتا، ایسی صورت میں انہیں چاہیئے کہ وہ بھابی کا بہنوں کی طرح احترام بجالاتے ہوئے ان سے ضروری بات چیت کرے۔

اگر بھائی کے بچے یعنی بھتیجے، بھتیجیاں ہیں تو پھر یہ کام بہت آسان ہے، دیور یا جیٹھ بھائی کی غیر موجودگی میں بھابھی کے بجائے ان کے بچوں کے ذریعہ اپنا مدعا سمجھا سکتے ہیں، اپنا فرض ادا کر سکتے ہیں۔

بہنوئی محرم یا نامحرم

بہنوئی کا رشتہ بہن کی وجہ سے وجود میں آتا ہے، اس سے براہِ راست کوئی تعلق نہیں ہوتا، اس لئے یہ نامحرم افراد میں شامل ہے۔

موجودہ معاشرے میں بہنوئی سے پردہ تو ایک طرف، بے تکلفی، بے حجابی اور بیہودہ مذاق کیا جاتا ہے، بہن کی منگنی سے نکاح تک اور نکاح کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہتا ہے، بہن کی شادی پر مختلف رسموں کے ذریعہ بہنوئی کو ستانا، چھیڑ چھاڑ کرنا، بھپتیاں کسنا وغیرہ وغیرہ۔

اگر بہنوئی محرم ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کے اپنے سالیوں کے روبرو آنے کے متعدد

---

(۱) فقہ النساء:۱۷۹

واقعات ملتے ،آپ کے سالیوں کی تعداد تقریباً تیرہ تھی؛لیکن ایسا کوئی واقعہ بھی نہیں ملتا جو سالیوں کے بہنوئی سے پردہ نہ کرنے پر دلالت کرتا ہو۔

اس کے برعکس حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ: ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کیلئے نکلے، ایک جگہ جا کر قیام کیا تو عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھیں ،کچھ دور ہٹ کر میں اپنے والد کے ساتھ بیٹھ گئی۔(۱)

معلوم ہوا کہ حجاب کی حد موجود تھی ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہٹ کر اپنے والد کے پاس وہ نہ بیٹھتیں۔

اگر بہنیوں سے پردہ واجب نہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں بی بی زینب رضی اللہ عنہا ،بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا ،بی بی ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی زندگیوں سے چند ایک واقعات یا ایک ہی ایسا ملتا جو ان کے بہنیوں کے درمیان طویل بات چیت یا کھلے منہ سامنے آنے کی دلیل مہیا کرتا ہو، جبکہ ابو العاص ان کے خالہ کے بیٹے بھی تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاچا کے بیٹے تھے ،آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے گھر پلے بڑھے، جوان ہوئے ،اس کے باوجود احادیث سالی اور بہنوئی کے درمیان پردہ نہ ہونے کی ایک بھی دلیل پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

بعض لوگ بہنوئی کو بھائی کی طرح قرار دیتے ہیں، اگر بہنوئی بھائی کی طرح ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں اور داماد میں برادرانہ وخواہرانہ تعلقِ محبت کی تھوڑی بہت جھلک ملتی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کا اپنا بھائی بھی کوئی نہیں تھا ،اور ان کے بہنوئی ان کے خاندان میں سے قریبی افراد تھے۔

اگر حدودِ حجاب میں رہ کر بہنوئی اگر بڑا ہے تو اس کو بڑے بھائیوں کی طرح عزت وتکریم کرنا ،اگر چھوٹا ہے تو چھوٹے بھائیوں کی طرح شفقت کا انداز اختیار کرنا حسنِ اخلاق

---

(۱) المستدرك: أول كتاب المناسك، حديث:١٦٦٧، حاکم کہتے ہیں کہ: یہ حدیث مسلم کی شرط پر غریب اور صحیح ہے اور شیخین کی اس کی تخریج نہیں کی ہے۔

اور بہن کے مقدس رشتے کے احترام کی علامت ہے، قلبی طہارت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ بہنوئی کو بھائی کی طرح سمجھا جائے؛ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جو محرم ہونے کی وجہ سے نوعیتِ تعلق بھائی سے بتایا گیا ہے، اس کو بہنوئی کیلئے بھی مناسب سمجھا جائے۔

شوہر کا خندہ پیشانی سے استقبال کرے

عورت کا ایک فرض یہ بھی ہے کہ جب شوہر گھر پر آئے تو اس کا خندہ پیشانی اور خوش روی سے استقبال کرے؛ کیونکہ بیوی کی مسکراہٹ میں وہ تاثیر اور وہ عظیم قوت ہوتی ہے جس سے شوہر بحال ہو جاتا ہے اور اپنے سارے غم بھول جاتا ہے، احادیث میں بہترین بیوی کی ایک صفت یہ بھی بتلائی گئی ہے کہ وہ جب اسے دیکھے تو اس کی طبیعت کو بحال کردے ''التی تسرّہ إذا نظر'' شوہر کی نگاہ جب پڑے تو اس کو خوش کردے۔(۱)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں جنتی عورت کا پتہ نہ دوں، یہ وہ ہے جو محبت کرنے والی، بکثرت بچے پیدا کرنے والی اور سلیقہ شعار ہو جب اس کو تکلیف پہنچے یا اس کو تکلیف دی جائے تو وہ آکر اپنے شوہر کا ہاتھ پکڑتی ہے اور کہتی ہے: اللہ کی قسم! میں نیند بھر اس وقت تک نہیں سو سکتی جب تک کہ آپ راضی نہ ہو جائیں ''لا أذوق حتی ترضٰی''(۲)

شوہر اور گھر کی خدمت کو اپنا فریضہ سمجھے

ضرورت پڑنے پر عورت گھر اور شوہر کی خدمت سے بھی نہ چوکے، ازواجِ مطہراتؓ وغیرہ کا یہی معمول تھا کہ وہ اپنے گھر کا کام بھی خود سے کیا کرتیں، سرورِ کائنات ﷺ کی لاڈلی بیٹی کا بھی یہی معمول تھا کہ وہ اپنے گھر کا کام خود سے انجام دیتیں، امام بخاریؒ نے اپنے جامع میں اس باب کے تحت ''عمل المرأۃ فی بیت زوجھا'' (عورت کا اپنے گھر میں کام کرنا) کے تحت انہوں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے چکی چلاتے چلاتے ہاتھ پر گھٹے پڑنے کے واقعات کا ذکر کیا۔

---

(۱) نسائی: کتاب النکاح، أیّ النساء خیر، حدیث: ۳۲۳۱، اس روایت کی تحقیق گذر چکی۔
(۲) سنن النسائی الکبری: شکر المرأۃ زوجھا، حدیث: ۹۱۳۹، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اس میں سری بن اسماعیل یہ متروک ہیں: مجمع الزوائد: حدیث: ۷۶۳۳

محدثینؒ نے اس واقعہ کوسامنے رکھ کر یہ بتلایا ہے کہ عورتیں گھر کے معمولی کام خود سے کرلیا کریں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جب چکی چلاسکتی ہیں تو یہ ظاہر ہے کہ آٹا بھی گوندھتی ہوں، روٹی بھی پکاتی ہوں، امام مالکؒ تو یوں فرماتے ہیں: شوہر کے گھر کی خدمت اس وقت تک لازم ہے کہ اس کا شوہر مالدار نہ ہوجائے، خواہ وہ بیوی کسی بھی بڑے سے بڑے گھرانے کی چشم و چراغ کیوں نہ ہو۔

صحابیاتؓ خانہ داری کے امور خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں اور اس میں سخت سے سخت تکلیفیں برداشت کرتی تھیں۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین صاحبزادی تھیں، چکی پیستے پیستے ہاتھ میں چھالے پڑ گئے تھے، مشکیزوں میں پانی لاتے لاتے سینہ پر داغ پڑ گئے تھے، جھاڑو دیتے دیتے کپڑے میلے رہتے تھے:

''أنّها جرت بالرحى حتى أثّر فى يدها، واستقت بالقربة حتى أثّر فى نحرها، وكنست البيت حتى اغبرت ثيابها'' (۱)

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں، اور ان کی شادی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی، وہ اس قدر مفلس تھے کہ ایک گھوڑے کے سوا گھر میں کچھ نہ تھا، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا خود اس گھوڑے کیلئے گھاس لاتی تھیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے گھوڑے کی نگرانی کیلئے ایک غلام بھیجا تو انہوں نے اس خدمت سے نجات پائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو ایک قطعۂ زمین بطورِ جاگیر دیا تھا، جو مدینہ سے تین فرسخ دور تھا، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا وہاں جاتیں اور وہاں سے کھجور کی گھٹلیاں اپنے سر پر لاتیں

---

(۱) ابوداؤد: کتاب الخراج والامارة، باب فی بیان مواضع قسم الخمس وسهم ذوی القربی، حدیث: ۲۹۸۸، علی بن مدینی کہتے ہیں: اس کے ایک راوی علی بن اعبد ہیں جو غیر معروف ہیں، اس کے علاوہ کوئی روایت ان سے مروی نہیں ہے: کنز العمال: ادب النوم واذ کارہا، حدیث: ۴۱۹۸۵

اوران کوکوٹ کراپنی پانی کھینچنے والی اوٹنی کوکھلاتیں، گھر کے معمولی کاروباران کے علاوہ تھے،خود پانی لاتیں،مشک پھٹ جاتی تواس کو سیتیں،آٹا گوندھتیں۔(۱)

ازواجِ مطہراتؓ گھر کا کام دھندا خود سے کرتی تھیں، ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری تھی جو پیسی، اس کی روٹی پکائی، اوررسول اللہ ﷺ کے آنے کا انتظارشروع کیا،آپ ﷺ کے آنے میں دیر ہوگئی توسوگئیں،آپ ﷺ آئے تو جگایا۔(۲)

صحابیاتؓ شوہر کی خدمت کوبھی اپنا فریضہ سمجھتی تھیں،اورنہایت پابندی کے ساتھ اس فرض کوبجالاتی تھیں،ازواجِ مطہرات میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کوسب سے زیادہ محبوب تھیں؛ لیکن محبوبیت کا کوئی اثر رسول اللہ ﷺ کی خدمت پر نہ پڑتا تھا؛ بلکہ سب سے زیادہ ان ہی کوآپ ﷺ کی خدمت کا شرف حاصل ہوتا تھا،رسول اللہ ﷺ کمالِ طہارت کی وجہ سے مسواک کو پہلے دھلوایا کرتے تھے اور اس پاک خدمت کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ادافرماتی تھیں ''فيعطيني السواك لا غسله''(۳)

علامہ سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں کہ گھر میں اگرچہ خادمہ موجودتھی لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کا کام خوداپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں(۴)،آٹا خودپیستی تھیں(۵)، خود گوندھتی تھیں، کھانا خود پکاتی تھیں(٦)، وضوکا پانی خود لاکر رکھتی تھیں(۷)،آپ ﷺ

---

(۱) مسلم:کتاب الأدب،جوازارداف المرأة الاجنبية اذا اعييت فی الطريق، حدیث:۲۱۸۲

(۲) الادب المفرد: باب لا یوذی جارہ،حدیث:۱۲۰، بوصیری کہتے ہیں: اس کی سندضعیف ہے افریقی کےضعیف ہونے کی وجہ سے،ان کا نام عبدالرحمن بن زیاد بن انعم ہے:اتحاف الخيرة المهرة:باب ترغيب الزوج فی الوفاء:۲۶/۴

(۳) ابوداؤد:کتاب الطهارة،باب غسل السواک،حدیث:۵۲،ابن الملقن کہتے ہیں:اس کوابوداؤد نے سندجید کےساتھ نقل کیاہے:البدر المنير:۴۵/۲،دارالهجرة للنشروالتوزيع،الرياض

(۴) الادب المفرد، لایوذی جارہ،حدیث:۱۲۰

(۵) بخاری واقعہ حدیث الافک، حدیث:۳۹۱۰

(٦) بخاری وابوداؤد کے شمائل میں عام ازواج کا ذکر ہے۔

(۷) مسنداحمد:٦٨/٦

نے قربانی کیلئے جو اونٹ بھیجے، اس کیلئے خود قلادہ بنتی تھیں (۱)، آنحضرت ﷺ کے سر میں اپنے ہاتھ سے کنگھا کرتی تھیں (۲)، جسمِ مبارک میں عطر مَل دیتی تھیں (۳)، آپ ﷺ کے کپڑے اپنے ہاتھ سے دھوتی تھیں (۴)، سوتے وقت مسواک اور پانی سرہانے رکھتی تھیں (۵)، مسواک صفائی کی غرض سے دھویا کرتی تھیں (۶)، گھر میں آپ ﷺ کا کوئی مہمان آتا تو مہمان کی خدمت انجام دیتیں، چنانچہ حضرت قیس غفاری رضی اللہ عنہ جو صفہ والوں میں سے تھے، بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ہم لوگوں سے فرمایا: چلو عائشہ کے گھر چلو، جب حجرہ میں پہنچے تو فرمایا: عائشہ ہم لوگوں کو کھانا کھلاؤ، وہ چونی کا پکا ہوا کھانا لائیں، آپ ﷺ نے کھانے کی کوئی اور چیز مانگی تو چھوہارے کا حریرہ پیش کیا، پھر پینے کی چیز مانگی تو ایک بڑے پیالے میں دودھ حاضر کیا: اس کے بعد ایک اور چھوٹے پیالے میں پانی لائیں۔ (۷)

ایک بار آپ ﷺ کمل اوڑھ کر مسجد میں آئے، ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ! اس پر دھبہ نظر آتا ہے، آپ ﷺ نے اس کے ہاتھ اسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا کہ دھو کر خشک کرکے بھیج دیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کٹورے میں پانی منگوایا اپنے ہاتھ سے دھویا اور خشک کیا اور اس کے بعد آپ ﷺ کے پاس بھیج دیا ''فدعوت بقصعتی فغسلتها ثم اجففتها فَاَحَرْتُهَا إليه'' (۸)

---

(۱) بخاری: کتاب الحج، حدیث: ۱۶۰۹

(۲) بخاری: باب الاعتکاف فی العشر الاواخر، حدیث: ۱۹۶۱،

(۳) بخاری: کتاب الحج

(۴) بخاری، غسل، ابوداؤد: باب الاعادة من النجاسة یکون فی الثوب

(۵) مسندِ احمد: ۶/ ۵۴

(۶) ابوداؤد: باب الطہارة

(۷) ابوداؤد: کتاب الادب

(۸) ابوداؤد: کتاب الطهارة، باب الاعادة من النجاسة تکون فی الثوب، حدیث: ۳۸۸، یہ حدیث ضعیف ہے اس کی سند میں دو غیر معروف اور مجہول عورتیں ہیں۔

جب رسول اللہ ﷺ احرامِ حج باندھتے اور احرام کھولتے تھے تو وہ جسم مبارک میں خوشبو لگاتی تھیں ” كنت اطيّب رسول الله لاحرامه حين يحرم ولحله قبل أن يطوف بالبيت “(۱)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دنیا جہاں کی خدمت واعانت سے محروم ہو جاتے تھے تو اس بیکسی کی حالت میں صرف ان کی بیویاں ان کا ساتھ دیتی تھیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور عرض کیا: یہ خدیجہ توشہ لے کر آپ ﷺ کے پاس آرہی ہیں، انہیں ان کے رب کا سلام پہنچایئے ”فاقرأ عليها من ربّها السلام“(۲)

اور ایک روایت میں ہے کہ انہیں جنت میں موتی کے ایک محل کی خوشخبری سنائے جس میں شور اور تھکاوٹ نہیں ہوگی ”وبشّرها ببيتٍ في الجنّة من قصبٍ لا صخبٌ فيه ولا نصب“(۳)

رسول اللہ ﷺ حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ سے غزوہ میں شرکت نہ کرنے کی وجہ سے ناراض ہوئے اور اخیر میں دیگر دو صحابہ کی طرح ان کو بی بی سے بھی تعلقات منقطع کر لینے کا حکم دیا تو وہ حاضرِ خدمت ہوئیں، اور عرض کیا: ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ بوڑھے آدمی ہیں، ان کے پاس نوکر و چاکر نہیں، اگر میں ان کی خدمت کروں تو حرج ہے؟ تو ارشاد ہوا نہیں۔(۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ: میں عورتوں کی نمائندہ بن کر آپ ﷺ کے پاس آئی ہوں، یہ جہاد تو اللہ نے مردوں پر فرض کیا ہے، اگر جہاد کر کے آئیں تو انہیں اجر ملتا ہے، اگر یہ

(۱) بخاری: باب الطیب عند الاحرام: حدیث:۱۴۶۵
(۲) بخاری: باب تزویج النبی، حدیث:۳۶۰۹
(۳) مسلم: فضائل خدیجة، حدیث: ۲۴۳۳
(۴) بخاری: کتاب المغازی، باب غزوة تبوک: حدیث:۴۱۵۶

شہید ہو جائیں تو یہ زندہ ہوتے ہیں اور انہیں ان کے رب کے پاس سے خوب روزی ملتی ہے اور ہم عورتیں ان مردوں کی ساری خدمتیں کرتی ہیں تو ہمیں اس میں کیا ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جو عورت تمہیں ملے اس کو یہ بات پہنچا دینا کہ خاوند کی فرماں برداری اور اس کے حقوق کو پہچاننا عورت کو جہاد کے برابر ثواب دلاتا ہے؛ لیکن تم میں سے بہت تھوڑی عورتیں وہ ہیں جو اس طرح کرتیں ہیں، ''انّ طاعة الزوج واعترافًا بحقّه يعدل ذلك وقليل منكنّ يفعله''(۱)

قانون سے نہیں اخلاق سے زندگی چلتی ہے

عورت کو اکثر حالات میں کھانا پکانا اس کی ذمہ داری نہیں؛ لیکن یہ قانون کی بات ہے؛ زندگی ''قانون کی خشکی'' سے نہیں چلتی ،جس طرح قانونا عورت کے ذمہ کھانا پکانا نہیں، اسی طرح اگر عورت بیمار ہو جائے تو قانونا شوہر کے ذمہ یہ بھی نہیں کہ وہ عورت کو اس کے والد کے گھر لے جائے ، اور نہ ضروری ہے کہ جب عورت کے ماں باپ اپنی بیٹی سے ملاقات کیلئے آئیں تو ان کو گھر میں بٹھائے؛ بلکہ فقہاءِ کرام نے یہاں تک لکھا ہے کہ ہفتہ میں صرف ایک دن اپنی بیٹی سے ملاقات کیلئے آئیں اور دور ہی سے ملاقات اور زیارت کر کے چلے جائیں، گھر میں بٹھا کر ملاقات کرانا شوہر کے ذمہ نہیں؛ لہٰذا اگر قانون کے خشک تعلق کی بنیاد پر زندگی بسر ہونی شروع ہو جائے تو دونوں کے گھر برباد ہو جائیں گے، اگر عورتیں گھر کے کام میں شوہر کی رضا وخوشنودی کو پیشِ نظر رکھیں تو ان کا سارا کام بھی نیکی اور ثواب بن جائے گا، گھر کا کام کاج اگر چہ شرعاً عورت کے ذمہ واجب نہ ہو؛ لیکن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سنت اور اخلاقی فریضہ ضرور ہے؛ اس لئے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گھر کا سارا کام کاج خود اپنے ہاتھ سے کرلیا کرتیں تھیں ، اور دوسری طرف عورت کو شوہر کی اطاعت کا

---

(۱) مسند بزار: مسند ابن عباس، حدیث: ۵۲۰۹، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو بزار نے روایت کیا ہے اس میں رشدین بن کریب ہے جو ضعیف ہے: مجمع الزوائد: بابان فی حقوق الزوج علی المرآة، حدیث: ۷۶۳۱

بھی حکم دیا گیا ہے کہ ان کی اطاعت کرو، اگر ایک عورت گھر کا کام کاج کرتی ہے اور اپنے شوہر اور بچوں کیلئے کھانا پکاتی ہے تو اس پر اس کیلئے اعلیٰ ترین اجر وثواب لکھا جاتا ہے۔

مغربی تہذیب بالکل الٹی چال چل رہی ہے؛ اس نے اخلاق واقدار کے پیمانے بالکل بدل کر رکھ دیئے ہیں، عورت کا گھر میں بیٹھے رہنا اور گھر کا کام کاج کرنا یہ تو رجعت پسندی، دُقیانوسیت اور پرانا طریقہ ہے اور یہ عورت کو گھر کی چہار دیواری میں مقید کرنا ہے؛ لیکن اگر وہی عورت ہوائی جہاز میں ایر ہوسٹس بن کر چار سو آدمیوں کو کھانا کھلائے اور ان کے سامنے ٹرے سجائے اور چار سو آدمیوں کی ہولناک نگاہوں کا نشانہ بنے، ایک شخص اس کی ایک خدمت لے رہا ہے، دوسرا شخص کوئی دوسری خدمت، اور بسا اوقات بلا وجہ خدمت کیلئے بلا لیتے ہیں، کوئی خاص ضرورت نہیں ہوتی، تو اس خدمت کا نام آج کی تہذیب میں آزادی ہے اور اگر وہی عورت گھر میں اپنے شوہر اپنے بچوں اور بہن بھائیوں کیلئے خدمت کرے تو اس کا نام دقیانوسیت اور پرانا پن ہے، اگر وہی عورت ہوٹل میں ''ویٹرس'' بنی ہوئی ہے اور دن رات لوگوں کی خدمت انجام دے رہی ہے، کھانا کھلا رہی ہے تو یہ آزادی نسواں ہے یا وہ کسی کی سکریٹری بن جائے یا وہ عورت کسی کی اسٹینوفر بن جائے تو یہ آزادی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آج کی تہذیب نے اخلاق وعادات سے عاری ہو کر اپنا مطمحِ نظر ایک بالشت کا پیٹ اور اس کے اطراف کے خواہشات کی تکمیل کو بنا لیا ہے، اس طرح سے اس نے عورت کو بھی ''آزادیٔ نسواں'' کا حسین لیبل ان کے ہاتھ میں چسپاں کر کے اس کو اپنے کاموں کی انجام دہی کیلئے مشین بنا لیا ہے، ان کے نازک جسم اور اس کے دلرُبا باتوں کو گاہکوں کو مدعو کرنے کا ذریعہ بنا لیا ہے اور بھرے بازار ناموسِ نسواں کو آزادیٔ نسواں کے نام سے تار تار کر دیا ہے۔

اخلاقی نوعیت کے جو امور شریعت نے عورتوں پر رکھے ہیں مثلاً: کسی شدید عذر کے نہ پائے جانے پر بچوں کو دودھ پلانا، اور امورِ خانہ داری کو انجام دینا، اس کی اصل وہ

حدیث ہے جس میں آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ وفاطمہ رضی اللہ عنہا کو نصیحت فرمائی تھی کہ گھر کے باہر کے کام کاج حضرت علی کو دیکھنا ہے اور خانگی امور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو انجام دینے ہیں:

''قضی رسول اللہ ﷺ علی السیدۃ فاطمۃ ابنتہ بخدمۃ البیت وقضی علی علیّ بما کان خارج البیت''(۱)

چنانچہ عہدِ نبوی اور خیر القرون کا معمول رہا ہے کہ خواتین گھر کی صفائی ستھرائی پکوان وغیرہ کے کام خود انجام دیا کرتی تھیں، البتہ اگر شوہر صاحب استطاعت ہو، بچوں کے دودھ کا کوئی اور نظم کرسکتا ہو، یا پکوان وغیرہ کیلئے خادمہ رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہوتو عورت پر دودھ پلانا، کھانا پکانا اور اس طرح کے دیگر خانگی کام کا انجام دینا قانوناً واجب نہیں۔

بلا اجازت گھر سے باہر نہ جائے

بیوی کا ایک فرض یہ بھی ہے کہ وہ بلا اجازت شوہر کے عام حالات میں گھر کے باہر نہ جائے، ارشادِ خداوندی ہے أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ (۲) عدت گذارنے والی عورتوں کو اپنی حیثیت کے موافق رہنے کا مکان دینا۔

اسی لئے عورتوں کو اندرونِ خانہ رہنے کو کہا گیا ہے وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ (۳) اے نبی ﷺ کی بیویو! اپنی گھروں میں ٹھہری رہو، اوراس طرح زینت دکھاتی نہ پھرو جس طرح (عورتیں) اگلی جاہلیت کے زمانے میں دکھاتی تھیں۔

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں: ''ومنہا ملک الحبس والقید وھو صیرورتھا ممنوعۃ عن الخروج والبروز''(۴)

---

(۱) سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد: ۱۱/ ۴۸۳، لجنۃ احیاء التراث الاسلامی، مصر، اس کو احمد بن منیع اسماء بنت عمیس کی روایت سے سند ضعیف کے ساتھ نقل کیا ہے۔

(۲) الطلاق: ۶۵

(۳) الأحزاب: ۳۳

(۴) بدائع الصنائع: ۲/ ۳۳۱

شوہر کا ایک حق ''حبس'' اور بیوی کو روکے رکھنے کا ہے یعنی وہ اپنے نکلنے اور گھر سے باہر جانے سے روک سکتا ہے۔

مجبوری کی صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں مثلاً: بیوی کے والدین شدید بیمار ہوں اور کوئی تیمار دار موجود نہ ہو تو شوہر کی ممانعت کے باوجود تیمارداری کیلئے والدین کے پاس جانا جائز ہے۔

''ولو أبوها زمنًا فاحتاج فعليها تعاهده ولو كافرًا وان ابى الزوج''(۱)

اگر عورت کا باپ مثلاً اپاہج ہو اور بیٹی کی خدمت کا محتاج ہو تو عورت پر اس کی دیکھ بھال واجب ہے، گو وہ کافر ہو اور شوہر اس کی اجازت نہ دیتا ہو۔

اسی طرح والدین سے ملاقات وغیرہ کیلئے بھی اگر والدین خود بیٹی کے پاس آنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں تو جاسکتی ہے، اب کتنی مدت میں جائے تو یہ رواج پر موقوف ہے۔

اس کے علاوہ خواتین اپنی اہم ضروریات کیلئے گھر سے باہر جاسکتی ہیں، جیسے: بیمار پڑ جائیں اور گھر سے باہر نکلے بغیر علاج ممکن نہ ہو وغیرہ، ابنِ نجیم مصری نے لکھا ہے کہ اگر عورت کو کوئی مسئلہ درپیش ہو اور شوہر مسئلہ دریافت کرکے عورت کو مطلع نہ کرسکے تو تحقیقِ مسئلہ کیلئے کسی عالم یا مفتی کے پاس جاسکتی ہے۔(۲)

شوہر سے محبت کا اظہار کیا جائے

بیوی کو چاہئے کہ شوہر سے محبت کا اظہار کرے، اس کی وہ ادائیں جس سے محبت کا اظہار ہو شوہر کو اسیر بنا دیتی ہیں؛ بلکہ بیوی کو چاہئے کہ شوہر کے ساتھ حقیقت میں بھی وابستگی اور لگاؤ رکھے شوہر سے محبت کا اظہار یہ ہے کہ اپنے کسی قول یا عمل سے کوئی بات یا کوئی ادا یوں کر دکھائے کہ شوہر بیوی کا گرویدہ ہو جائے، بعضے دفعہ دو میٹھے بول بھی شوہر کا دل جیتنے کیلئے کافی ہو جاتے ہیں۔

نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا: ''انّ اللّٰه يحبّ المرأة الملقة البزعة مع

(۱) ردالمحتار:۲/۶۶۴ (۲) البحرالرائق:۴/۱۹۵

زوجها الحصان عن غیرہ'' اللہ تعالیٰ اس عورت کو پسند کرتے ہیں جو شوہر سے محبت کرنے والی اور شوہر سے خوش مزاج رہنے والی اور دوسرے مردوں سے اپنی عزت کی حفاظت کرنے والی ہو۔(۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کس طرح محبت کا اظہار کرتی تھیں اس کا اندازہ ان اشعار سے ہوتا ہے جو آپ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں کہے ہیں:

لنا شمس وللاُفاق شمس وشمسی
خیر من شمس السماء

ایک آسمان کا بھی سورج ہے اور ایک ہمارا بھی سورج ہے؛ لیکن ہمارا سورج آسمان کے سورج سے زیادہ بہتر ہے

فانّ الشمس تطلع بعد الفجر
وشمسی تطلع بعد العشاء

اس لئے کہ آسمان کا سورج فجر کے بعد طلوع ہوتا ہے اور میرا سورج عشاء کے بعد طلوع ہوتا ہے۔

لوامی زلیخا لو رأین حبیبنا
لاثرن بالقطع القلوب علی الید

اگر زلیخا کو ملامت کرنے والی عورتیں کبھی میرے محبوب کو دیکھ لیتیں تو وہ اپنے ہاتھوں اور انگلیوں کو کاٹنے کے بجائے اپنے دل کے ٹکڑے کر بیٹھتیں۔

حضرات صحابیات رضی اللہ عنہن بھی اپنے شوہروں سے بے پناہ محبت رکھتی تھیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بی بی حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا روزے کے دنوں میں فرطِ محبت میں ان کے سر کا بوسہ لیتی تھیں۔(۲)

---

(۱) کنز العمّال: الفصل الثانی فی ترغیبات تختصّ بالنساء: حدیث ۴۵۱۲۰

(۲) مؤطا مالک: کتاب الصیام، باب ما جاء فی القبلۃ للصائم، حدیث: ۱۰۲۲، مؤسسہ زائد بن سلطان آل نہیان، الطبعۃ الأولی: ۱۴۲۵ھ

حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا کو اپنے شوہر حضرت عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے نہایت محبت تھی، چنانچہ جب وہ غزوۂ طائف میں شہید ہوئے تو حضرت عاتکہؓ نے ایک پُر درد مرثیہ لکھا جس کا ایک شعر ہے

ألیت لا تنفك عینی حزینة

علیك ولا ینفك جلدی اغبرّا

میں نے قسم کھائی ہے کہ تمہارے غم میں میری آنکھیں ہمیشہ پرنم

اور جسم ہمیشہ غبار آلود رہیگا۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کی اور دعوتِ ولیمہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدعو کیا تو انہوں نے حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا کو یہ شعر یاد دِلایا تو وہ رو پڑیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو ان کا پُر درد مرثیہ لکھا، اس کے بعد ان سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے شادی کی اور یہ بھی شہید ہوئے تو ان کا بھی نوحہ لکھا۔(۱)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی شادی ابو العاص سے ہوئی تھی، وہ حالتِ کفر میں تھے کہ بدر کا واقعہ پیش آ گیا اور وہ گرفتار ہو گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسیرانِ جنگ کو فدیہ لے کر رہا کرنا چاہا اور تمام اہلِ مکہ نے اپنے اپنے فدیہ بھیجے تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ایک یادگار ہار تھا جس کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رخصتی کے وقت دیا تھا؛ لیکن انہوں نے ابو العاص کے فدیہ میں مال کے ساتھ اس ہار کو بھی بھیج دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھا تو سخت رقت طاری ہوئی اور صحابہؓ کے مشورہ سے ان کو آزاد کر دیا اور ہار بھی واپس لوٹا دیا

''ان رأیتم أن تطلقوا لها أسیرها وتردّوا علیها الذی لها''(۲)

---

(۱) التمهید: ۲۳/۴۰۵، الناشر: وزارة عموم الأوقاف والشئون الاسلامیة، المغرب ۱۳۸۷ھ

(۲) ابوداؤد: کتاب الجهاد: باب فی فداء الأسیر بالمال، حدیث: ۲۶۹۲، حاکم نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے: ذکر اسلام عباس، حدیث: ۵۴۰۹

حضرت حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کو جب ان کے شوہر کی شہادت کی خبر معلوم ہوئی تو محبت سے چیخ اٹھیں "واحزناہ"(۱)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے انتقال کے بعد حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان کی بی بی حضرت عائشہ **الخثعمیة** رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ کو حکومت مبارک ہو، اس پر سخت برہم ہوئے اور کہا کہ "تم مجھے امیر المؤمنین کے انتقال پر مبارکباد دیتی ہو، اور اسی غصہ کی حالت میں طلاقِ بائن دے دی، انہوں نے منہ ڈھنک لیا اور کہا کہ میں نے یہ نیک نیتی سے کہا تھا، بعد کو انہوں نے مہر وغیرہ کی رقم بھیجی تو اس کو دیکھ کر وہ رو پڑیں اور کہا: جدا ہونے والے دوست کے مقابل یہ نہایت حقیر چیز ہے "قالت: متاع قلیل من حبیب مفارق"(۲)

محبت کیسی ہو؟

یہاں ایک دوسرے پہلو کی طرف متوجہ کرنا مقصود ہے وہ یہ ہے کہ قرآنِ کریم نے میاں بیوی کی آپسی مودت ومحبت اور ان کے ایک دوسرے کے ساتھ لگاؤ اور تعلق کو صرف دو الفاظ میں بیان کیا ہے "وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً "(۳) اور اس نے تمہارے درمیان محبت ومودت رکھی۔

مودت کہتے ہیں کہ آپسی پیار کو جس میں دوستی کا انداز زیادہ ہو اور دیکھا جائے تو واقعی شادی شدہ زندگی میں دو حصے ہوتے ہیں، ایک جوانی کا حصہ اور ایک بڑھاپے کا، جوانی میں اگر میاں بیوی کسی وقت ایک دوسرے سے لڑ جھگڑ بھی بیٹھتے ہیں تو جنسی تقاضا ایسا ہوتا ہے کہ کچھ وقت کے بعد ایک دوسرے کے ساتھ اکھٹا ہو جاتے ہیں؛ اس لئے اس میں مودت کا لفظ استعمال کیا یعنی دونوں میں دوستی کا پہلو غالب ہوتا ہے؛ لیکن جب انسان

---

(۱) ابن ماجہ: کتاب الجنائز، باب ما جاء فی البکاء علی المیت، حدیث: ۱۵۹۰، بوصیری کہتے ہیں: اس کی سند میں عبد اللہ بن عمر العمری ہے اور وہ ضعیف ہے: مصباح الزجاجة: کتاب الجنائز: ۱/۲۴۵

(۲) دار قطنی: کتاب الطلاق والخلع والایلاء، حدیث: ۸۲، ۴/۳۱، دار المعرفة بیروت، ۱۳۸۶ھ

(۳) الروم: ۲۱

بوڑھا ہو جاتا ہے، تب میاں بیوی کو ایک دوسرے کی ضرورت زیادہ نہیں ہوتی، تقاضائے جنسی یا تو بالکل کمزور پڑ جاتا ہے یا بالکل ہی ختم ہو جاتا ہے، دونوں کو جوڑے رکھنے والا جنسی تقاضا تو ختم ہو گیا، اب میاں بیوی دونوں مل کر کیسے زندگی گذاریں، قرآنِ کریم نے اب اس کیلئے نہایت ہی بلیغ لفظ یعنی ''رحمت'' کا لفظ استعمال کیا، ''رحمت'' کہتے ہیں: ایک دوسرے پر ترس کھانا، شفقت کرنا یعنی بوڑھاپے میں مرد سوچے کہ میری بیوی نے جوانی میری خاطر لٹادی، بچوں کی تربیت میں گذاردی، میری خادمہ بن کر رہی، اب وہ بوڑھیا ہو چکی ہے، لہٰذا اب اگر بیمار بھی ہے، ہڈیوں کا ڈھانچہ ہے تو مجھے اسے اپنے ساتھ رکھنا ہے، بہرکیف اپنے سے جدا کرنا نہیں، ایسے ہی بیوی سوچے کہ شوہر نے ساری جوانی میرے اور میرے بچوں کی خدمت میں گذاردی، اب یہ بیماریوں کا مجموعہ بن گیا، مجھے اس کی محبت اور پیار کا صلہ دینا ہے؛ اس لئے اب بھی مجھے اس کے ساتھ رہنا ہے، بہر حال ''مودت'' کا تعلق جوانی سے ہے اور ''رحمت'' کا تعلق بوڑھاپے سے ہے۔

علیحدہ مکان کا مطالبہ

یہ بات بالکل واضح ہے کہ عورت کا حق ہے کہ شوہر اسے علیحدہ ٹھکانہ (گھر) فراہم کرے (چاہے کرایہ کا ہو) لیکن سمجھدار بیوی کو چاہئے کہ شوہر کے تمام حالات کا اولا جائزہ لے کہ اس کے والدین کی صحت کیسی ہے، اس کے بھائی بہن کی تربیت ونگرانی ،تعلیم ونکاح کے مسائل کیا باقی ہیں؟ شوہر کی آمدنی یا تنخواہ علیحدہ رہنے کے خرچ کا تحمل کرسکتی ہے کیا نہیں؟ کیا خود اس کے اندر اپنے بچوں کے نہلانے دھلانے پڑھانے سکھانے اور امورِ خانہ داری کو سنبھالنے کی استعداد پیدا ہوئی ہے یا نہیں؟ وغیرہ مسائل کو سنجیدگی سے سوچے بغیر اور ساس سسر کو ضرورت کا احساس دلا کر باہم اعتماد کی فضا قائم کئے بغیر الگ مکان کی فکر بہت سے انتشار اور پھوٹ کا سبب بنتی ہے اور نہایت خود غرضی اور بے رحمی ہے، جب تک حالات بن نہ پائیں، اور شوہر کے والدین اجازت نہ دیں، شوہر کے بھائی کی بیویوں اور شوہر کی بہنوں کے ساتھ خدمت تواضع اور معافی کا معاملہ

کریں،فوراً ہی علیحدہ نہ ہوں؛ کیونکہ انسان، خصوصاً عورت کے ساتھ صحت مرض، حمل، ولادت وغیرہ کے اونچ نیچ لگے ہوئے ہیں، سماج سے کٹ کر کوئی زندگی نہیں گذار سکتا ، چنانچہ اگر الگ مکان میں رہ رہے ہوں تو اپنی والدین کی طرح شوہر کے والدین کی مزاج پرسی اور ہر قسم کا تعاون کرتے رہے۔

بیوی کو چاہئے کہ شوہر کے احوال اور اس کی وسعت اور گنجائش کو علیحدہ مکان اور رہائش کے مطالبہ کے وقت پیش نظر رکھے، جب تک اس کے احوال درست نہ ہوں موجودہ زندگی اور احوال کو سہتے رہے، اس حوالہ سے یہ اثر نصیحت خیز ہے۔

حضرت محمد بن حنفیہؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: وہ صاحبِ عقل وحکمت نہیں ہے جو اس شخص کے ساتھ رواج کے مطابق تعلقات نہ رکھے جس کے ساتھ بہرحال اس کو رہنا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کیلئے کشائش کا راستہ نکال دے ''ليس بحكيم من لا يعاشر بالمعروف من لا يجد من معاشرته بدّا، حتى يجعل الله له فرجة أو مخرجًا ''(۱)

علیحدہ گھر کا مطالبہ کر کے بیوی اپنے شوہر اور اس کی ماں کے درمیان بلا ضرورت جدائیگی اور دوری پیدا کر کے اس وعید کی مستحق نہ ہو کہ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: جو شخص ماں اور اس کے لڑکے کے درمیان جدائیگی کرے تو اللہ عزوجل روزِ قیامت اس کے اور اس کے عزیزوں کے درمیان جدائی پیدا کر دیتے ہیں ''من فرّق بين والدة وولدها فرّق الله بينه وبين أحبّته يوم القيامة ''(۲)

شوہر کی پہلی بیوی، جیٹھ، دیور اور نند کی اولاد کی پرورش

بعض دفعہ بہت سی عورتیں ایسے مرد سے نکاح کر لیتی ہیں جس کی پہلی بیوی سے

---

(۱) الأدب المفرد: باب التؤدة في الأمور، حدیث:۹۸۸، اس کو البانی نے صحیح کہا ہے۔

(۲) ترمذی: باب في كراهية التفريق بين السبي، حدیث:۱۵۶۶، امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے۔

بچے ہوتے ہیں اب ان بچوں کی پرورش اس نئی بیوی کو کرنی پڑتی ہے، مگر بہت کم عورتیں ایسی ہوتی ہیں جو شوہر کی پہلی بیوی کی اولاد کو پیار ومحبت سے پرورش کرتی ہوں، ایسے بچے اکثر مائیدر کے مظلوم ہوتے ہیں، اسی طرح اگر عورت کو بھائی بہن یا نند اور جیٹھ یا دیور کی اولاد کی پرورش کا موقع ہاتھ آجائے تو ثواب کیلئے غنیمت جانے اور بچے کی دل سے پرورش کرے اور پوری شفقت کے ساتھ ان کی ضرورتوں کو پورا کرے، بعض مرتبہ یہ بچے یتیم ہوتے ہیں، تو ایسی صورت میں ان کی شفقت بھری پرورش و پرداخت کا ثواب مزید بڑھ جاتا ہے، اگر نسوانی جذبات اور نفسانیت کے جذبات مذکورہ بالا بچوں کی خدمت سے روکیں تب بھی ایمانی جذبات کے پیش نظر ان کی خدمت کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورتیں اونٹوں پر سوار ہوتی ہیں (عربی عورتیں) ان میں سب سے بہترین عورتیں قریش کی ہیں جو بچپن میں اپنی اولاد پر سب عورتوں سے زیادہ شفقت رکھتی ہیں ''أحناه علی ولد فی صغره'' اور شوہر کے مال کی سب سے زیادہ نگہداشت رکھنے والی ہوتی ہیں۔(۱)

یہاں حدیث شریف میں جو یہ الفاظ ہیں کہ ''أحناه علی ولد فی صغره'' اس میں لفظِ ''ولد'' نکرہ ہے جس میں مطلقاً اولاد کا ذکر ہے، اگر لفظِ ''ولدها'' ہوتا تو حدیث میں شفقت سے پالنے کی فضیلت صرف عورت کی اپنی اولاد تک محدود ہوتی، اپنی اولاد کے علاوہ دوسرے بچوں پر شفقت کرنے کی فضیلت بتانے کیلئے حدیث میں مطلقاً لفظ ''ولد'' لاکر اس طرف اشارہ فرمایا کہ جو بچہ بھی عورت کی پرورش میں آجائے اپنا ہو یا دوسروں کا اُسے شفقت سے پالنا خیر وخوبی اور فضیلت وثواب کی بات ہے۔

حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا اور ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے بڑی قربانیوں کے ساتھ اسلام قبول کیا تھا اور بڑی ہی جانفشانیوں سے ہجرت کی تھی اور ابوسلمہ رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں آنے والے

---

(۱) بخاری: باب الی من ینکح: حدیث: ۴۷۹۴

زخمیوں میں وفات پا چکے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کا پیغامِ نکاح ان کے پاس لے کر پہنچے، حضرت امّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے تین عذر کئے: میں سخت غیور عورت ہوں، بال بچوں والی ہوں، میری عمر بھی زیادہ ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آکر ان کے ان اعذار کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم ان کے پاس جاؤ اور ان سے یہ کہو کہ: تمہارا یہ کہنا کہ میں غیور عورت ہوں تو میں اللہ سے دعا کئے دیتا ہوں وہ تمہاری غیرت کو ختم کردے، اور تمہارا یہ کہنا کہ میں مصیبت زدہ عورت ہوں تو ہم تمہارے بچوں کی کفالت کرلیں گے، ''فستکفین صبیانك'' الغرض حضور ﷺ نے ان کی اولاد کے پرورش کی ذمہ داری کے ساتھ ان سے نکاح فرمالیا۔(۱)

حضرت ابوطالب رسول اللہ ﷺ کے چچا ہیں، جنہوں نے مکہ مکرمہ میں ہر طرح سے دینِ اسلام کی حمایت کی، انہیں بچے بہت زیادہ تھے، معاشی تنگیاں اور کفّارِ قریش کے مسلسل تکالیف پہنچوانے، گھاٹی میں بند کردیا، ان سے لین دین اور کاروبار بند کردیا، شادی بیاہ کے تعلقات منقطع کرلئے، کھانا پینا تک بند کردیا، قحط سالی نے مصیبت میں اور زیادہ اضافہ کردیا تھا؛ اس لئے رحمۃ للعالمین ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: ہم کو اس مصیبت اور پریشانی میں چچا کا ہاتھ بٹانا چاہئے ''**فانطلق بنا لنخفّف عنه**''، چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی کفالت قبول کرلی اور حضور ﷺ نے حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کی ہر طرح سے سرپرستی کی ''**وأخذ عباس جعفرًا فضمّه اليه، فلم يزل على مع رسول اللّٰه ﷺ**''(۲)

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ قریبی رشتہ کے بچوں کی پرورش میں ساتھ نبھانا چاہئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ: بھائی تم نے شادی

---

(۱) سنن النسائی: باب نکاح الابن أمّه، حدیث: ۳۲۵۴، حافظ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے: الاصابة: حرف السین: ۸/ ۲۲۳

(۲) الاستیعاب فی معرفة الاصحاب، محمد رسول اللہ ﷺ: ۱/ ۳۸، دار الجیل، بیروت

کی بھی یا نہیں؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے نکاح کر لیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کنواری سے یا ثیبہ سے (بیوہ) عورت سے نکاح کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: میں نے ایک ثیبہ عورت سے نکاح کیا ہے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دریافت کرنے پر کہ تم نے باکرہ سے نکاح کیوں نہیں کیا؟ تو انہوں نے فرمایا: میری چھوٹی چھوٹی بہنیں تھیں؛ اس لئے مجھے ایک ایسی عورت کی تلاش تھی جو ان کی دیکھ بھال کر سکے، اس لئے میں نے ثیبہ سے نکاح کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر ان کو دعا دی: "بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَعَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا بِالْخَيْرِ" (۱)

اس روایت میں جہاں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ثیبہ سے شادی کرنے میں بہنوں کی پرورش اوران کی تربیت ترجیح دینا معلوم ہوتا ہے، یہیں سے امام بخاریؒ نے اپنے عنوان کے ذریعہ یہ ثابت کیا ہے: عورت کو اپنے شوہر کی اولاد کی پرورش میں معاون بننا چاہئے، اوراس سے یہ بھی پتہ چلا کہ عورت کو شوہر کی بہن بھائیوں کی اگر وہ تربیت اور دیکھ ریکھ کے محتاج ہیں تو اس میں شوہر کا معاون بننا چاہئے، خصوصاً جبکہ ان بچوں کے ماں باپ نہ ہوں۔

سیرتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان دو پہلوؤں پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ دوسروں کے بچوں کی دیکھ بھال اور تعلیم اور تربیت میں کس طرح حصہ لینا چاہئے، ہم سے اتنے بڑے پیمانہ پر نہ ہوسکتا ہو تو کم از کم ایک مکان میں ساتھ رہنے والے رشتہ داروں کے بچوں کی نگہداشت کرنا چاہئے۔

بہن کی تربیت کا ثواب

ایسے ہی بھائی کو چاہئے کہ بہن کی تربیت، پرورش اوراس کی تعلیم وغیرہ پر توجہ دے کر اُخروی اجر کا مستحق بن جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ: جس شخص کی تین بیٹیاں یا تین بہنیں ہوں وہ ان

(۱) بخاری: کتاب النکاح، باب عون المرأة زوجها فی ولده، حدیث: ۵۰۵۲

کے ساتھ حسنِ سلوک کرے اوران کی بہترین دیکھ ریکھ کرے تو وہ اسے جنت میں داخل کردیں گی: ''لا یکون لأحد ثلاث بنات أو ثلاث أخوات الّا دخل الجنّة''(۱)

حمل ورضاعت کے فضائل

عورت پر جوحمل کا زمانہ اوررضاعت کی مدت گذرتی ہے یہ نہایت ہی دشوار گذار اور کٹھن مصائب وتکالیف کا دور ہوتا ہے، اگر اللہ عز وجل نے اولاد کی فطری اور طبعی محبت اور صاحبِ اولاد ہونے کا داعیہ اور جذبہ نہ رکھا ہوتا تو شاید کہ کوئی عورت حمل، وضعِ حمل اور مدتِ رضاعت کے دشوار گذار مراحل کو برداشت کر پاتی، اللہ عز وجل نے مرد وعورت کے اندر ایک دوسرے کے جانب میلان ورجحان اوراس کے نتیجے میں ان دونوں کے رشتۂ ازدواج کے بندھن میں بندھ جانے اور فطری جنسی عمل کے نتیجے میں اولاد کی پیدائش، پھر اولاد کے ساتھ ماں باپ کا لگاؤ وتعلق ان تمام کڑیوں کو اللہ عز وجل نے ایک دوسرے کے ساتھ مربوط کیا ہوا نہ ہوتا تو شاید عورت ان تمام صبر آزما ذمہ داریوں سے صحیح طرح سے سبکدوش نہ ہوتی، اس لئے اللہ عز وجل نے نہ صرف معاشرت وازدواج کا ایک نہایت حکیمانہ نظام قائم کیا؛ بلکہ ہر ہر قدم پر اس معاشرتی وازدواجی زندگی کے درمیان درپیش ہونے والے مصائب ومراحل کو انگیز کرنے پر ثوابِ آخرت کے بڑے بڑے وعدے فرمائے، خصوصًا عورت کے زمانۂ حمل وولادت ورضاعت کی مدت چونکہ پریشانیوں اور مصائب وتکالیف کا ایک دور ہوا کرتا ہے جسے وہ انگیز کرتی ہے تو اللہ عز وجل اس کیلئے اس پر بے شمار وعدے فرمائے ہیں، اس حوالہ سے یہ روایت نہایت چشم کشا ہے: آپ ﷺ نے ایک موقع سے عورتوں کو خطاب کرکے فرمایا: کیا تم میں کوئی اس بات پر راضی نہیں ہے کہ جب وہ اپنے شوہر سے حاملہ ہو، اور اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو اسے روزے

(۱) الأدب المفرد: باب ثلاث اخوات، حدیث:۷۹، محقق شعیب الارنؤط اس حدیث کو صحیح لغیرہ کہا ہے۔

اور اللہ کی راہ میں نگہبانی کرنے والی کی طرح ثواب ملتا ہے، اور جب اُسے دردِ زہ ہوتا ہے تو اہلِ زمین وآسمان میں سے کوئی شخص اس کیلئے جو ٹھنڈک کا سامان اللہ کے یہاں رکھا گیا ہے تو اسے کوئی نہیں جانتا، پھر جب وہ بچے کو جنتی ہے تو اس کے پستانوں سے جو کوئی دودھ کا قطرہ نکلتا ہے اور بچہ اس کے پستانوں سے جو کوئی دودھ کا گھونٹ پیتا ہے تو اُسے ہر دودھ کے قطرے اور گھونٹ کے بدلے اسے اجر وثواب سے نوازا جاتا ہے، اگر عورت وہ بچہ کی وجہ سے کوئی رات جاگ لیتی ہے تو اسے ستر غلاموں کے آزاد کرنے کا ثواب لکھا جاتا ہے: ''فان اسهرها ليلة كان لها مثل أجر سبعين رقبة تعتقهم فی سبیل الله''(۱)

اور ایک روایت میں یوں فرمایا گیا: حضرت ابن عمرؓ راوی ہیں کہ ''المرأة فی حملها الی وضعها الی فصالها كالمرابط فی سبیل الله وان ماتت فيما بين ذلك فانّ لها أجر شهيد''(۲) عورت کو اس کے زمانہ حمل سے وضع حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت تک اللہ کی راہ میں نگہبانی کرنے کی طرح ثواب عنایت کیا جاتا ہے، اگر وہ اس درمیان مرجاتی ہے تو اسے شہید کا سا اجر دیا جاتا ہے۔

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عورت جب بچہ جنتی ہے تو اُسے ہر مرتبہ کے چوسنے اور ہر دودھ کے گھونٹ پر ایک نفسِ انسانی کے زندہ کرنے کا ثواب دیا جاتا ہے، ''فاذا وضعت كان لها بكلّ مصّة أو رضعةٍ أجر نفس

(۱) کنز العمال: الفصل الثانی فی ترغیبات تختص بالنساء: حدیث ۴۵۱۲۲، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کو طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، اس میں عمار بن نصیر ہیں، ان کی ابن حبان اور صالح جزرہ نے توثیق کی ہے اور ابن معین وغیرہ نے ان کی تضعیف کی ہے اور اس کے بقیہ رجال ثقہ ہیں: مجمع الزوائد: باب ان فی حقوق الزوج علی المرأة: حدیث: ۷۶۲۹

(۲) کنز العمال: الفصل الثانی فی ترغیبات تختص بالنساء، حدیث: ۴۵۱۵۹، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اس میں قیس بن ربیع ہیں جن کو شعبہ اور ثوری نے ثقہ کہا ہے اور دیگر لوگوں نے ضعیف کہا ہے، اسحاق بن ابراہیم کو میں نہیں جانتا، اور اس کے بقیہ رجال ثقہ ہیں: مجمع الزوائد: باب ان فی حقوق الزوج علی المرأة: حدیث: ۷۶۳۰

تحییھا"(۱) پھر وہ جب دودھ چھڑاتی ہے تو فرشتہ اس کے کاندھوں پر ایک ضرب (مار) لگاتا ہے اور کہتا ہے: اپنا عمل پھر دوبارہ شروع کر۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اپنی ماں کو سخت گرم اور ریتیلی زمین میں تین میل کے فاصلہ تک اپنے کاندھے پر لے چلا ہوں، اتنی گرم زمین کہ اگر میں اس پر اپنے گوشت کا ایک ٹکڑا بھی ڈال دیتا تو وہ بھن جاتا تو کیا میں نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شاید کہ یہ تمہارے دنیا میں آنے کے وقت کے چیخوں میں سے ایک آہ کا بدلہ ہو جائے "لعلّه أن يكون لطلقة واحدة "(۲)

عورت حمل و رضاعت کی حالت میں جو مصائب اور تکالیف جھیلتی ہے اس کو اللہ عزوجل نے مقامِ احسان و امتنان میں بیان کیا ہے ارشادِ باری عزوجل ہے **حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصَالُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ** (۳) اس کو اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری جھیلتے ہوئے اسے پیٹ میں رکھا اور دو سال میں اس کا دودھ چھڑایا کہ میرا شکر کرو، اور اپنے ماں باپ کا۔

اور ایک جگہ ارشادِ باری عزوجل ہے:

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسَانًا حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا (۴)

اور ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا، اس کی ماں اسے تکلیف کے ساتھ (پیٹ میں) اٹھائے رہی اور اس نے

---

(۱) کنز العمال: المحلی من المیم، حدیث: ۴۵۶۷۵

(۲) مجمع الزوائد: باب ما جاء فی البر و حق الوالدین، حدیث: ۱۳۳۹۴، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے، اس میں حسن بن جعفر ہیں وہ ضعیف ہیں اور لیث بن ابی سلیم یہ مدلس ہیں۔

(۳) لقمان: ۱۴ (۴) الاحقاف: ۱۵

اس کو تکلیف کے ساتھ جنا اور اس کا حمل اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینے میں ہوا۔

عورتوں کے دیگر فضائل

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا : دنیا کی عورتیں بہتر ہیں یا جنت کی حورِعین؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بلکہ دنیا کی عورتیں حورِعین سے ایسی فضلیت میں بڑھی ہوئی ہوتی ہیں جیسے اوپر کا کپڑا اَستر کے کپڑے کے مقابلے میں فضلیت کا حامل ہوتا ہے، میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ ! یہ کس وجہ سے؟ فرمایا: اپنے روزوں اور عبادتوں کی وجہ سے، اللہ عزوجل ان کے چہروں کو نورانی اور ان کے جسم کو روشن، گوراچٹا، نرم وملائم، سبز کپڑوں اور پیلے زیور سے آراستہ کردیں گے، ان کے بالوں کی لٹیں موتیوں سے لدی ہوئی ہوں گی، اوران کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی، کہیں گی: سنو ہم ہمیشہ کیلئے ہیں، کبھی نہیں مریں گی، اور ہم ایسی نرم ونازک ہیں کہ ہم میں کوئی کھردراپن نہیں آئے گا، ہم ہمیشہ کی مقیم ہیں، ہمیں یہاں سے کوچ کرنا نہیں ہے، اور سنو! ہم ایسی راضی اور خوش ہیں کہ ہم کو کبھی ناراضگی نہیں ہوگی، مبارک ہو اس کیلئے جس کیلئے ہم ہیں او روہ ہمارے ہیں ''طوبٰی لمن کنّا له وکان لنا '' (۱)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا :عورت کی برائی اور گناہ یہ ہزار فاسق وفاجر کے گناہ کے مثل ہے، اور ایک مومن عورت کی نیکی ستر صدیقوں کی نیکی کے برابر ہے ''انّ فجور المرأ ة کفجور الف فاجر، وانّ برّ المؤمنة کعمل سبعین صدیقًا '' (۲)

---

(۱) المعجم الاوسط: من اسمه بکر، حدیث: ۵۱۴۱، دارالحرمین، القاہرة علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ اس کو طبرانی اوسط میں روایت کیا ہے، اس کی سند میں سلیمان بن ابی کریمة ہیں اور وہ ضعیف ہیں مجمع الزوائد باب فی نساء الجنة، حدیث: ۱۸۷۵۵

(۲) حلیة الأولیاء: حدیر بن کریب: ۱۰۱/۶، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں: اس کو بزار نے روایت کیا ہے اور اس میں سعید بن سنان ہیں اور وہ متروک ہیں: مجمع الزوائد: باب فی المرأة الصالحة وغیرها حدیث: ۷۴۳۴

خاوند کے آنے سے پہلے اپنے آپ کو صاف ستھرا کر لے

جب خاوند کے گھر آنے کا وقت ہو تو عورت کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو صاف ستھرا رکھے، ہوتا یوں ہے کہ جب باہر نکلنا ہو تو دلہنوں کی طرح سج سنور کر جائیں گی اور شوہر کے آنے کے وقت میلی کچیلی رہیں گی۔

ایک مرتبہ نبی ﷺ اپنے صحابہؓ کے ساتھ ایک غزوہ سے واپس آئے، اور مدینہ کے باہر ہی قیام فرمایا، حالانکہ گھر بہت قریب تھے اور گھر بھی جا سکتے تھے، مگر نبی ﷺ نے فرمایا کہ: نہیں رُک جاؤ اور اپنے گھروں میں اطلاع بھیج دو کہ بیویاں اپنے آپ کو خاوندوں کیلئے تیار کر لیں۔

اسی کو ایک روایت میں یوں فرمایا: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کسی انسان کی گھر سے غیر حاضری کا زمانہ زیادہ ہو جائے یعنی اس کو سفر میں زیادہ دن لگ جائیں، تو وہ (اچانک) رات کو گھر نہ آئے،
''نهى رسول الله اذا طال الرجل الغيبة ان يأتى اهله طروقًا'' (۱)

گھر کے اندر ایک جگہ مصلے کیلئے مخصوص کر دیں

گھر کے اندر ایک جگہ مصلے کیلئے مخصوص کریں اور اسی کو مسجد سمجھیں، وہاں قرآن رکھا ہوا ہو، تسبیح بھی موجود ہو اور حجاب ہو؛ تاکہ نماز پڑھنا آسان ہو، اس جگہ روزانہ کچھ دیر بیٹھنے کی عادت ڈالیں حتی کہ طبیعت مانوس ہو جائے، اپنے فارغ اوقات بجائے کرسیوں، ٹی وی سیٹ، اسکرینوں کے سامنے گذارنے کے مصلی پر بیٹھنے کی عادت ڈالیں، صحابیاتؓ کی عادت یہ تھی کہ وہ اپنے شوہروں کو کام کاج پر بھیجنے کے بعد چاشت کی نفل پڑھتیں، اللہ عزوجل نے چاشت کی نماز میں روزی کی برکت رکھا ہے، اب شوہر کے جانے کے بعد یہ مصلے پر بیٹھ کر شوہر کیلئے رزقِ حلال کے حصول کیلئے دعائیں کرتی رہے۔

---

(۱) مسلم: باب کراھۃ الطروق، حدیث: ۴۹۶۷

فون پر مختصر گفتگو کی عادت ڈالیں

فون پر مختصر گفتگو کی عادت ڈالیں، یہ نہیں کے کھانے پکانے وغیرہ کی تفصیلی گفتگو آدھا آدھا گھنٹہ پر مشتمل ہورہی ہے، وقت بھی برباد، بسا اوقات اس میں چغلیاں بھی ہورہی ہیں، اور بالکل بھی غیر محرم سے نرم لہجہ میں بات نہ کریں، "فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ"(۱) (بات میں نرم رویہ اختیار نہ کریں) کم سے کم گفتگو کریں، ہر دو برتن میں جیسے کھٹ پٹ ہوجاتی ہے، اسی طرح سسرال میں بھی کچھ نہ کچھ نوک جھونک ہوجاتی ہے؛ ایک ماں کی پیٹ سے پیدا ہونے والے اور ایک برتن میں کھانے والے بھائیوں کا مزاج الگ الگ ہوتا ہے؛ لیکن اپنا بھائی، بہن سمجھ کر پھر صلح کرلی جاتی ہے، اسی طرح سسرال میں ہونے والی باتوں کو نقل کرکے اپنے ماں باپ کو پریشان نہ کریں، سمجھدار مائیں اپنی بیٹیوں سے شکوہ شکایت سن بھی لیتی ہیں تو انہیں معاف کردینے اور منہ میں پانی ڈال لینے کی ترغیب دیا کرتی ہیں، گھریلو کام کاج میں کوتاہی میکے میں بھی ہوتی ہے؛ مگر ماں باپ گوارا کرلیتے ہیں، مگر سسرال میں زندگی عقیدت اور محبت سے زیادہ حقیقت پسندی اور فرض شناسی پر چلتی ہے؛ اس لئے شوہر کے گھر میں وہی ہر دلعزیز بنتی ہے جو اپنی ذمہ داریاں بخوبی پوری کرے۔

شوہر کو پریشانی میں تسلی دے

شوہر کو پریشانی کے وقت تسلی دیا کرے، یہ صحابیاتؓ کی سنت ہے، جیسے نبی کریم ﷺ پر پہلی وحی کا نزول ہوا تو آپ ﷺ یہ کہتے ہوئے گھر تشریف لائے "زمّلونی، زمّلونی" میرے چادر اڑھادو، میرے چادر اڑھادو، حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا نے آپ کو تسلی آمیز کلمات کے ذریعہ ڈھارس بندھوائی، آپ ﷺ فرماتے تھے "خشتُ علی نفسی" مجھے اپنی جان کا خطرہ ہے، تو انہوں نے فرمایا: "کلّا" ہرگز نہیں "انّك لتصل الرحم" آپ ﷺ تو صلہ رحمی کرنے والے ہیں، "وتحمل الکّل" دوسروں

---

(۱) الأحزاب: ۳۲

کا بوجھ اٹھانے والے ہیں، '' تکسب المعدوم '' آپ ﷺ تو جن کے پاس کچھ نہیں ،ان کو کما کر دینے والے ہیں، مہمان نوازی کرنے والے ہیں، جب آپ ﷺ کے اس قدر اچھے اخلاق ہیں تو اللہ عزوجل آپ کو ضائع نہیں کریں گے، چنانچہ اہلیہ کی ان باتوں سے آپ کو تسلی ہوئی۔(۱)

شوہر جب کاروبار سے یا کسی اور بات پریشان ہو تو عورت کی ذمہ داری ہے کہ وہ گھر میں آئے تو تسلی کے بول بولے۔

بیوی پر سب سے بڑا حق اس کے شوہر کا ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت پر سب سے بڑا حق اس کے شوہر کا ہے اور مرد پر سب سے بڑا حق اس کی ماں کا ہے ''أعظم النّاس حقًّا علی المرأۃ زوجها وأعظم النّاس حقّا علی الرجل أمّه''(۲)

زندگی کے معاشرتی اور عائلی مسائل میں دوراہیں ایسی آجاتی ہیں کہ اگر بیوی کو راضی کریں تو ماں ناراض، ورنہ بیوی ناراض، اسی طرح بیوی کے سامنے شوہر اور اپنے بھائی کی مختلف رائے ،شوہر اور سگی ماں کی ایسی باتیں سامنے آجاتی ہیں کہ آدمی اس موڑ پر حیران رہ جاتا ہے، ایسے موقع پر یہ حدیث بہت ہی متوازن اور معتدل رہنمائی کرتی ہے،شوہر ماں کی بات پر عمل کرلے اور کسی طرح بیوی کو سمجھالے اور بیوی بہر حال اپنے شوہر کی تابعداری کرے تو بھائیوں اور ماں باپ کو مناسب طریقے سے مطمئن کرلے، کیونکہ انسان ہر معاملہ میں ہر شخص کی نہیں مان سکتا ہے۔

معاشرت میں اخلاص کو اپنائے

عورت کو چاہئے کہ اپنے سسرال میں اپنی ہر ذمّہ داری کو بحسن وخوبی پورا کرتی

---

(۱) بخاری: باب اول ما بدئ به رسول اللّٰه ، حدیث:۶۵۸۱

(۲) المستدرک: کتاب البرّ والصلة، حدیث:۷۳۳۸، حاکم نے مستدرک میں اس کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

رہے اور ساس سسر اور دیگر لوگوں کی خدمت اخلاص وللّٰہیت سے کرے، اس بارے میں کوئی کمی کوتاہی اپنی طرف سے نہ کرے، سسرال والوں کی جانب سے ان کا رویہ کس قدر خراب اور برا کیوں نہ ہو وہ اپنی ذمّہ داریوں کی ادائیگی کو اپنا مطمحِ نظر اور مقصود بنائے رہے ، ان سے اجر یا ان کی خوشنودی کی شکل میں ان سے معاوضہ کی طالب نہ ہو؛ بلکہ نیک نیّتی اور اپنائیت کے جذبہ کے ساتھ ذمہ داریوں کی ادائیگی میں لگی رہے اس اخلاص کے بدولت ایک دن وہ آئے گا کہ سسرال والوں کے دل خود پسیج جائیں گے اور وہ خود اس کے ہمدرد اور ہم نوا بن جائیں گے جب اخلاص سے کئے ہوئے صدقہ کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اس سے بدکار عورت بدکاری سے اور چور چوری سے اور بخیل بخل سے تائب ہوسکتا ہے تو کیوں کر بہو یا ساس کے اخلاص کی وجہ سے ایک دوسرے کے دل کیوں نہ بدلیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص نے کہا: میں آج رات ضرور صدقہ کروں گا، وہ اپنے صدقہ کو رات میں لے کر نکلا، اور (بھول سے) اُسے ایک بدکار عورت کے ہاتھ میں رکھ دیا، صبح لوگوں میں چرچا ہوا کہ کل رات ایک بدکار عورت کو صدقہ دیا گیا، اس نے کہا: زانیہ پر صدقہ کرنے میں بھی تعریف اللہ ہی کیلئے ہے، پھر اس نے کہا: میں ضرور صدقہ کروں گا، وہ اپنے صدقہ کے مال کو لے کر گیا اور اسے ایک مالدار کے ہاتھ میں رکھ دیا، صبح چرچا ہوا کہ کل رات ایک مالدار کو صدقہ دیا گیا، اس نے کہا: مالدار کو صدقہ دینے پر بھی تیرے ہی لئے تعریف ہے، پھر وہ رات صدقہ لے کر نکلا، پھر اسے وہ ایک چور کے ہاتھ میں رکھ دیا، پھر صبح چرچا ہوا کہ رات چور کو صدقہ دیا گیا، اس نے کہا: اے اللہ! بدکار عورت، مالدار اور چور کو صدقہ کرنے پر بھی تیرے ہی لئے تعریف ہے، پھر اسے یہ بتلایا گیا کہ تیرا صدقہ قبول ہوگیا، بدکار عورت شاید کے عفیف اور پاک دامن ہوجائے ، اور مالدار عبرت حاصل کرے اور اپنے مال کو اللہ کی راہ میں خرچنے لگے، اور چور اپنی چوری سے تائب ہوجائے:

”امّا الزانية لعلها تستعفف، ولعلّ الغنّى يعتبر فينفق

مّمَا أعطاه اللّٰه، ولعلّ السّار ق يستعفف عن سرقته‘‘(۱)

سسرالی تعلقات اور اُسوۂ نبوی

انسانی زندگی میں نکاح وہ بابرکت تقریب ہے جس سے خاندان کے اساسی ارکان مرد وعورت کے سسرال کا رشتہ ظہور میں آتا ہے ،ویسے تو عمومی رشتہ کا حق ادا کرنا ہے ’’وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ ‘‘(۲) لیکن سسرالی رشتہ کے بھی کچھ حقوق ہیں اور اس سسرالی رشتہ کو مقامِ امتنان میں ذکر کرتے ہوئے باری تعالیٰ کا ارشاد ہے وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مِنَ الْمَاۗءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ۭ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا (۳) اور وہ ایسا ہے جس نے پانی سے بشر کو پیدا کیا، پھر اس کو نسب والا اور سسرال والا بنایا اور تیرا رب بڑی قدرت والا ہے۔

مرد وعورت پر سسرال کے حقوق کی ادائیگی اس طرح یکساں فرض ہے جس طرح ان دونوں کی اپنی ذات کے حقوق ایک دوسرے پر یکساں فرض ہیں ، اور ان کے ایک دوسرے کے اقرباء سے حسنِ سلوک ہی میں ان دونوں کی کامیاب زندگی کا راز پنہاں ہے۔

سسرالی اور رحم کے رشتوں کی پاس داری اور خیال انبیاء کی سنت ہے، اس کا اندازہ ان احادیث سے ہوتا ہے ’’تم لوگ عنقریب ایک ملک (مصر) فتح کروگے جہاں قیراط کا رِواج ہوگا، وہاں کے لوگوں سے بھلائی کرنا؛ کیونکہ ان کا تم پر حق اور ان کا تم سے دامادی کا رشتہ بھی ہے اور رَحم کا بھی ’’فانّ لكم ذمّة ورحمًا‘‘ (۴)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے ابراہیم کی والدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا دونوں کا تعلق مصر سے تھا، چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا پاس رکھا، جب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مصر فتح کرنے گئے تو لڑائی رُکی رہی ،

---

(۱) مسلم: باب ثبوت أجر المتصدق، حدیث:۱۰۲۲

(۲) سورۃ بنی اسرائیل:۲۶ (۳) سورۃ الفرقان:۵۴

(۴) مسلم: باب وصیۃ النبی، حدیث:۱۹۷۰

اوران کے نمائندہ پادریوں سے کہا ہمیں حکم دیا گیا ہے ہم آپ لوگوں سے بھلائی کریں؛ کیونکہ آپ لوگوں کے ساتھ ہمارا رحم کا تعلق ہے، پادریوں نے سنا تو بول اٹھے: سوائے انبیاء کے اس جیسی دور کی رشتہ داری کا کوئی لحاظ نہیں کرتا ''قرابة بعيدة لا يصلُ مثلها إلا الأنبياء''(۱)

☆ جویرہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا غزوۂ بنو مصطلق میں قید ہو کر ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زرِ کتابت مانگنے آئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا زرِ کتابت ادا کر کے ان سے نکاح فرمالیا، جیسے ہی نکاح کا علم ہوا، تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کے قبیلہ کے جتنے قیدی تھے سب کو رہا کر دیا، اور کہا کہ جس خاندان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کرلیا، وہ غلام نہیں بن سکتا، یعنی ان سے رشتہ داری کے بعد انہیں قیدی رکھنا حقِ قرابت کے خلاف ہے، اس واقعہ کے بارے میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ''میں کسی عورت کو نہیں جانتی جو اپنی قوم کیلئے جویریہ سے بڑھ کر برکت والی ہو، ان کی وجہ سے بنو مصطلق کے سینکڑوں گھرانے آزاد کر دیئے گئے تھے ''أُعتق في سببها مائة أهل بيت من بني مصطلق''(۲)

☆ ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دروازے پر کسی عورت کی آواز سنی جو اندر آنے کی اجازت طلب کر رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے اشتیاق سے فرمایا: ''اللّٰهمّ هالة، اللّٰهم هالة'' یا اللہ یہ ہالہ ہیں۔ ہالہ یہ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں اور شکل وصورت اور آواز میں ان سے مشابہ تھیں۔(۳)

☆ رشتہ دار تو ایک طرف رہے، ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کی سہیلیوں

---

(۱) تاریخ الطبری: تاریخ الرسل، ذکر الخبر عن فتحها: ۴/۱۰۷، مؤسسة الرسالة للطباعة والنشر، بیروت

(۲) ابوداؤد: باب فی بیع المکاتب اذا فسخت الکتابة، حدیث: ۲۹۳۱، البانی نے اُسے حسن کہا ہے۔

(۳) بخاری: باب تزویج النبی، حدیث: ۳۶۱۰

کی آمد پر خوشی کا اظہار فرماتے تھے چنانچہ ایک بار حسانہ مزنیہ آپ ﷺ کے یہاں آئیں، آپ ﷺ کافی دیر تک ان سے باتیں کرتے اور ان کے حالات دریافت کرتے رہے، یہ بھی پوچھا کہ ہمارے بعد آپ لوگوں کا کیا حال رہا، جب وہ چلی گئیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ کون تھیں جس کی جانب آپ اس قدر توجہ فرمارہے تھے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ خدیجہ کی سہیلی تھیں، تعلقات کو نبھانا بھی ایمان ہے ''ان حسن العھد من الایمان ''(۱)

☆ ایک بار ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے ان کے بھائی معاویہ ملنے کیلئے تشریف لائے، ان دونوں بہن، بھائیوں کا آپس میں بہت پیار تھا، یہ دونوں آپس میں باتیں کررہے تھے، حضور ﷺ نے ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: کیا تمہیں معاویہ سے پیار ہے، عرض کیا: جی ہاں، بہت پیار ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: تو مجھے بھی اس سے پیار ہے ''فانی احب معاویة وأحبّ من یحبّه''(۲)

☆ آپ ﷺ امہات المؤمنین کے بہن بھائیوں کی نیک عادات کا تذکرہ فرماتے جسے سن کر بیوی کا دل یقینا مسرت اور خوشی سے لبریز ہوجاتا، چنانچہ ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا نے بھائی عبداللہ بن عمر کا ایک خواب سن کر فرمایا: ''أری عبد الله رجلاً صالحا'' عبداللہ صالح نوجوان ہے۔(۳)

☆ آپ ﷺ نے امہات المؤمنین کے بہن بھائیوں کی آمد پر بالکل روک ٹوک نہیں کی، جب جی چاہتا اپنی بہنوں سے ملاقات کیلئے آجاتے، یہ بھی بیوی سے حسنِ سلوک اور سسرالی رشتہ کے حقوق کا حصہ ہے، اسماء رضی اللہ عنہا بنتِ ابوبکر آپ ﷺ کے پاس اکثر آتی رہتی تھیں، آپ ﷺ نے کئی بار انہیں کچھ ہدایات فرمائیں، ایک بار فرمایا: گن گن

---

(۱) المستدرک: کتاب الایمان: حدیث: ۴۰، حاکم کہتے ہیں کہ: یہ حدیث شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور علامہ ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

(۲) تاریخ دمشق، معاویہ بن صخر: ۸۹/۵۹، دارالفکر، بیروت

(۳) مسلم: کتاب الفضائل، باب من فضائل عبد اللہ، حدیث: ۶۵۲۴

کر خرچ نہ کیا کرو، ورنہ اللہ تعالی بھی تمہیں گن گن کر دے گا ''ولا تُحصی فیحصی اللہ علیك''(۱)

☆ آپ ﷺ امہات المؤمنین کے بھائیوں پر شفقت فرماتے، چنانچہ ایک دفعہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا گٹھلیاں اٹھائے گھر کی طرف آ رہی تھیں، اثنائے راہ آپ ﷺ چند صحابہ ہمراہ ملے، آپ ﷺ نے اپنی اونٹنی کو بٹھایا اور ان سے کہا کہ سوار ہو جاؤ۔(۲)

☆ حضرت اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی ماں کی جانب سے بہن تھیں، نبی کریم ﷺ اپنے اکثر گھریلو معاملات میں ان سے رائے لیتے اور ان پر اعتماد فرماتے، چنانچہ آپ ﷺ کی صاحبزادیاں حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے غسل اور تکفین کا انتظام انہوں نے ہی کیا تھا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے وقت یہی ان کے ساتھ گئیں تھیں۔

☆ نبی کریم ﷺ کی بیماری کے آخری ایام میں انہوں نے ایک دوا لا کر پلادی، اس وقت آپ بیہوش تھے، جب ہوش آیا تو پتہ چلا کہ اسماء نے دوا تجویز کی تھی اور دیگر تمام اہلِ خانہ کی رضامندی سے پلائی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو لوگ مجھے دوا پلانے میں شامل تھے، ان سب کو دوا پلائی جائے۔(۳)

☆ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کیلئے یہ دعا دیتے ہوئے سنا ہے ''اللّٰھمّ علّم معاویة الکتاب والحساب ووقه العذاب''(۴)

☆ اور آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ام رومان رضی اللہ عنہا کے تعلق سے فرمایا تھا:

---

(۱) مسلم: باب الحثّ علی الانفاق وکراھیة الانفاق، حدیث: ۱۰۲۹

(۲) مسلم: کتاب الأدب، جواز ارداف المرأة الاجنبیة اذا اعییت فی الطریق، حدیث: ۲۱۸۲

(۳) الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ذکر اللدود الذی لُدّبه رسول اللہ ﷺ، دار المصادر بیروت: ۲/ ۲۳۵

(۴) الاستیعاب: واسم ابی سفیان صخر بن حرب: ۱/ ۴۴۴

''من سرّہ أن ینظر الی امرأۃ من الحور العین فلینظر الی ام رومان'' (۱)

☆ ایک دفعہ حضرت اسماء بنتِ عمیس رضی اللہ عنہا رسول اللہ کی سوتیلی ساس اورحضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سوتیلی ماں ہیں، واقعہ یوں ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کو کہہ دیا کہ ہم نے (مکہ سے مدینہ شریف) کی طرف ہجرت کرنے میں تم سے سبقت کی، پس ہم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تم سے زیادہ حقدار ہیں، یہ سن کر حضرت اسماء رضی اللہ عنہا غصہ میں آئیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر شکایت کی کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ یوں کہتے ہیں: تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دلائی اورفرمایا کہ ''له ولأصحابه هجرة واحدة ولكم أنتم أهل السفينة هجرتان'' یعنی اس کے اوراس کے ساتھیوں کیلئے ایک ہجرت ہےاوراے اہلِ سفینہ تمہارے لئے دو عدد ہجرتیں ہیں، تمہارے لئے دوگنا ثواب ہے۔(۲)

---

(۱) الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ۲۷۷/۸

(۲) مسلم: باب فضائل جعفر واسماء بنت عمیس، حدیث ۲۵۰۳

داماد کے حقوق سسرال پر

داماد کی خوبیوں کا اعتراف

ساس اور سسر کو اپنے داماد کے ساتھ شفقت ومحبت کا سلوک کرنا چاہئے، اور اس کی خوبیوں کا اعتراف کرنا چاہئے، یہ ان کی بیٹی کی ازدواجی خوشیوں کا بہترین طریقہ ہے، مفید ترین نفسیاتی عمل ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے سب سے بڑے داماد ابو العاص رضی اللہ عنہ جو خدیجہ کے بھانجے تھے، اپنی بیوی زینب رضی اللہ عنہا کے ساتھ بہترین سلوک کرتے تھے، ابتدائے اسلام میں کفار نے ابو العاص پر دباؤ ڈالا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کو طلاق دے دیں مگر انہوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں اپنی بیوی کو اپنے آپ سے جدا نہیں کروں گا، جب غزوۂ بدر میں ابو العاص کا فدیہ یہ قرار پایا کہ وہ مکہ جا کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ منورہ بھیج دیں گے تو انہوں نے اپنا یہ وعدہ پورا کیا، ابو العاص نے حضرت زینب کی موجودگی میں کسی دوسری بیوی کو اپنانے کا سوچا تک نہیں، ان کے اس اچھے سلوک کی تعریف آپ عمر بھر کرتے رہے۔(۱)

☆ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے دوسرے داماد تھے، یہ آپ ﷺ کو اتنے پیارے تھے کہ آپ ﷺ نے یکے بعد دیگرے اپنی دو بیٹیاں ان کے نکاح میں دیں۔

یہ اس بات کا ثبوت ہے ہ عثمان رضی اللہ عنہ کا رویہ اپنی بیویوں کے ساتھ کتنا اچھا تھا، ان کے اس اچھے رویہ کے تعریف رسول اللہ ﷺ نے فرمائی: اگر میری دس بیٹیاں ہوتیں تو بھی یکے بعد دیگرے ان کو عثمان کی زوجیت میں دیتا:

(۱) البدایۃ والنہایۃ: قدوم زینب بنت الرسول: ۳۳۱/۳، مکتبۃ المعارف، بیروت

''لوكنّ عشرًا لزوجتهن عثمان'' (۱)

یہ واقعات ظاہر کرتے ہیں کہ ساس اور سسر کو کھلے دل کے ساتھ داماد کی خوبیوں کا اعتراف کرنا چاہیئے؛ تاکہ ان کی حوصلہ افزائی ہو اور وہ بیٹی کے ساتھ مزید حسنِ سلوک کے ساتھ پیش آئیں۔

ساس سسر کی دیکھ ریکھ اور نگرانی

خاوند کے والدین کی نگرانی اور دیکھ ریکھ میں اللہ کا ڈر اور تقویٰ کو ملحوظ رکھے، ان کا احترام کرے، ساس، سسر، اس کے ماں باپ کے مقام پر ہیں، ان کو اپنے والدین کی طرح سمجھے۔

اسلام میں عمر رسیدہ اور معذور افراد کے تندرست اور جواں پر حقوق و فرائض ہیں: ارشادِ نبوی ہے: جس نے جوانی میں بوڑھوں کی عزت کی، بوڑھاپے میں جواں اس کی عزت کریں گے ''ما أكرم شابّ شيخا لسنه إلاّ قيّض اللّٰه من يكرمه عند سنّه'' (۲)

کبشہ بنتِ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ ابن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ کی نکاح میں تھیں، ایک دن ابوقتادہ رضی اللہ عنہ آئے، میں نے ان کے وضو کیلئے پانی رکھا، اتنے میں بلی آئی اور پانی پینے لگی، ابوقتادہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن جھکا دیا، مجھے تعجب ہوا تو ابوقتادہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: کیا تم تعجب کرتی ہو، اے میری بھتیجی؟ میں نے کہا: ہاں، انہوں نے جواب دیا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: بلی نجس نہیں؛ کیونکہ وہ عموماً تمہارے یہاں پھرتی رہتی ہے (یعنی اس کا جھوٹا ناپاک نہیں) انها ليست بنجس انها من الطوّافين عليكم والطوّافات (۳)

---

(۱) طبقات ابن سعد، ام کلثوم بنت رسول اللّٰہ: ۳۱/۸، دار الکتب العلمیة، بیروت

(۲) ترمذی: اجلال الکبیر، حدیث: ۲۰۲۲، امام ترمذی نے اس روایت کو غریب کہا ہے۔

(۳) ابوداؤد: باب سور الھرّۃ، حدیث: ۷۵، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا ہے۔

معلوم ہوا کہ ساس اور سسر کی خدمت عہدِ رسالت میں بھی بہوئیں کیا کرتی تھیں، اور یہی ایک مسلمان بہو کو زیب دیتا ہے۔

بیوی اپنے بچوں کو شوہر کے اقرباء سے مانوس رکھے

عورت چونکہ اپنے بچوں کی مربیہ اور نگراں ہے، اس لئے اس کا یہ فرض ہے کہ وہ بچوں کی تربیت میں حقوق العباد کا احساس پیدا کرے، دادی جان، دادا محترم، اور دیگر اقرباء کی عزت کرنا سکھائے، انہیں ترغیب دے کہ وہ دادی، دادا، چچا، پھوپھی وغیرہ کے کام اپنے ہاتھ سے کریں، مثلاً وضو کرانا، بستر بچھانا، مسجد میں ساتھ لے جانا، تیمارداری کرنا، کھانا کھلانا۔

بچوں کے دادا، دادی ان کے والدین کی صف میں شامل ہیں، عورت بچوں کو ان کے مقام سے اس آیت کی روشنی میں آگاہ کرے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ، وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا (۱)

اور تیرے رب نے حکم فرمادیا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور ماں باپ سے حسنِ سلوک کرو، اور ان میں سے ایک یا وہ دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اُف (بھی) نہ کہو، اور انہیں نہ جھڑکو اور ان دونوں کے ساتھ ادب سے بات کہو (کرو) اور ان کیلئے عاجزی کے (ساتھ) بازو جھکا دو مہربانی سے اور کہو، اے میرے رب! ان دونوں پر رحم فرما، جیسے انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔

---

(۱) الاسراء:۲۴

والدین لڑکے کے ازدواجی زندگی کا جائزہ لیتے رہیں

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد نے میرا نکاح ایک قریشی لڑکی سے کر دیا، لیکن میں بدستور اپنی عبادت میں مشغول رہا، ایک دن میرے والد نے اپنی بہو سے کہا: ’’کیف وجدت بعلك‘‘ (تو نے اپنے شوہر کو کیسے پایا؟) بہو نے کہا: بہترین آدمی ہیں، دن بھر روزہ رکھتے ہیں اور رات بھر نماز پڑھتے ہیں ’’ولکن لا یفتشّ لنا کنفًا ولم یعرف لنا فراشًا‘‘ لیکن اب تک ہمارے گوشۂ تنہائی میں نہیں آئے اور نہ ہمارے بستر کے قریب ہوئے، یہ سن کر میرے والد مجھے ڈھونڈتے ہوئے مسجد میں آئے، مجھے دیکھ کر بے حد ملامت کی، اور مجھ سے کہا: میں نے ایک عالی نسب وحسب والی قریشی لڑکے سے نکاح کیا اور تم اس سے اس طرح سلوک کرتے ہو اور اس کو یوں یکا وتنہا چھوڑتے ہو، پھر میرے والد میری حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلا بھیجا اور مجھ سے فرمایا: میری سنت میں جس طرح نماز اور روزے کا اہتمام داخل ہے، اسی طرح کھانا، پینا اور بیوی سے تعلق رکھنا بھی داخل ہے، لہٰذا تم پر تمہارے نفس کا بھی حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی حق ہے۔(۱)

بے شک حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی طرح ایک ذمہ دار سسر یا ساس کا یہ فرض ہے کہ وہ بیٹے کی غلطیوں پر اسے ڈانٹیں، اسے احساس دلائیں جو وہ اپنی بیوی کے حقوق کی ادائیگی کے معاملے میں کوتاہی کر رہا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیتِ داماد

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایک یا دو نہیں؛ بلکہ گیارہ نکاح فرمائے ہیں، اور ان سارے سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ بحیثیتِ شریف داماد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سلوک وبرتاؤ نہایت شریفانہ رہا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ اُمِ رومان رضی اللہ عنہا (آپ کی خوش دامن صاحبہ) کے

---

(۱) بخاری: باب کم یقرأ القرآن، حدیث: ۴۷۶۵

بارے میں آپ ﷺ نے توصیفی کلمات ارشاد فرمائے: اگر کوئی دنیا کے اندر حور جیسی عورت کو دیکھ کر خوش ہونا چاہے تو اُمِ رومان کو دیکھو: ''من سرّه أن ينظر إلى امرأة من الحور العين فلينظر إلى أم رومان''(۱)

ان کی وفات ذوالحجہ ۶ھ میں ہوئی تو آپ خود بنفسِ نفیس قبر میں اترے اور یہ بھی دعا فرمائی کہ: اے اللہ! اُمِ رومان تیری راہ میں اور تیرے رسول کی خاطر کیا کیا مصیبتیں جھیلی ہیں تجھ سے پوشیدہ نہیں ہیں ''اللّٰهم لم يخف عليك ما لقيت أم رومان فيك''(۲)

☆ ان کے والد (آپ کے خسر محترم) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قبولِ حق کی خوبیوں کو بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ سوائے ابوبکر کے کوئی اور نہیں جس نے اسلام کی دعوت دی ہو، اور اس نے بغیر ہچکچاہٹ کے اُسے قبول کرلیا ہو ''ما دعوت أحداً الّا كانت له كبوة غير أبی بكر'' (۳)

ہجرت کا مشہور قصہ ہے کہ جب آپ ﷺ باذنِ الٰہی ہجرت کیلئے نکلے تو پہلے ان ہی کے مکان میں پہنچے اور انہیں اپنے ہمراہ کرلیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بغرضِ سفرِ ہجرت دو اونٹنیاں خرید کر چھ ماہ سے انہیں کھلا پلا کر تیار کر رہے تھے، ان میں ایک انہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش فرمایا، آپ ﷺ محسنِ عالم تھے، آپ ﷺ کو کسی کا احسان رکھ لینا گوارا نہیں تھا، اس لئے فرمایا کہ: میں تو اس کی قیمت دے کر ہی لوں گا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کو مجبوراً منظور فرمالیا۔(۴)

ایک دفعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیمار ہوگئے تو ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی درخواست پر ان کے حق میں آپ ﷺ نے صحت کی دعا فرمائی۔(۵)

---

(۱) طبقات ابن سعد: ۸/۲۷۷، دار صادر، بیروت

(۲) معرفة الصحابة: ۲۰۷، دار الجيل، بيروت

(۳) البداية والنهاية: ۱/۱۰۸، مكتبة المعارف، بيروت

(۴) بخاری: باب التقنع، حديث: ۵۴۷۰

(۵) السيرة النبوية لابن كثير: ۲/۳۱۵

سیرت کا اس رخ سے مطالعہ کرنے والے کو پتہ چلے گا کہ کبھی ازواجِ مطہرات کے رشتہ داروں کے ساتھ معاذ اللہ کسی غلط رویہ کے ساتھ آپ ﷺ پیش آئے ہوں، اور آج کے معاشرہ کی صورتحال یہ ہے کہ عورت کے رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی اور بے عزتی کی جاتی ہے۔

حضور ﷺ کے مذکورہ ہجرت کے واقعہ میں اس اُسوہ کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے اونٹنی پیش فرمائی تو آپ ﷺ کی صفتِ احسان وغیرتِ مردانہ نے اس بات کی اجازت نہ دی کہ بلا قیمت ہی اس کو لے لیں، چنانچہ آٹھ سو درھم دے کر اس کو لیا۔(۱)

☆ آپ ﷺ کے ایک خسر امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی ہیں، آپ ﷺ کا سلوک ان کے ساتھ بھی نہایت شریفانہ تھا۔

جب ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہوگئیں تو ان کی تمنا تھی کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ان کی شادی کردیں، مگر ان دونوں نے بھی خاموشی اختیار کی تو یہ کبیدہ خاطر ہوگئے اور اس کا اظہار انہوں نے دربارِ رسالت میں بھی کردیا، آپ ﷺ نے انہیں تسلی دی اور فرمایا کہ: اس کی پروانہ کرو، میں عثمان کیلئے تمہاری بیٹی سے بہتر بیوی اور تمہاری بیٹی کیلئے عثمان سے بہتر شوہر کا انتظام کروں گا، اور پھر آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اپنی دختر ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح فرمایا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو خود کے نکاح میں لیا، اس طرح آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوہ بیٹی سے شادی کرکے ان کے وقار میں اضافہ کے خواہش مند تھے۔(۲)

آپ ﷺ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تعلقِ خاطر کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ۹ھ میں آپ ﷺ نے کسی بات پر ازواجِ مطہرات سے ایلاء فرمایا: یعنی ایک

---

(۱) السیرۃ النبویۃ ابن کثیر: ۲/۲۳۳، دار المعرفۃ للطباعۃ والنشر، بیروت

(۲) اسد الغابۃ: حفصۃ بنت عمر: ۱/۱۳۳۱

ماہ ان کے قریب نہ جانے کی قسم کھائی تھی، ایک ماہ تک بالا خانہ ہی میں مقیم تھے، کسی کو اندر داخل ہونے کی مجال نہ تھی، اور نہ ہی اذنِ عام تھا، خادمِ خاص رباح دروازہ پر پہرہ دے رہے تھے، ایلاء کی اطلاع سن کر ملاقات کرنی چاہی مگر اندر سے کوئی جواب نہ آیا، کچھ دیر بعد بے چین ہو کر پھر اجازت طلب کی، اندر سے کوئی جواب نہیں آیا تو خادم سے کہا کہ حضور ﷺ سے کہو کہ میں حفصہ رضی اللہ عنہا کے سلسلے میں سفارش کرنے کیلئے نہیں آیا، بخدا! اگر حضور ﷺ چاہیں تو اس کی گردن اڑادوں، ''لئن أمرنی رسول اللّٰہ بضرب عنقها لأضربنّ عنقها'' بالآخر انہیں داخل ہونے کی اجازت دی۔(۱)

اسلام سے دور خسر اور سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ بھی آپ ﷺ نے اخلاق ورَواداری میں کوئی فرق آنے نہیں دیا۔

☆ چنانچہ آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات میں ایک ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بنت حارث بن ابی ضرار بھی ہیں، غزوۂ بنی مصطلق میں مدینہ منورہ پر حملہ کی تیاریاں ۵ھ میں شروع ہوئیں، کفار کی طرف سے حارث بن ابی ضرار ہی قیادت کررہے تھے، ادھر مدینہ میں آپ ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ تیاری کے ساتھ روانہ ہوئے، تب تک وہ منتشر ہوچکے تھے، بالآخر مسلمانوں کو کامیابی ہوئی، اور چھ ہزار لوگ گرفتار ہوئے، جن کو آپ ﷺ نے مسلمانوں میں تقسیم کردیا، ان کی بیٹی جویریہ صحابیٔ رسول حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کے حصہ میں آئیں تو انہوں نے گذارش کی کہ مجھ سے بدلِ کتابت کرکے مجھے چھوڑ دو، اس رقم کے سلسلے میں گفتگو کرنے کیلئے حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے پاس آئیں، بعض روایات میں اس واقعہ کا دوسرا رُخ یہ ملتا ہے کہ ان کے والد جو سردارِ عرب تھے کہا: میری بیٹی کو کنیز بنا کر رکھنے میں میری رسوائی ہے، لہٰذا اسے آزاد کردیا جائے، آپ ﷺ نے اس معاملہ کو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا پر چھوڑ دیا انہوں نے حضور ﷺ کی صحبت وخدمت کو پسند کیا، آپ ﷺ نے ان سے نکاح فرمالیا۔(۲)

---

(۱) مسلم: باب فی الایلاء، حدیث:۱۴۷۹ (۲) الروض الانف: ۴-۱۳۴-۲۲

☆ آپ ﷺ کے ایک خوش نصیب خسر ابوسفیان بھی تھے، جو اگر چہ فتح مکہ کے موقعہ پر ۸ھ کو مسلمان ہوئے، مگر ان کی دختر رملہ بنت ابوسفیان کنیت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا اس سے بہت قبل ہی ہجرت سے پہلے مسلمان ہوچکی تھیں، اور ہجرتِ حبشہ کے موقع پر وہیں قیام کے زمانہ میں رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں آکر اُم المؤمنین کے دائمی شرف واعزاز سے فیض یاب ہوچکی تھیں، ان کے والد (آپ ﷺ کے خسر) اگر چہ بعد میں مسلمان ہوئے، مگر بعید از اسلام ہونے کے زمانے میں بھی آپ ﷺ کا ان کے ساتھ برتاؤ اخلاق ورَواداری، اپنائیت اور دلجوئی کا رہا ہے، چنانچہ فتحِ مکہ کے موقع پر دس ہزار کا لشکر لے کر مکہ کے جانب روانہ ہوئے، مکہ کے ایک میل کے فاصلہ پر مقام الظہران میں پڑاؤ ڈالا، ادھر قریش کو اطلاع ہوئی تو تحقیقِ احوال کیلئے ابوسفیان کو بھیجا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا تو فرمایا: کفر کے وجود کو مٹانے کا وقت آگیا، ویسے بھی آپ ﷺ کے سامنے ابوسفیان کے اسلام ومسلمانوں کے خلاف پوری داستان موجود تھی، اگر حضور ﷺ چاہتے تو انہیں قتل کردیتے؛ لیکن اتنے بڑے دشمنِ اسلام کو بھی آپ ﷺ نے معاف فرمادیا، بلکہ الٹا احسان یہ فرمایا کہ: اعلان کروایا کہ ابوسفیان کو بھی پناہ اور جو اس کے ہاں پناہ لے اس کو بھی امن ہے۔

☆ آپ ﷺ کے اخلاق کا یہی شریفانہ برتاؤ ابوسفیان کی اہلیہ (آپ کی سوتیلی خوش دامن اور والدۂ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) کے ساتھ رہا ہے، یہ وہی خاتون ہے جس نے آپ ﷺ کے چہیتے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کروایا تھا ان کا سینہ چاک کر کے کلیجہ کو چبا گئی تھیں، فتحِ مکہ کے موقع پر صفا کے مقام پر بیٹھ کر اسلام قبول کرنے والے مرد وخواتین کو اپنے ہاتھ پر بیعت کے وقت حضور ﷺ سے گفتگو کرتی رہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، انہوں نے کہا: یہ اقرار تو آپ ﷺ نے مردوں سے نہیں لیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ قتل نہ کرنا، انہوں نے کہا کہ ہم نے اپنے بچوں کو پالا تھا اور جب بڑے ہوئے تو جنگِ بدر میں آپ ﷺ نے انہیں قتل کردیا، اب

آپ اور وہ باہم سمجھ لیں۔(۱)

ان کے اس اندازِ گفتگو کو آپ نے برداشت کیا اور سنجیدگی سے ان کی گفتگو سماعت فرمائی اور بیعت کرلیا۔

حضور ﷺ بحیثیتِ خسر

حضور اکرم ﷺ نے ایک خسر کے حیثیت سے دامادوں کے ساتھ بھی اعلیٰ اور مثالی کردار ادا کیا ہے، جس میں داماد وخسر کے رشتہ کی نزاکت کی بھرپور رعایت بھی ہے، باپ کا پیار بھی، سرپرست کی شفقت ومہربانی بھی، ازدواجی زندگی میں مداخلت سے پرہیز بھی۔

☆ آپ ﷺ کی چار صاحبزادیاں تھیں، بڑی صاحبزادی سیدہ زینب ؓ تھیں، ان کا نکاح آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں ابوالعاص بن ربیع سے فرمادیا جو اس وقت ابھی اسلام نہیں لائے تھے، ابتدائے نبوت کے زمانہ میں کفار نے ان کو بہت اکسایا کہ بنت رسول کو طلاق دیں، مگر مزاج میں سلامتی تھی، اس لئے اس پر بالکل تیار نہ ہوئے، حضور ﷺ نے اس وصف کی مدح سرائی کی اور ان کا شکریہ ادا کیا۔(۲)

آپ ﷺ کے یہی بڑے داماد ابوالعاص ۶ھ میں قبیلہ قریش کے چند افراد کے ہمراہ بغرضِ تجارت ملکِ شام گئے ہوئے تھے تو شام کی سرحد کے ایک پہاڑ پر ابوجندل رضی اللہ عنہ اور ابوبصیر رضی اللہ عنہ (دومۃ الجندل کی تفصیلات احادیث وسیر کی کتابوں میں منقول ہیں) پناہ گزیں تھے ان تمام افراد کے سامان کو ضبط کرلیا، اور انہیں گرفتار بھی کرلیا، البتہ داماد ابوالعاص کو گرفتار نہیں کیا، وہ سیدھے مدینہ چلے جہاں حضرت زینب ؓ نے انہیں امان دی، اور آپ ﷺ کو اس کا علم ہوتو آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ: میری بیٹی نے جس کو پناہ دی ہے بہتر ہے تم بھی ان کو پناہ دو یہ تم پر حق ہے، نہ صرف یہ بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی آپ ﷺ نے سفارش کی کہ ان کا مال جو تمہیں حاصل ہوا ہے اس پر اگرچہ تمہارا حق

---

(۱) تفسیر البحر المحیط: ۱۰/ ۲۷۳ (۲) الروض الانف: ۳/ ۱۰۴

ہے تم اس بارے میں بااختیار ہو؛ لیکن میرا ان سے جو تعلق ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ تم ان پر احسان کر کے ان کا مال واپس لوٹا دو، حضور ﷺ کی سفارش کے بعد کیا مجال تھی کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مال کو روک لیتے ؟ سارا مال حتی کہ اونٹ کی نکیل کی رسی بھی واپس لوٹا دی اور ابوالعاص اس کو لے کر مکہ لوٹے اور جس کا مال تھا وہ اسے واپس دے دیا۔

رسول اکرم ﷺ کے اخلاقِ عالیہ وحسنِ سلوک سے اسلام سے محروم مگر سلیم الطبع داماد متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، چنانچہ اسی وقت وہ اسلام میں داخل ہوگئے، آپ ﷺ نے اس موقعہ پر اپنی دختر سے فرمایا تھا کہ ''بیٹی ان کی عزت کرنا اور ان کو اچھا ٹھکانہ دینا''۔(۱)

☆ رسول اللہ ﷺ کی دوسری صاحبزادی حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا ہیں، ان کی پیدائش کے وقت آپ ﷺ کی عمر ۳۳؍ برس تھی، ان کا نکاح آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ ہی میں حضرت سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ سے فرمادیا، حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے جو بیعتِ رضوان لی تھی، اس کا باعث ومحرک دراصل یہی تھا کہ آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر مکہ بھیجا تھا، ادھر یہ خبر گرم ہوگئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہ بدسلوکی کی گئی ہے، آپ ﷺ نے ان کا بدلہ لینے کیلئے جہاد کی غرض سے بیعت لی اور ان کے ہاتھ کی جگہ اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا کہ ''یہ عثمان کا ہاتھ ہے، اس کو دیکھ کر ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے رشک آمیز انداز میں فرمایا: ''عثمان کیلئے نبی کا ہاتھ تمام اصحابِ رسول کے ہاتھوں سے زیادہ بہتر ہے۔(۲)

ادھر جب سے حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اس وقت سے حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ غمگین رہنے لگے تھے، اور انہیں اپنی بے بسی اور رسولِ اکرم ﷺ کی خاندانی نسبت سے محرومی کا احساس بڑا ستانے لگا تھا، ان کی دلبری کرنے کیلئے اگلے ہی سال ۳ھ میں اپنی تیسری بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے ان کا نکاح فرمایا، چنانچہ حضرت سعید بن مسیبؒ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ حضرت

---

(۱) الروض الانف: غزوۃ بدر الکبریٰ: ۵/ ۱۲۷، دار احیاء التراث العربی، بیروت

(۲) بخاری: باب مناقب عثمان بن عفان، حدیث: ۳۶۹۸

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد سے وہ غمگین رہنے لگے ہیں تو پوچھا: عثمان! کیا بات ہے؟ کیوں غمگین ہو؟ کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اب وہ اعزاز حاصل نہ رہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دختر جو میری زوجہ تھیں وفات پاچکیں تو میری کمر ٹوٹ چکی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ دامادگی بھی باقی نہ رہا، یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اے عثمان! یہ دیکھو جبرائیل علیہ السلام آئے ہیں، مجھے اللہ کی طرف سے یہ حکم ملا ہے کہ میں مرحومہ کی بہن ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے ان ہی کے مہر کے مطابق تمہارا نکاح کردوں:

"یا عثمان هذا جبریل علیه السلام یأمرنی عن اللّٰه عزوجل أن أزوّجک أختها أم کلثوم علی مثل صداقها، ولی علی مثل عشرتها"(۱)

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی کو دوہری دامادگی کا اعزاز حاصل ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر میری کوئی تیسری بیٹی ہوتی تو اس کو بھی تمہارے نکاح میں دے دیتا "لو أنّ لنا ثالثةً لزوجنا عثمان بها"(۲)

اس سے بھی آگے کی بات یہ ہے کہ ابن عساکرؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے عثمان! اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو میں (یکے بعد دیگرے) تم سے ان کا نکاح کردیتا۔(۳)

اور ایک روایت میں ہے کہ " لوکنّ عشرًا لزوجتهنّ عثمان" یعنی اگر میرے پاس دس بیٹیاں ہوتیں تو میں (یکے بعد دیگرے) عثمان کی تزوتج میں دے دیتا۔(۴)

(۱-۲) اسد الغابة: ۳۷۴/۷، دار الکتب العلمیة، بیروت
(۳) تاریخ دمشق: عثمان بن عفان: ۴۳/۳۹، دار الفکر، بیروت
(۴) طبقات ابن سعد: ذکر ام کلثوم: ۳۸/۸

اور ایک دفعہ آپ ﷺ نے اپنی بیٹی کے سامنے داماد کی تعریف فرمائی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا راوی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے شوہر تمہارے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تمہارے والد محمد سے بہت مشابہ ہیں‘‘۔(۱)

ایک طرف اس میں جہاں داماد کی تعریف وتوصیف ہے وہیں دوسری طرف بیٹی کو داماد کی قدر ومنزلت بتا کر شوہر کی عظمت دل میں بٹھانا ہے۔

☆ آپ ﷺ کی آخری اور چہیتی بیٹی خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمہ الزہراءؓ ہیں، آپ ﷺ نے ان کا نکاح حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے غزوۂ بدر کے بعد اور غزوہ احد سے پہلے فرمایا۔

حضور ﷺ نے دامادوں کے ساتھ ایک شفیق، نرم دل باپ کا سا معاملہ فرمایا ہے: سیرت کا مشہور واقعہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کسی بات پر ناراض ہوکر چلے اور مسجد کے فرش پر لیٹ گئے، ادھر حضور ﷺ تلاش کرتے ہوئے پہنچے تو دیکھا کہ پیٹھ برہنہ ہونے کی وجہ سے مٹی اس پر لگ گئی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ’’قم یا اباتراب‘‘ مٹی پر لیٹنے والے کھڑے ہوجا۔(۲)

اسی طرح داماد کی ہر بات پر ناراضگی واختلاف آپ ﷺ کا شیوہ نہ تھا؛ بلکہ بسا اوقات کسی کمزور اور غیر مناسب بات پر درگذر اور نظر انداز بھی فرمایا کرتے تھے، ایک موقع پر اپنے داماد کے مقام ومرتبہ کو اجاگر کرتے ہوئے آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ’’یہ میرے چہیتے ہیں، ان کے حق کو پہچانو، اور ان کی حیثیت کے موافق ان کا اِکرام کرو‘‘۔(۳)

اسی طرح موقع محل دیکھ کر حالات وتقاضوں کی رعایت کرتے ہوئے آپ ﷺ

---

(۱) تاریخ الخلفاء جلال الدین سیوطی:۱۹۱
(۲) المعجم الکبیر: سهل بن سعد الساعدی: حدیث:۶۰۲۱
(۳) ذخائر العقبی:۱/ ۶۲

نے ناراضگی ظاہر فرمائی، جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح میں ہوتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شادی کا ارادہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برملا اظہارِ ناراضگی فرمایا، ناراضگی مناسب حال بھی تھی کہ جس خاندان کی عورت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نکاح فرمانا چاہتے تھے، وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی تھی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا والدہ کے وفات کے حادثہ سے نڈھال تھیں، دوغم خوار بہنیں بھی یکے بعد دیگرے گذر گئیں تھیں، ایسے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا سوکن کو لے آنا یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تکلیف دینے کی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعاؤں کا مستحق بنا سکتا تھا۔

زوجین کے درمیان زندگی کے نشیب وفراز میں تھوڑی سی نوک جھونک ہوجائے یہ تو عین قرین قیاس ہے، اس میں بحیثیتِ فریقِ ثالث کے جو کردار خسر کو ادا کرنا ہوتا ہے وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ایک موقع پر جب کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کی سختی کی شکایت لے کر ابا حضور کی خدمت میں آئیں تو ان کے پیچھے پیچھے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی چلے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف اپنی دختر کی بات باطمینان سنی؛ تاکہ ان کی دل شکنی نہ ہو، اور دوسری طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: بیٹی! تم کو خود سمجھنا چاہئے کہ کسی کا شوہر اپنی بیوی کے پیچھے پیچھے خاموش چلا آتا ہے، اس کا اثر داماد پر یہ پڑا کہ انہوں نے خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''میں آپ کے مزاج کے خلاف کوئی بات نہیں کہوں گا''۔(۱)

حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ دولت مند تھے، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جفاکش اور غریب تھے؛ لیکن دونوں ہی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلقات بہترین اور دونوں کے ساتھ سلوک یکساں اور برابر تھا، مالدار کے حق میں جھکاؤ پن اور غریب سے نظر انداز کا پہلو اس طرح کے دورُخی اور دونظری کا ذرہ برابر شمہ بھی وہاں نہیں پایا جاتا تھا، بلکہ بعض عوامل

(۱) طبقات ابن سعد: ۸/۲۶

خصوصیات کی بناء پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دلجوئی کا زیادہ اہتمام فرمایا کرتے تھے، حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ خواتین میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی حضرت فاطمہ تھیں اور مردوں میں ان کے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے ''كان أحبّ النساء الى رسول الله فاطمة ومن الرجال على'' (۱)

خسر کی حیثیت چونکہ باپ کی سی ہوتی ہے اور نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر کے منصبِ جلیلہ پر بھی فائز تھے، ان دونوں حیثیتوں کے پیشِ نظر دامادوں کے ساتھ جہاں شفقت ومحبت ودلجوئی کا اہتمام فرمایا، اپنی دختر کو ان کی خدمت اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کی وہیں اپنی جانب سے ان کی اصلاح وتربیت کی بھاری ذمہ داری بھی خوب اچھی طرح انجام دی، چنانچہ ایک مرتبہ دونوں دامادوں کو لے کر مدینہ کے باہر گئے، حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ پتھر کی اس چٹان پر چڑھ کر مجھے دن بھر کا حساب بتاؤ، عرب کی شدت کی گرمی میں پتھر کی چٹان پر چڑھ کر وہ تھوڑی ہی دیر میں گھبرا گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نازک مزاجی کی رعایت کرتے ہوئے انہیں نیچے اتار دیا، اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہی حکم دیا، ظاہر ہے کہ غریب آدمی کی زندگی کا حساب ہی کتنا، بس وہ تھوڑی ہی دیر میں حساب سے فارغ ہو کر نیچے اتر آئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی وجہ بتلائی اور فرمایا کہ: ایسا میں نے اس لئے کیا کہ روزِ قیامت کا احساس ہو اور اس روز وہی آدمی آرام سے رہے گا جس کا حساب کتاب کم سے کم ہو، یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ (۲)

سسرال کے یہاں عورت کے رہن سہن کے تعلق سے حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی والدہ مرحومہ فرماتی ہیں کہ: اپنے ساس وسسر کو ماں باپ کی جگہ پر سمجھو، اور نندوں کو حقیقی بہن سمجھو، تم جو کام کرو ان کی رائے سے کرو، جو چیز تمہارے میکہ سے آئے وہ تم

---

(۱) ترمذی: باب ما جا فی فضل فاطمة، حدیث: ۳۸۶۸، امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن غریب کہا ہے۔

(۲) اخلاقِ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم: ۱/۲۷

اپنی ساس نندوں کے پاس بھیج دو، پھر وہ جو کریں اس پر تم خوش رہو، جو کچھ تم والدین کے پاس سے لائی ہو وہ سب سامان انہیں کے ماتحت رکھو، کپڑوں کے بکس ان کی خوشی پا کر اپنے پاس رکھو، اور تقریبات کیلئے الگ رکھو، ان کی مرضی کے موافق کپڑے بدلو، اپنی پسند کو بے جا دخل نہ دو، اپنی چیزوں کا خود خیال رکھو، ان سے حساب نہ لو، فرصت میں کچھ دیر ان کے پاس بیٹھو، اور ان کی نشست و برخواست پر نظر کرتی رہو، تا کہ اس گھر کے طور وطریقے تم جان سکو، چپکے چپکے گھر کے انتظامات سے واقف ہوتی رہو کہ کیا پکتا ہے اور کس طرح تقسیم ہوتا ہے، مہمانوں کی کیا خاطر ہوتی ہے اس طرح تم خود آہستہ آہستہ تمام امور سیکھتی جاؤ گی۔(۱)

ساس کیلئے ہدایات

بہو کو اپنی بیٹی کی طرح سمجھے اور سوچے کہ وہ کتنی بڑی قربانی دے کر گھر آتی ہے، اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو بہو بیٹے کے رشتے میں مداخلت کرنے نہ دیں، پردہ کا اہتمام ضرور کروائیں، بہو کے غلطی کرنے پر سلیقے سے تنہائی میں سمجھائیں، بھری محفل میں بے اِکرامی کے ساتھ نصیحت نہ کریں، اس کی خوبیاں بھی کبھی بیان کرنا چاہئے، نکاح کے بعد خواہ مخواہ اپنے بیٹے سے بدگمانی نہ کرے کہ شاید وہ اپنی بیوی کا غلام ہو گیا، کبھی ٹوکتے ہوئے لڑکی کے خاندان کو برا بھلا نہ کہے، بڑا پن عمر کی درازی اور بالوں کی سفیدی سے نہیں ملتا؛ بلکہ چھوٹوں کو معاف کرنے سے ملتا ہے، بہو کی ضرورت اور علاج ومعالجہ کا اللہ کو راضی کرنے کیلئے فکر کرے، دنیا میں بیٹے یا بہو سے صلہ یا بدلہ لینے کی امید دنیا میں ہرگز نہ کرے، سارے بیٹوں کو ایک چولہے سے کھانے اور ایک چھت کے نیچے رکھنے پر اصرار نہ کریں، اگر سارے بیٹے اور بہویں محبت والفت کے ساتھ دِلوں کی صفائی کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک جگہ رہ رہے ہوں تو بہت اچھا ہے، مگر ایسا بہت کم ہوتا ہے، دِلوں کو ایک رکھنے کی فکر کریں، چولہے کے ایک نہ رہنے کا غم نہ کریں، مطبخ اور گھریلو مسائل کے جھمیلے کو کم

(۱) حسنِ معاشرت : ۳۰-۳۱

کریں، بہوؤں کے حوالے کر کے آخرت کی فکر میں لگ جائیں، خود اپنے سے غلطی ہونے پر بہو سے معافی چاہنے میں شرم نہ کریں، بہو کے گھریلو مسائل ہوں تو میکہ جانے کی اجازت دیں، اپنے چھوٹوں کیلئے دعائیں کرتی رہیں۔

بیٹی کی ماں کیلئے ہدایات

لڑکی کی ماں کیلئے چاہئے کہ دَاماد کا اِکرام کرے اور اپنی بیٹی کو ہمیشہ دَاماد کے ساتھ حسنِ سلوک کی تلقین کرے، اگر زندگی میں کچھ سرد و گرم آجائے تو بیٹی کو آگاہ کرے کہ دنیا مسائلستان ہے، جنت نشان نہیں، ساس اور دَاماد کی خوبیاں اپنی بیٹی کے سامنے بیان کرے، ہرگز بیٹی کے سسرال والوں کی اہمیت بیٹی کی نگاہ میں کم نہ کرے، ہر دم یہی سمجھنا چاہئے کہ اصل گھر تمہارا سسرال ہے، میکہ نہیں، خاموش رہنے سے کبھی نقصان نہیں ہوا، بولنے سے ہی مصیبت جڑی ہے، ”والبلاء مؤکل بالمنطق“ وقتاً فوقتاً لڑکی کے سسرال والوں کیلئے ہدیہ بھیجیں، اگر بیٹی سے فون پر بات ہو تو ساس سے بھی ضرور بات کریں، نواسے، نواسیوں کو دادا، دادی سے بھی جوڑیں، دادا، دادی کا مقام ان کی نگاہوں میں گرنے نہ دیں، اپنی بیٹی کی کوتاہیوں پر بے جا طرف داری نہ کریں۔ جس بات کا بوجھ دل سے ہلکا کرنا ہو، اس کا تذکرہ کرنا چھوڑ دیں، پچھلی باتوں کا بار بار تذکرہ کر کے دل کی زخموں کو تازہ نہ کرتی رہیں۔

یہاں اس حوالہ سے یہ واقعہ بیٹی کی ماں کیلئے نہایت عبرت خیز ہے:

یہ ہمارے نبی ﷺ کی ساس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ماں ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر ایک منافق نے توبہ توبہ تہمت لگائی تھی جس میں بعض بھولے سیدھے مسلمان بھی شامل ہو گئے تھے اور نبی کریم ﷺ بھی ان سے کچھ چپ چپ ہو گئے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پاکی کے متعلق قرآنِ مجید میں چند آیتیں اُتریں اور نبی کریم ﷺ نے وہ آیتیں پڑھ کر گھر میں سنائیں اس وقت حضرت اُمّ ِرومان رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کہا: اٹھو، اور حضرت کی شکر گزاری کرو، اور اس سے پہلے بھی:

حالانکہ ان کو اپنی بیٹی کا بڑا صدمہ تھا؛ مگر کیا ممکن ہے کہ کوئی ذرا سی بات بھی ایسی ہو کہ جس سے حضورِ اکرم ﷺ کی شکایت ٹپکتی ہو۔(۱)

فائدہ: عورتوں سے ایسا تحمل اور ضبط بہت تعجب کی بات ہے ورنہ ایسے وقت میں کچھ نہ کچھ منہ سے نکل ہی جاتا ہے مثلاً یہ کہہ دیتیں کہ افسوس میری بیٹی سے بے وجہ کھینچ گئے، خاص کر جب پاکی ثابت ہوگئی اس وقت تو ضرور کچھ نہ کچھ غصہ اور رنج ہوتا کہ لو ایسی پاک پر شبہ تھا رنج و تکرار کے وقت بیٹی کو بڑھاوے مت دیا کرو، اس کی طرف ہو کر سسرال والوں سے مت لڑا کرو، اس قصہ میں ایک اور بی بی کا ذکر کیا ہے جن کے بیٹے ان ہی تہمت لگانے والوں میں بھولے پن سے شامل ہو گئے تھے ان بی بی نے ایک موقع پر ایک بیٹے ہی کو کوسا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف دار رہیں یہ بی بی اُمِّ مسطح کہلاتی ہیں دیکھو حق پرستی یہ ہوتی ہے کہ بیٹے کی بات کی پچ نہیں کی؛ بلکہ سچ بات کی طرف رہیں اور بیٹے کو برا کہا۔

عورتوں کو ہدایت

بہتر ہے کہ فون اس زمانے میں شوہر کی اجازت کے بغیر استعمال نہ کریں؛ بلکہ اس کے فون سے اپنی ضروریات پوری کرلیں تو بہتر ہے، شوہر کی موجودگی میں اپنے رشتہ داروں سے طویل گفتگو نہ کریں؛ بلکہ شوہر کو وقت دیں، بیوی شوہر کو یاد رکھنا چاہئے کہ دونوں ایک دوسرے کے ماں باپ کے احترام کے بغیر اپنے رشتہ کو مضبوط نہیں کر سکتے، جب کبھی میکہ آئیں تو اپنی ساس کی خیر خیریت ضرور لے لیا کریں اور ساس کیلئے کوئی نہ کوئی ہدیہ ضرور لے جائیں، شوہر جب غصہ میں ہو تو خاموش ہو جائے، جائز چیزوں میں صرف شوہر کی اطاعت کریں، اچھی طرح جان لے کہ خاموش رہنے سے نقصان نہیں ہوتا، زبان میں ہڈی نہیں، اس سے ہڈی تو کیا رشتہ بھی ٹوٹ جاتا ہے، ساس سے جلد جدا ہونے کی فکر نہ کرے، اخیر بڑھاپے میں اسے بھی تو اپنی اولاد کا سہارا چاہئے، سسرال میں میکے کی تعریف ہرگز نہ کرے۔

---

(۱) بہشتی زیور اختری: ۳۳۳، آٹھواں حصہ

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے بہشتی زیور میں عورتوں کو بہت ساری نصیحتیں اور مفید ہدایات اور انتظامی اور خانگی امور سے متعلق چند ایک ہدایات دی ہیں جس کو یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

بہترین جہیز:

حامداً ومصلیاً: پیاری دختر ''أسعدك الله تعالٰی فی الدارین متفاولا باسمك المیمون'' ابھی تک تم اپنی مادرِ مشفقہ (مشفق ماں) اور اپنے مہربان والد کے سایۂ عاطفت میں پرورش پاتی رہی ہو، تمہارے والدین تمہارے آرام وراحت کو ہر چیز پر مقدم سمجھتے رہے ہیں، تمہاری تعلیم وتربیت ودرستی واخلاقی اور ہر قسم کے بہبودی کے ذمہ دار تھے، آج تم ایک نئی دنیا میں قدم رکھتی ہو جہاں تمہارے تمام اخلاق وعادات اور حرکات وسکنات کی ذمہ داری تم خود پر عائد ہوگی، اس لئے میں چند ہدایتیں تم کو کرتا ہوں کہ اگر تم ان پر کاربند ہوگی تو انشاءاللہ تعالیٰ دین اور دنیا کی کامیابی تم کو نصیب ہوگی، وہ ہدایتیں یہ ہیں:

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت

سب سے مقدم اور اس کے رسولِ مقبول ﷺ کی اطاعت ہے، اس کا ہمیشہ دل سے خیال رکھو، خداوند تعالیٰ اور رسولِ مقبول ﷺ کے خلاف اگر کوئی کام کہے کہنے والا خواہ کوئی ہوئی ہو، اس کا کہنا ہرگز مت مانو، دیکھو ماں باپ کی اطاعت کی قرآن مجید میں حد درجہ تاکید آئی ہے اور جنت ماں باپ کے قدموں کے نیچے ہے؛ لیکن خداوند تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کے خلاف اگر ماں باپ بھی کہیں تو ان کا کہنا نہ مانو اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے: فَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِاللهِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا اگر ماں باپ تجھے میرے ساتھ اس چیز کو شریک کرنے پر مجبور کریں جس کا تجھے علم نہیں ہے تو ان کی اطاعت اس بات میں مت کر اور دنیا میں ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتی رہ، ہم نے جو چہل حدیث تمہارے واسطے تالیف کی ہے اور اسے تم نے ترجمہ کے ساتھ یاد بھی کرلیا ہے، اس

میں یہ حدیث: ''لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق'' خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہ چاہئے، پس جب تمہیں تہ دل سے اطاعتِ الٰہی کا خیال رہے گا تو جو احکامِ خداوندی ہیں تم خود ان کی پابند رہوگی، شرائع اور احکامِ الٰہی بہت ہیں، جن کی کسی قدر تفصیل تم نے دینی رسالوں خصوصاً بہشتی زیور میں پڑھی ہے، ان سب کی یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں؛ البتہ ان میں جو نہایت اہم ہیں ان کا ذکر اختصار کے ساتھ کیا جارہا ہے۔

نماز کی پابندی

بعد اعتقادِ توحید الٰہی ورسالت پناہی محمد مصطفی ﷺ کے جو چیز اہم اور قرآن شریف میں جابجا اس کی تاکید آئی ہے وہ نماز ہے، نماز اسلام کا ایسا رُکن اور فرض اہم ہے کہ عاقل، بالغ سے یہ کسی وقت ساقط نہیں ہوتا، پس نماز پنجگانہ نہایت پابندی کے ساتھ ہمیشہ وقت پر سفر وحضر میں برابر ادا کرتی رہو، اکثر مستورات پابند نماز ہونے پر بھی سفر کی حالت میں زیادہ اہتمام نماز کا نہیں رکھتیں، اس کا تم خیال رکھو کہ سفر میں بھی تمہاری نماز قضا نہ ہو، سفر یا ریل کا ہوتا ہے یا بس وغیرہ کا، اگر اپنی گاڑی سے سفر ہو تو اپنی سواری ایک طرف ٹھہرا دو اور ایک طرف ہو کر برقع یا بڑی چادر سے نماز پڑھ لو، اگر وضو نہیں ہے تو کسی بھی آڑ میں وضو کر لو، اور اگر ریل کی سواری ہے تو اور تم ایسی گاڑی میں سوار ہو جو مستورات کیلئے مخصوص ہے تو اس میں تم کو جبکہ تم نے پورا عزم نماز پڑھنے کا کر ہی لیا ہے خواہ کیسی کشمکش ہو نماز پڑھنے کی جگہ مل جائے گی، ریل اکثر اسٹیشنوں پر اتنی دیر ٹھہرتی ہی ہے کہ دو یا تین رکعت نماز پڑھ لیجاوے؛ کیوں کہ سفر شرعی میں یا دو رکعت نماز فرض ہے یا تین رکعت، پس اس قدر مہلت ضرور مل جاتی ہے، اگر سنن ونوافل مذکورہ بالا سفر میں نہ ہو سکیں تو کچھ مضائقہ نہیں؛ مگر فرض وواجب سفر کی حالت میں بھی نہ چھوڑو، اور اگر تم ایسی گاڑی پر سوار نہیں ہو جو عورتوں کیلئے مخصوص ہو تو ایسی صورت میں ضرور ہے کہ تمہارا شوہر یا محرم تمہارے پاس بیٹھا ہوگا، وہ ضرور تمہارا کفیل ہوگا، غرض عزم بالجزم کے سامنے کوئی روک نہیں جو نہایت مضبوطی کے ساتھ نماز کا پابند ہوگا خواہ عورت ہو مرد، سفر میں بھی نماز ادا کرے گا، ریل کی

سواری گو اختیاری سواری نہیں ہے؛ مگر ترکِ نماز کے واسطے ہرگز عذر نہیں ہے، ہم بہت خوش ہیں کہ تم نماز نہایت اطمینان کے ساتھ جس میں پورے طور سے تعدیلِ ارکان ہوتی ہے ادا کرتی ہو، اللہ تعالیٰ تم کو مزید توفیقِ حسنات عنایت فرمائے، فرائض کے سوائے سنن ِمؤکدہ کا التزام بھی رکھو اور ہو سکے تو سنن ونوافل جو حدیث سے ثابت ہیں پڑھا کرو، تہجد کی نماز کا بہت بڑا ثواب ہے، اور ہمارے حضور اکرم ﷺ نے ہمیشہ تہجد کی نماز پڑھی ہے، اگر کبھی رات میں پڑھنے کا اتفاق نہیں ہوا ہے تو دن میں اس کو پڑھا ہے، آپ ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن بھی تہجد کی نماز پڑھتی تھیں، تہجد کا وقت مقبولیتِ دعا اور نزولِ رحمت کا وقت ہے۔

تلاوتِ قرآن کا اہتمام

کسی ایک نماز کے بعد تلاوتِ قرآن شریف بھی کرتی رہو، صبح کی نماز کے بعد وقتِ تلاوت مقرر رکھو تو اچھا ہے، تم نے قرآن شریف اور قرآن شریف کا ترجمہ پڑھا ہے، تلاوت کے وقت ترجمہ کا بھی دھیان رکھو، اور جہاں سمجھ میں نہ آوے اسے پوچھ لو یہ نہایت خوشی کی بات ہے کہ تم قرآن شریف پڑھنے میں حروف کو ان کے مخارج سے ادا کرتی ہو، اور عین اور حائے حطی اپنے مخارج سے ادا ہوتے ہیں، ورنہ عموماً عورتوں سے قرآن شریف پڑھنے میں مخارج سے حروف ادا نہیں ہوتے، حائے حطی اور ہائے ہوز اور عین کی جگہ الف یعنی ہمزہ نکلتا ہے۔

روزہ کا اہتمام

روزہ کی نسبت تمہیں تاکید کرنے کی ضرورت نہیں ہے، تم خود علاوہ رمضان شریف کے اور نفلی روزے بھی رکھتی ہو، جیسا کہ اکثر لڑکیوں کی عادت ہے اور خاص اس بات میں عورتوں کی ہمت مردوں سے زیادہ ہے؛ لیکن کہنے کی ضروت یہ ہے کہ روزے کو پاک وصاف رکھو، غیبت سے تو پرہیز ہر حالت میں ضروری ہے، کیوں کہ غیبت سخت گناہِ کبیرہ ہے، اس کیلئے قرآن شریف اور حدیث شریف میں سخت وعید ہے؛ لیکن خاص کر روزہ میں

بہت زیادہ خیال رکھنا چاہئے کہ کسی کی غیبت نہ ہو؛ غیبت سے روزہ کا ثواب جاتا رہتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو ایسے روزہ کی پرواہ نہیں ہے جس میں آدمی جھوٹ اور غیبت وغیرہ میں مبتلا ہو۔

زکوۃ کی اہمیت

زکوۃ فرض ہے جیسے کہ تم نے دینی رسالوں میں پڑھا ہے اور اس کی شرائط کی تفصیل اور سونے چاندی کی مقدارِ نصاب کا حال اور مصارفِ زکوۃ کی طرف سے بے پرواہی ہوتی ہے اول تو مال ایک عزیز چیز ہے، یوں بھی انسان کا دل اسے الگ کرنے نہیں چاہتا، دوسرے سستی اور لاپرواہی سے زکوۃ ادا نہیں کی جاتی ہے، اس کے ادا کرنے کا بہت خیال رکھنا چاہئے، تمہیں جو زیور ہم نے دیا ہے وہ قدرِ نصاب کو پہنچ گیا ہے، اس کی زکوۃ ہمیشہ ادا کرنی چاہئے، اگر شوہر بی بی کی جانب سے دے دے تو جائز ہے، اگر کوئی عورت جس پر زکوۃ فرض ہے اپنے مال میں سے زکوۃ دے، اور اس کا شوہر منع کرے تو اس میں شوہر کا کہنا نہ ماننا چاہئے جیسا کہ اوپر حدیث میں مذکور ہوا: ''لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق'' یہ مسئلہ صرف آگاہی کے واسطے لکھ دیا ہے، ورنہ انشاء اللہ تعالیٰ تمہیں ہرگز ایسا موقع پیش نہ آئے گا۔

حج کی فرضیت

حج فرض ہے استطاعت ہونے پر اور جس شخص پر حج فرض ہوجائے اور وہ حج ادا نہ کرے تو اس کیلئے سخت وعید حدیث میں آئی ہے، ایسے شخص کے نامسلمان مرنے کی وعید مخبر صادق ﷺ نے فرمائی ہے، ہمیں معلوم ہے کہ تمہارے پاس جو زیور ہے، وہ اس قدر نہیں ہے کہ حج تم پر فرض ہو عورت کیلئے علاوہ زادِراہ کے محرم یا شوہر کا ساتھ ہونا بھی شرط ہے جیسا کہ تم نے دینی رسائل میں پڑھا ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ تمہیں ایسی قدرت دے کہ حج فرض ہوجائے تو بلا تامل وتساہل حج ادا کرنا چاہئے۔

اب ہم چند باتیں تمہارے معاشرت کے متعلق ذکر کرتے ہیں:

شوہر کی فرمانبرداری عورت پر واجب ہے اور احادیث میں اس کی بہت تاکید آئی ہے اور رسولِ مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: اگر میں کسی انسان کیلئے سجدہ کرنے کا حکم کرتا تو عورت کو حکم کرتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے؛ مگر چونکہ ہماری شریعت میں سجدہ تعظیم بھی حرام ہے؛ اس لیے آپ نے سجدہ کرنے کی کسی کو اجازت نہیں دی، اس حدیث سے خیال کرنا چاہیے کہ کس قدر شوہر کی فرمانبرداری کا حکم ہے، اور جو عورت شوہر کی نافرمانبردار ہو، اور شوہر اس سے ناراض ہو وہ عورت اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور رہتی ہے تاوقتیکہ شوہر کو رضا مند نہ کرے، یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اگر کوئی شوہر فرائض کے ادا کرنے سے ناراض ہو تو اس کی پرواہ نہ کرنی چاہیے، جیسا کہ مکرر حدیث ''لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق'' ذکر کی گئی ہے یہاں بھی صرف آگاہ کے واسطے یہ مسئلہ ذکر کر دیا، ورنہ انشا اللہ تعالیٰ تمہیں یہ موقع پیش نہ آئے گا، تین وصف جس عورت میں ہوں اس سے کبھی اس کا شوہر ناخوش نہ ہوگا جن کو سعدی علیہ الرحمہ نے بوستان کے اس شعر میں جمع کر دیا ہے:

زن خوب و فرماں برو پارسا
کند مرد درویش را بادشا

(خوبصورت اور فرماں بردار، پرہیزگار عورت فقیر مرد کو بادشاہ بنا دیتی ہے، یعنی بادشاہی کا لطف اس مرد کو عورت سے حاصل ہوتا رہتا ہے)

ان میں آخری کی دو صفتیں اختیاری ہیں اگر کسی عورت میں پہلی صفت نہ بھی موجود ہو تو آخری کے دو وصف موجود ہونے سے میاں بیوی کے تعلقات خوشگوار رہیں گے اور پہلی صفت موجود ہو، اور دو آخری کی مفقود ہوں تو ایسی عورت دنیا میں بدنام اور آخرت میں اس کیلئے سخت عذاب ہے جو عورت شوہر کی فرمانبردار نہ ہو، یا تند مزاج ہو، بات بات میں جھگڑا پیدا کرے تو اس کیلئے بھی سعدی علیہ الرحمہ نے فرمایا ہے

زن بد در سرائے مرد نکو
ہمدریں عالم است دوزخ او

(بدزبان عورت نیک مرد کے گھر میں اسی عالم میں یعنی دنیا میں اس کیلئے دوزخ ہے)۔

اور واقعی بات بھی یہ ہے کہ جس گھر میں زن وشوہر کے تعلقات خوشگوار نہیں ہیں وہ گھر مثل جہنم کے ہوجاتا ہے علاوہ اس کے کہ لوگ ان پر ہنستے ہیں خود زَن وشوہر کی زندگی و بال جان ہو جاتی ہے، چنانچہ یہ کیفیت ہم نے کہیں کہیں دیکھی ہے اور جس گھر میں زن وشوہر کے تعلقات خوشگوار ہیں وہ گھر اگر چہ غربت اور افلاس کا گھر ہو لیکن وہ دولت خانہ اور بادشاہ محل سے بہتر بلکہ نمونہ جنت بن جاتا ہے یہ ممکن ہے کہ کبھی شوہر کی خفگی ایسی وجہ سے ہو جو تمہارے خیال میں واجب نہیں ہے اور ممکن ہے کہ واقعی ایسا ہو تو اس حالت میں بھی تم نہایت تحمل اور وقار سے برداشت کرو حتیٰ کہ تمہاری زبان سے تو کیا کسی اشارہ اور اَدا سے بھی یہ بات نہ معلوم ہو کہ غصہ بے حد تھا، تمہارا تحمل آخر کار خود اس کو آگاہ کردے گا کہ یہ غصہ ناواجب تھا، اور اس کا انجام بہت اچھا اور تم پر وفور مہربان کا سبب ہوگا جبکہ اس برتاؤ سے دشمن بھی دوست ہوجاتا ہے تو شوہر تو شوہر ہی ہے، اس تحمل میں اس بات کا ضرور خیال رہے کہ آنکھ بھوؤں نہ چڑھے بلکہ ہشاش بشاس رہنا چاہیے، اور کلام میں حرکات وسکنات میں ناراضگی کا اظہار ہرگز ہرگز نہ ہو۔

شوہر کے ساتھ گفتگو اور خطاب میں شوہر کے مرتبے کا لحاظ رکھو یہ بات بے تکلفی میں بھی ملحوظ رہنی چاہیے۔

خطاب میں ایسا لفظ جس سے سوءِ ادب معلوم ہو، ہرگز مت استعمال کرو۔

اگر شوہر کچھ کہے تو اول غور سے سنو، پھر ادب کے ساتھ مناسب جواب دو، نہ بہت بلند آواز سے اور نہ اس پست آواز سے کچھ سنائی نہ دے۔

اگر کسی واقعہ کا علم شوہر کو نہ ہو یا مغالطہ ہو تو اس واقعہ کی نسبت غلط فہمی کو بہت ادب و احترام کے ساتھ رفع کرو، ایسے الفاظ نہ ہوں جن سے شوہر کے اس واقعہ کی نسبت علم کی تحقیر ہو۔

اور اگر بمقتضائے بشریت تم سے غلطی ہو یا فروگذاشت کسی امر میں ہو جائے تو اس کا اقرار کر کے معافی مانگ لو، اس کا بہت اچھا اثر ہوگا۔

تمھیں کوئی چیز دریافت کرنی ہو، خواہ وہ مسائلِ دین سے تعلق رکھتی ہو، خواہ معاملات دنیا سے تو اسے بکشادہ پیشانی دریافت کرو، اور اچھی طرح سمجھ کر تسکین کرلو۔

در طلب کردن حقیقت کار
از خدا شرم دارد شرم مدار

(کسی مسئلہ کے دریافت کرنے میں شرم نہ کرنی چاہئے، شرم خدا سے کرنی چاہئے کہ گناہ نہ ہو)۔

عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ شوہر کی ناشکری کرتی ہیں، یہ عادت بہت بری ہے۔

شوہر یا خسر کی جانب سے جو کھانے پینے کو ملے اس کو شکر کے ساتھ قبول کرنا چاہیے۔ اور گو کتنا ہی قلیل ہو، اس پر بھی شکر واجب ہے، لاکھوں ایسے ہوں گے جن کو نہ تم جیسا کھلانے کو، اور نہ تم جیسا پہننے کو ملتا ہوگا اور نہ تم جیسا آرام ہوگا۔

کھانے پہننے میں دولت مندی میں ہرگز کسی کی حرص مت کرو۔

رشک وحسد سے بچو کہ اس میں علاوہ سخت گناہ کے خود انسان عذاب میں مبتلا رہتا ہے۔

دنیا کے اسباب میں ہمیشہ اپنے سے کمتر پر اور دین کے کاموں میں ہمیشہ اپنے سے بالاتر پر نظر رکھو، اس سے تم کو دنیا میں راحت اور نیک کی توفیق ہوگی۔

ہدایت سسرال کے گھر والوں کے ساتھ آداب معاشرت

خوش دامن کا اَدب ہر اَمر میں مثل اپنی والدہ مشفقہ کے کرو، اور ہر حال میں ان کی رضامندی کو مقدم سمجھو، خواہ تم کو تکلیف ہو یا راحت، مگر ان کی خلاف مرضی ایک قدم مت چلو، زبان سے کوئی ایسا لفظ مت نکالو جس سے ان کو کلفت ہو، ان سے جب بات کرو،

اور خطاب کرو تو ایسے الفاظ سے خطاب مت کرو جیسے اپنی برابر والیوں سے خطاب کرتی ہو، بلکہ ان الفاظ سے خطاب کرو جو بزرگوں کیلئے استعمال کیے جاتے ہیں، (چنانچہ ہم نے آدابِ شوہر میں اس کا بیان کر دیا ہے)، اگر خوشدامن تم کو کسی امر میں تنبیہ کریں تو ان کے کہنے کو خاموشی کے ساتھ سننا چاہیے، اگر بالفرض ناگوار اور تلخ بھی کہیں جس کی امید نہیں ہے تب بھی اس کو شربت خوشگوار کے گھونٹ کی طرح پی جاؤ، اور ہرگز درشتی سے جواب نہ دو ، اور ان کی خدمت مثل اپنی والدہ کے کرو، اگر کسی کو کوئی کام کہہ دیں تم اس کو اپنی طرف سے انجام دو، سسر کی تعظیم واحترام مثل اپنے والد مہربان کے کرو، اور جس طرح خوشدامن کے ساتھ کلام کرنے میں ادب کا بیان ہم نے کیا ہے یہاں بھی اس طرح لحاظ رکھو، مثلاً اگر کوئی تم سے دریافت کرے کہ وہ کہاں گئے ہیں تو تم اس کے جواب میں کہو کہ فلاں جگہ تشریف لے گئے ہیں، اگر کوئی پوچھے کہ فلاں امر کی نسبت انھوں نے کیا کہا ہے؟ تم جواب میں کہو کہ ایسا فرمایا ہے ان کو آرام پہنچانے اور ان کی خدمت کرنے میں جہاں تک ممکن ہو، سعی کرو۔

کسی تقریب میں جانا ہو یا کسی عزیز سے ملنے جانا ہو تو اپنے سسر وشوہر سے اجازت لو، اور اگر وہ موجود نہ ہوں تو خوشدامن سے اجازت چاہو، اگر اجازت دیں تو جا ؤ، ورنہ مت جاؤ، اگر کسی تقریب میں جانے کو کہیں تو جاؤ، گو تمہارا جی نہ چاہتا ہو، یہ نہیں ہو سکتا کہ خدانخواستہ وہ تمہیں ایسی جگہ جانے کو کہیں جہاں منہیاتِ شرعیہ ہوں جس گھر یا مجلس میں منہیاتِ شرعیہ ہوں وہاں جانا منع ہے۔

اگر کوئی بی بی تم سے مرتبہ اور عمر میں بڑی ہے جیسے شوہر کے بھائی کی بیوی، اس کے ساتھ گفتگو اور نشست وبرخاست میں اس کے مرتبہ کا لحاظ رکھو، اور اس کے ساتھ اس طرح شیر وشکر ہو کر رہو کہ گویا سگی بہنیں ہیں، ایک بڑی اور ایک چھوٹی، تم اگر ایسا برتاؤ رکھو گی تو ضروری ہے کہ طرفِ ثانی سے بھی ایسا ہی برتاؤ ہوگا اور اگر عمر و مرتبہ میں تم سے چھوٹی ہے تو اس کے ساتھ محبت اور پیار کا برتاؤ رکھو، اور اس کو نہایت نرمی و ملایمت سے اچھی اچھی

باتوں کی تعلیم دیتی رہو، اور وہ کوئی کام کرے توتم خود مدد دے کر وہ کام کرادو، اسی طرح شوہر کی بہن بھانجی وغیرھما کے ساتھ علی قدر المراتب سلوک اور مدارات سے پیش آ ؤ مگر اس میں حدِّ اعتدال کو ضرور ملحوظ رکھو، کیونکہ حد اعتدال سے زیادہ مدارات میں نباہ مشکل ہے۔

اپنے گھر میں بیبیوں کے ساتھ جب بیٹھو یا کسی دوسرے گھر کسی تقریب میں عورتوں میں شامل ہو تو کسی کی نسبت پس پشت ایسی بات مت کہو کہ اگر وہ سنے تو برا مانے، اس کو غیبت کہتے ہیں، غیبت کرنے کا سخت گناہ ہے، اس کی نسبت اول بھی ہم نے روزے کے بیان میں ذکر کیا ہے، اور اب یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ بعض آدمی کہا کرتے ہیں، ہم کوئی جھوٹ بات نہیں کہتے، یہ بات تو فلاں شخص میں موجود ہے، یاد رکھو یہ نفس کا ایک مکر ہے، غیبت کیلئے یہ ضروری نہیں ہے کہ جو عیب کس کا بیان کیا وہ اس میں نہ ہو بلکہ کسی کی واقعی عیب کا بیان کرنا غیبت ہے اور اگر وہ عیب اس شخص میں نہیں ہے تو دو چند گناہ ہوتا ہے تہمت کا اور غیبت کا۔

گھر میں جو بچے ہیں خواہ وہ تمہارے سسر کی اولاد ہوں یا ایسے قریب رشتہ داروں کے جو اس گھر میں رہتے ہیں ان کے ساتھ نہایت شفقت و مہربانی سے پیش آ ؤ، حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص بڑوں کا ادب نہ کرے اور چھوٹوں پر رحم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے، ہمارے حضورِ اقدس رسولِ مقبول ﷺ کو بچوں کے ساتھ بہت محبت تھی، حتی کہ ایک مرتبہ ایک بچے نے آپ ﷺ کی گود میں پیشاب بھی کر دیا تھا، بعض عورتیں جن کو بچوں سے محبت ہوتی ہے بچے کو اس بہانے سے بلاتی ہیں آ تمہیں ہم ایک چیز دیں، حالانکہ کوئی چیز دینے کا قصد نہیں ہوتا، صرف بلانا مقصود ہوتا ہے لیکن ایسا کہنا ایک قسم کا جھوٹ بولنا ہوتا ہے ایسا مت کرو، ایک بی بی نے ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے بچے کو کچھ دینے کو کہہ کر بلایا، مگر اس نے خالی بہکایا نہ تھا؛ بلکہ کوئی چیز اس کو دی بھی، آپ ﷺ نے فرمایا: اگر ہو سکے تو تم کو اس کی مدد کر دینی چاہئے۔

اس سے درشتی اور سخت کلامی سے پیش نہ آؤ، وہ بیمار ہو، یا اسے کوئی تکلیف ہو تو اس میں اس کی پوری ہمدردی کرو جیسا کہ تم نے اپنی والدہ کا برتاؤ خادمہ عورتوں کے ساتھ دیکھا ہے، اگر کبھی خادمہ کے سر میں ذرا درد بھی ہوا ہے تو خود اس کا کام کرلیا ہے اور ایسی حالت میں اُسے تکلیف نہیں دی، ہاں یہ بھی نہ ہونا چاہئے کہ خادمہ بالکل آرام طلب اور کام چور ہوجائے ایسا کردینا گویا خادمہ کے حق میں دشمنی ہے کہ پھر وہ جہاں جائے گی آقا کی موردِ عتاب رہے گی۔

کوئی اچھی تحفہ چیز کھانے پینے کی آئے تو اس میں سے اس کو بھی کسی قدر دینی چاہئے، تم نے یہ برتاؤ بھی اپنی والدہ کا دیکھا ہے کہ گو کتنی ہی قلیل چیز ہو، مگر اس میں بھی وہ خادمہ کا حصہ ضرور لگاتی ہیں، ہمیں اس سے کمالِ مسرت ہوتی ہے کہ ایثار کی صفت تم میں فطرۃً ہے، اس صفت میں اللہ تعالیٰ اور ترقی دے، اپنے شوہر اور سب گھر کی بیبیوں کے ساتھ یہ برتاؤ رکھو، گھر میں جو عورتیں اور باہر مرد مہمان ہوں، ان کی مہمان دار حسب مرضی شوہر بہت کشادہ دلی اور ایثار سے کرنی چاہئے، مہمان کی خاطر اپنے معمولی کھانے کی نسبت تکلف بھی جائز ہے، جو حدِ اسراف تک نہ پہنچے، اگر مہمان کوئی متقی خدا کے نیک بندوں میں سے ہو تو اس کی مہمانی کو موجبِ خیر و برکت سمجھنا چاہئے، اور یوں تو کسی مہمان سے بھی دل تنگ نہ ہونا چاہئے، ہمارے نبی ﷺ نے کافر کو بھی مہمان کیا ہے، مہمان کی مدارات اور اس کے ٹھہرانے میں التجا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں؛ مگر اس قدر اصرار کہ مہمان کیلئے موجب اضرار ہو، یہ بہت بری بات ہے کہ مہمان کو خاص کوئی ضرورت درپیش ہے اور وہ اس کی وجہ سے رخصت ہونا چاہتا ہے؛ مگر میزبان صاحب ہیں کہ اصرار کررہے ہیں اور خدا اور رسول اللہ ﷺ کا واسطہ دے رہے ہیں، یہ خود بھی اچھی بات نہیں ہے جس میں مہمان کا دل تنگ ہو، اور اس کا حرج بھی ہو، ہمارے حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ ایسے اصرار کو ہرگز پسند نہ فرماتے تھے، مہمان کے ساتھ جو مدارات کی جائے اس کو ہرگز اپنی طرف سے احسان مت سمجھو؛ بلکہ اس نے تم پر احسان کیا ہے کہ اپنا

مقسوم رزق تمہارے یہاں کھایا اور تم کو ثواب میں داخل کیا ہے۔

شکر بجا آر کہ مہمان تو　　روز ہی خود میخورد از خوانِ تو

اسی طرح اگر کسی کے ساتھ سلوک کرو تو اس پر احسان مت دھرو، قرآن شریف سے ثابت ہے کہ احسان دَھرنے سے سلوک کرنے کا ثواب باطل ہو جاتا ہے، پس یہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کیلئے ہونا چاہئے۔

انتظامِ خانہ داری

بعد حسنِ معاشرت جس کا اوپر ذکر ہوا، گھر کی بہبود اور اس کی رونق کیلئے ایک نہایت ضروری چیز انتظام خانہ داری ہوتا ہے، اگر عمدہ طور سے ہے تو باوجود قلتِ معاش کے بھی گھر پر رونق معلوم ہوتی ہے، اور اس گھر پر ناداری معلوم نہیں ہوتی، اور اگر یہ انتظام درست نہیں ہے تو باوجود دولت مندی کے بھی گھر پر نکبت اور نحوست معلوم ہوتی ہے، ہم نے بچشمِ خود بعض دولت مند گھروں کو دیکھا ہے کہ انتظام خانہ داری کا مستورات میں سلیقہ نہ ہونے سے ان کے گھر کی حالت مفلسوں کے گھروں سے بدتر ہے، بہت بڑی بات اس میں اخراجات کا اندازہ اور ان کے مواقع کا لحاظ رکھنا ہے، اعتدال سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ آمدنی کے لحاظ سے خرچ زیادہ نہ ہو، اور نہ اس قدر کم کہ کنجوسی کی نوبت پہنچے، کنجوسی کرنے والوں اور حدِ اعتدال سے زیادہ خرچ کرنے والوں دونوں کی مذمت قرآن شریف میں آئی ہے، مال اور پیسے کی ایسی محبت کہ آدمی پیسہ پیسہ جوڑے اور ننانوے کے پھیر میں پڑا رہے علاوہ شرعاً مذموم ہونے کے اس سے خود زندگی وبال جان بن جاتی ہے، البتہ میانہ روی ایک ایسی چیز ہے کہ نہ تو اس سے انسان کنجوس کہلاتا ہے اور نہ مسرف، اور نہ ضرورت کے وقت اپنی حاجت سے بند رہتا ہے، اخراجات کے موقع کا لحاظ خود صرف کرنے والے انسان کا کام ہی کہ وہ خیال کرے کہ کس موقع میں کس قدر خرچ کرنا چاہئے، اس کی نسبت جزئیات کا محفوظ کرنا دشوار ہے۔

روزہ مرہ کے مصارف کا حساب اگر حسب مرضی شوہر لکھ لیا کرو اور روزمرہ یا ہفتہ

میں ایک باراس کوشوہر کے ملاحظہ میں پیش کردیا کروتو بہت کچھ موجبِ اطمینان ہے، حساب ایک ایسی چیز ہے کہ دنیااوردین دونوں کیلئے کارآمد ہے۔

غلہ وغیرہ اجناس جو گھر میں آویں اس کوتول لیا کرواوراسی طرح روپیئے پیسے کا شمار کرلیا کرو،اوراگرکسی کوقرض دینے یا کسی سے لینے کا اتفاق ہوتواس کوبھی لکھ لیا کرو،اوراس کے واپس آنے پربھی۔

اسی طرح دھوبی کے یہاں جو کپڑے دیئے جائیں وہ بھی بغیر لکھے نہ دیئے جائیں۔

اورزیادہ ترخوبی کی بات تو یہ ہے کہ جو کچھ تمہارے پاس پارچہ وغیرہ نقدزیورہو، سب لکھارہے کہ یہ بہت کارآمد ہے،من جملہ انتظامِ خانہ داری کے اثاث البیت کی ترتیب ہے کہ جو چیز جہاں رکھنے کی ہے اس کواسی جگہ رکھنا مناسب ہے،فرش، پلنگ، چوکی وغیرہ وغیرہ سب اپنی اپنی جگہ پر رکھے جاویں،اورجس چیز کے نکالنے کی ضرورت ہوتو بعدرفع ضرورت اس کواسی جگہ رکھنالازم ہے۔

اسی طرح تمام ظروف روزہ مرہ کے استعمال کےاوردیگرروزمرہ کےکام کی چیزوں کا خیال رکھو، ایسا نہ ہونا چاہئے کہ لوٹے ایک طرف کولڑکتے پھرتے ہیں، رکابیاں کہیں پڑی ہیں، دیگچیاں دھوئی بے دھوئی ہیں کہ مکھیاں بھنکتی ہیں، گھڑے الگ کھلے پڑے ہیں کہ کوےان میں پانی پیتے اوربیٹ کرتے ہیں۔

کپڑوں کو ہمیشہ تہ کر کے رکھو، ایسا نہ ہو کہ ادھرادھر بکھرتے پھریں، اگر اونی کپڑے ہیں یاریشمی توان کی ہمیشہ خبرگیری کرنی چاہئے، خاص کرموسمِ برسات میں بہت خیال رکھوکہ ان کوکِرم یعنی کیڑا الگ جاتاہے،اگرچہ انتظامی قوت انسان میں فطرتی ہوتی ہے؛لیکن کوشش اورسعی کوبھی بہت کچھ دخل ہے۔

گھرمیں جو بی بی لیاقت والی اورصاحبِ سلیقہ ہو، ہمیشہ اس سے انتظامِ خانہ داری سیکھتی رہو،اوربغوراس کے انتظام کودیکھتی رہو،اورپھراس کی پیروی کرو۔

اب ہم ان چند کلمات پر ختم کرتے ہیں اور مکرر یہ نصیحت کرتے ہیں کہ اگر تم ان ہدایات پر عمل کروگی تو انشاء اللہ تعالیٰ تم کو دونوں جہاں میں کامیابی نصیب ہوگی اور دنیا میں ایسی آرام وراحت سے رہوگی کہ گھر نمونۂ جنت بن جائے گا اور یہ ہماری طرف سے تمہارے لئے تمہاری شادی نکاح کا بہترین جہیز ہے، اس کو تم ہفتہ میں دو تین بار دیکھ لیا کرو، اگر دو تین بار ممکن نہ تو ایک بار ضرور بالضرور پڑھ لیا کرو۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ تمہیں دین اور دنیا کی برکتیں نصیب فرمادے اور تم کو شامل کر کے یہ دعا کرتے ہیں "رَبَّنَا اٰتِنَا فی الدُّنیا حسنَۃً وفِیْ الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَقِنَا عَذَابَ النَّار" ہم تم سے صرف یہ چاہتے ہیں کہ جب تک تمہارے والدین زندہ ہیں ان کیلئے سلامتی ایمان اور عاقبت بخیر ہونے کی دعا کرو، اور بعد اس جہاں سے ان کے رخصت ہونے کے ان کو دعائے مغفرت سے یاد رکھو، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین، والصلاۃ والسلام علی رسولہ خیر الخلائق محمد وآلہ وأصحابہ أجمعین۔

بندہ ناچیز عبدالحق عفا اللہ عنہ،
قصبہ پورقاضی، ضلع مظفرنگر، ۱۴ر محرم ۱۳۳۰ھ

بعض باتیں عیب اور تکلیف کی جو عورتوں میں پائی جاتی ہیں:

۱) ایک عیب یہ ہے کہ بات کا معقول جواب نہیں دیتیں جس سے پوچھنے والے کو تسلی ہوجائے، بہت سے فضول باتیں ادھر ادھر کے اس میں ملا دیتی ہیں اور اصل بات پھر بھی معلوم نہیں ہوتی، ہمیشہ یاد رکھو کہ جو شخص کچھ پوچھے اس کا مطلب خوب غور سے سمجھ لو، پھر اس کا جواب ضرورت کے موافق دے دو۔

۲) ایک عیب یہ ہے کہ کوئی کام ان سے کہا جائے تو سن کر خاموش ہو جاتی ہیں، کام کہنے والے کو یہ شبہ رہتا ہے کہ خدا جانے انہوں نے سنا بھی ہے یا نہیں سنا، بعض دفعہ غلطی سے اس نے یوں سمجھ لیا کہ سن لیا ہوگا اور واقع میں سنا نہ ہو تو اس بھروسہ

پر وہ کام نہیں ہوتا اور یہ پوچھنے کے وقت یہ کہہ کر الگ ہو گئیں کہ میں نے نہیں سنا، غرض وہ کام تو رہ گیا، اور بعض دفعہ غلطی سے اس نے یوں سمجھ لیا کہ نہیں سنا ہوگا دوبارہ اس نے پھر کہا تو اس غریب کیلئے (مذاق کیا جاتا ہے) لیے جاتے ہیں کہ سن لیا سن لیا کیوں جان کھائی ہے، غرض جب بھی آپس میں رنج ہوتا ہے اگر یہ پہلے ہی دفعہ میں اتنا کہہ دیتیں کہ اچھا تو دوسرے کو خبر تو ہو جاتی۔

۳) ایک عیب یہ ہے کہ نوکرانی کو جو کام بتلا دیں گے یا اور کس سے گھر میں کوئی بات کہیں گے دور سے چلا کر کہیں گے اس میں دو خرابیاں ہیں ایک تو بے حیائی اور بے پردگی کہ باہر دروازے تک بلکہ بعضے موقع پر سڑک تک آواز پہنچتی ہے، دوسری خرابی یہ کہ دور سے کچھ بات سمجھ میں آئی اور کچھ نہ آئی جتنی سمجھ میں نہ آئی اتنا کام نہ ہوا، اب بی بی خفا ہو رہی ہے کہ تو نے یوں کیوں نہ کیا، دوسری جواب دے رہی ہے کہ میں نے تو سنا نہ تھا غرض خوب تو تو میں میں ہوتی ہے اور کام بگڑا، سو الگ اس طرح ان کی نوکرانیاں ہیں کہ جس بات کا جواب باہر سے لا دیں گی دروازے سے چلاتی ہوئی آئیں گی اس میں بھی کچھ سمجھ میں آیا اور کچھ نہ آیا، تمیز کی بات یہ ہے کہ جس سے بات کرنا ہو اس کے پاس جاؤ یا اس کو اپنے پاس بلاؤ، اور اطمینان سے اچھی طرح سمجھا کر کہہ دو اور سمجھ کر سن لو۔

۴) ایک عیب یہ ہے کہ چاہے کسی چیز کی ضرورت ہو یا نہ ہو لیکن پسند آنے کی دیر ہے ذرا پسند آئی اور لے لی خواہ قرض ہو جائے؛ لیکن کچھ پرواہ نہیں اور اگر قرض بھی نہ ہوا تب بھی اپنے پیسے کو اس طرح بیکار کھونا کونسی عقل کی بات ہے، فضول خرچ بھی ہے جہاں خرچ کرنا ہو، اول خوب سوچ لو کہ یہاں خرچ کرنے میں کوئی دین کا فائدہ یا دنیا کی ضرورت بھی ہے اور اگر خوب سوچنے سے ضرورت اور فائدہ معلوم ہو خرچ کرو نہیں تو پیسہ مت کھوؤ، اور قرض تو جہاں تک ہو سکے ہرگز مت لو چاہے تھوڑی تکلیف بھی ہو جائے۔

۵) ایک عیب یہ ہے کہ جب کہیں جاتی ہیں خواہ شہر کے شہر میں یا سفر میں ٹالتے ٹالتے بہت دیر کر دیتی ہیں کہ وقت تنگ ہو جاتا ہے اگر سفر میں جانا ہے تو منزل پر دیر میں پہنچیں گی، اگر راستہ میں رات ہوگئی تو جان و مال کا اندیشہ ہے اگر گرمی کے دن ہوئے تو دھوپ میں خود بھی تپیں گی اور بچوں کو بھی تکلیف ہوگی اگر برسات ہے اول تو برسنے کا ڈر دوسرے گارے کیچڑ میں گاڑی کا چلنا مشکل اور دیر میں دیر ہو جاتی ہے اگر سویرے سے چلیں ہر طرح کی گنجائش رہے اور اگر بستی ہی میں جانا ہوا جب بھی کہاروں (گاڑی لے جانے والے) کو کھڑے کھڑے پریشان، پھر دیر میں سوار ہونے سے دیر میں لوٹنا ہوگا اپنے کاموں میں حرج ہوگا کھانے کے انتظام میں دیر ہوگی کہیں جلدی میں کھانا بگڑ گیا کہیں میاں تقاضا کر رہے ہیں، کہیں بچے رو رہے ہیں، اگر جلد سوار ہو جاتیں تو یہ مصیبتیں کیوں ہوتیں۔

٦) ایک عیب یہ ہے کہ سفر میں بے ضرورت بھی اسباب بہت سا لاد کر لے جاتی ہیں جس سے جانور کو بھی تکلیف ہوتی ہے جگہ میں بھی تنگی ہو جاتی ہے اور سب سے زیادہ مصیبت ساتھ کے مردوں کو ہوتی ہے ان کو سنبھالنا پڑتا ہے کہیں کہیں لادنا بھی پڑتا ہے مزدور کے پیسے ان ہی کو دینے پڑتے ہیں غرضیکہ تمام تر فکر ان بیچاروں کی جان پر ہوتی ہے یہ اچھی خاصی گاڑی میں بن کر بیٹھی رہتی ہیں، اسباب ہمیشہ سفر میں کم لے جاؤ ہر طرح کا آرام ملتا ہے، اس طرح ریل کے سفر میں خیال رکھو بلکہ ریل میں زیادہ اسباب لے جانے سے اور زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔

۷) ایک عیب یہ ہے کہ گاڑی وغیرہ میں سوار ہونے کے وقت مردوں سے کہہ دیا کہ منہ ڈھانک لو یا ایک گوشہ میں چھپ جاؤ، اور جب سوار ہو چکیں تو ان لوگوں کو دوبارہ اطلاع نہیں دی جاتی کہ اب پردہ نہیں ہے اس میں دو خرابیاں ہوتی ہیں کبھی تو وہ بیچارے منہ ڈھانکے ہوئے بیٹھے ہیں خواہ مخواہ تکلیف ہو رہی اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ اٹکل سے سمجھتے ہیں کہ بس پردہ ہو چکا اور یہ سمجھ کر منہ کھول دیتے ہیں یا

سامنے آجاتے ہیں اور بے پردگی ہوتی ہے یہ ساری خرابی دوبارہ نہ کہنے کی ہے نہیں تو سب کو معلوم ہوجائے کہ دوبارہ کہنے کی بھی عادت ہے بس سب آدمی اس کے منتظر رہیں اور بے کہے کوئی سامنے نہ آئے۔

۸) ایک عیب یہ ہے کہ ابھی سوار ہونے کو تیار نہیں ہوئیں اور آدھ گھنٹہ پہلے سے پردہ کرادیا یا راستہ رُکوادیا بے وجہ خدا کی مخلوق کو تکلیف ہورہی ہے اور یہ ابھی گھر میں چوچلے بگھار رہی ہیں۔

۹) ایک عیب یہ ہے کہ جس گھر میں جاتی ہیں گاڑی ڈولی سے اتر کر جھپ سے گھر میں جا گھستی ہیں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس گھر کا کوئی مرد اندر ہوتا ہے اس کا سامنا ہوجاتا ہے تم کو چاہیے کہ ابھی گاڑی سے یا ڈولی سے مت اُترو پہلے کسی نوکر وغیرہ کو گھر میں بھیج کر دکھوالو، اور اپنے آنے کی خبر کردو، کوئی مرد وغیرہ ہوگا تو علیحدہ ہوجائے گا جب تم سن لو کہ اب گھر میں کوئی مرد وغیرہ نہیں ہے تب اتر کر اندر جاؤ۔

۱۰) ایک عیب یہ ہے کہ آپس میں دو عورتیں جو باتیں کرتی ہیں اکثر یہ ہوتا ہے کہ ایک کی بات ختم ہونے نہیں پاتی کہ دوسری شروع کردیتی ہے بلکہ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ دونوں ایک دَم سے بولتے ہیں وہ اپنی کہہ رہی ہے اور یہ اپنی ہانک رہے ہیں نہ وہ اس کی سنے نہ یہ اس کی، بھلا ایسی بات کرنے ہی سے کیا فائدہ ہمیشہ یاد رکھو کہ جب ایک بولنے والے کی بات ختم ہوجائے اس وقت دوسرے کو بولنا چاہیے۔

۱۱) ایک عیب یہ ہے کہ زیور اور کبھی روپیہ پیسہ بھی بے احتیاط سے کبھی تکیے کے نیچے رکھ دیا کبھی کسی طاق میں کھلا رکھ دیا، تالا کنجی ہوتے ہوئے سستی کے مارے اس میں حفاظت سے نہیں رکھتیں پھر کوئی چیز جاتی رہی تو سب کا نام لگاتی پھرتی ہیں۔

۱۲) ایک عیب یہ ہے کہ ان کو ایک کام کے واسطے بھیجو تو جا کر دوسرے کام میں لگ جاتی ہیں جب دونوں سے فراغت ہوجائے تب لوٹتی ہیں اس میں بھیجنے والے کو

سخت تکلیف اور الجھن ہوتی ہے کیونکہ اس نے تو ایک کام کا حساب لگا رکھا ہے کہ یہ اتنی دیر کا ہے جب اتنی دیر گزر جاتی ہے پھر اس کو پریشانی شروع ہوتی ہے اور یہ عقلمند یہ کہتی ہیں کہ آئے تو ہیں ہی، لاؤ دوسرا کام بھی لگے ہاتھ کرتے چلیں، ایسا مت کرو، اول پہلا کام کر کے اس کی فرمائش پوری کر دو، پھر اپنے طور پر اطمینان سے دوسرا کام کرلو۔

۱۳) ایک عیب سستی کا ہے کہ ایک وقت کے کام کو دوسرے وقت پر اٹھا رکھتی ہیں اس سے اکثر حرج اور نقصان ہو جاتا ہے۔

۱۴) ایک عیب یہ ہے کہ مزاج میں اختصار نہیں اور ضرورت اور موقع کو نہیں دیکھتیں کہ یہ جلدی کا وقت ہے مختصر طور پر اس کام کو نبٹا لو ہر وقت ان کو اطمینان اور تکلف ہی سوجھتا ہے، اس تکلف تکلف میں بعض دفعہ اصل کام بگڑ جاتا ہے اور موقع نکل جاتا ہے۔

۱۵) ایک عیب یہ ہے کہ کوئی چیز کھو جائے تو بے تحقیق کسی پر تہمت لگا دیتی ہیں یعنی جس نے کبھی کوئی چیز چرائی تھی بیدھڑک کہہ دیا کہ بس جی اس کا کام ہے حالانکہ یہ کیا ضروری ہے کہ سارے عیب ایک ہی آدمی نے کیے ہوں اس طرح اور بری باتوں میں ذرا سے شبہ سے ایسا پکا یقین کر کے اچھا خاصا گھڑ مڑھ دیتی ہیں۔

۱۶) ایک عیب یہ ہے کہ پان تمباکو کا خرچ اس قدر بڑھا لیا ہے کہ غریب آدمی تو سہار ہی نہیں سکتا اور امیروں کے یہاں اتنے خرچ میں چار پانچ غریبوں کا بھلا ہو سکتا ہے اس کو گھٹانا چاہیے خرابی یہ ہے کہ بے ضرورت بھی کھانا شروع کر دیتی ہیں پھر وہ لت لگ جاتی ہے۔

۱۷) ایک عیب یہ ہے کہ ان کے سامنے دو آدمی کسی معاملہ میں بات کرتے ہوں اور ان سے نہ کوئی پوچھے؛ مگر یہ خواہ مخواہ دخل دیتی ہیں اور صلاح بتلانے لگتی ہیں جب تک تم سے کوئی صلاح نہ لے تم بالکل گونگی بہری بن بیٹھی رہو۔

۱۸) ایک عیب یہ ہے کہ محفل میں سے آ کر تمام عورتوں کی صورت شکل ان کے زیور اور پوشاک کا ذکر اپنے خاوند سے کرتی ہیں بھلا اگر خاوند کا دل کسی پر آ گیا اور وہ اس کے خیال میں لگ گیا تو تم کو کتنا بڑا نقصان پہنچے گا۔

۱۹) ایک عیب یہ ہے کہ ان کو کسی سے کوئی بات کرنا ہو تو وہ دوسرا آدمی چاہے کیسے ہی کام میں ہو یا وہ کوئی بات کر رہا ہو کبھی یہ انتظار نہ کریں گی کہ اس کا کام یا بات ختم ہو لے تو ہم بات کریں بلکہ اس کی بات یا کام کے بیچ میں جا کر ٹانگ اڑا دیتی ہیں یہ بری بات ہے ذرا ٹھہر جانا چاہیے جب وہ تمہاری طرف متوجہ ہو سکے اس وقت بات کرو۔

۲۰) ایک عیب یہ ہے کہ ہمیشہ بات ادھوری کریں گی، پیغام ادھورا پہنچاویں گی جس سے مطلب غلط سمجھا جائے گا بعض دفعہ اس میں کام بگڑ جاتا ہے اور بعض دفعہ دو شخصوں میں اس غلطی سے رنج ہو جاتا ہے۔

۲۱) ایک عیب یہ ہے کہ ان سے بات کی جائے تو پورے طور سے متوجہ ہو کر اس کو نہیں سنتیں اس میں اور کام بھی کر لیا کس اور سے بھی بات کر لی نہ تو بات کرنے والے کی بات کر کے جی بھلا ہوتا ہے اور نہ اس کام کے ہونے کا پورا بھروسہ ہوتا ہے؛ کیونکہ جب پوری بات سنی نہیں تو اس کو کریں گی کس طرح۔

۲۲) ایک عیب یہ ہے کہ اپنی خطا یا غلطی کا کبھی اقرار نہ کریں گی جہاں تک ہو سکے گا بات کو بنادیں گی خواہ بن سکے یا نہ بن سکے۔

۲۳) ایک عیب یہ ہے کہ کہیں سے تھوڑی چیز ان کے حصہ کی آئے یا ادنی درجہ کی چیز آئے تو اس کو ناک ماریں گی، طعنہ دیں گی ایسی چیز بھیجنے کی کیا ضرورت تھی بھیجتے ہوئے شرم نہ آئی یہ بری بات ہے اس کی اتنی ہی ہمت تھی تمہارا تو اس نے کچھ نہیں بگاڑا اور خاوند کے ساتھ بھی ان کی یہ عادت ہے کہ خوش ہو کر چیز کم لیتی ہیں اس کو رد کر کے عیب نکال کر تب قبول کرتی ہیں۔

۲۴) ایک عیب یہ ہے کہ ان کو کوئی کام کہو، اس میں جھک جھک کر لیں گی پھر اس کام کو کریں گی، بھلا جب وہ کام کرنا ہے پھر اس واہیات سے کیا فائدہ نکلا، ناحق دوسرے کا بھی جی برا کیا۔

۲۵) ایک عیب یہ ہے کہ کپڑا پورا سل جانے سے پہلے پہن لیتی ہیں بعض دفعہ سوئی چبھ جاتی ہے بے ضرورت تکلیف میں کیوں پڑے۔

۲۶) ایک عیب یہ ہے کہ آنے کے وقت اور چلنے کے وقت مل کر ضرور روتی ہیں چاہے رونا نہ بھی آئے مگر اس ڈر سے روتی ہیں کہ کوئی یوں نہ کہے کہ اس کو محبت نہیں۔

۲۷) ایک عیب یہ ہے کہ اکثر تکیہ میں یا ویسے ہی سوئی رکھ کر اٹھ جاتی ہیں اور کوئی بے خبری میں بیٹھتا ہے اس کو چبھ جاتی ہے۔

۲۸) ایک عیب یہ ہے کہ بچوں کو گرم سرد سے نہیں بچاتیں اس سے اکثر بچے بیمار ہو جاتے ہیں پھر تعویذ گنڈے کراتی پھرتی ہیں۔ دوا علاج یا آئندہ کو احتیاط پھر بھی نہیں کرتیں۔

۲۹) ایک عیب یہ ہے کہ بچوں کو بے بھوک کھانا کھلا دیتی ہیں یا مہمان کو اصرار کر کے کھلاتی ہیں پھر بے بھوک کھانے کی تکلیف ان کو بھگتنی پڑتی ہے۔

بعض باتیں سلیقہ اور آرام کی

۱) جب رات کو دروازہ گھر کا بند کرنے لگو تو بند کرنے سے پہلے گھر کے اندر خوب دیکھ بھال لو کہ کوئی کتا بلی تو نہیں رہ گیا، کبھی رات کو جان کا یا چیز بستی کا نقصان کر دے یا اور کچھ نہیں تو رات بھر کی کھڑ کھڑ ہی نیند اڑانے کو بہت ہے۔

۲) کپڑوں کو اور اپنی کتابوں کو کبھی کبھی دھوپ دیتی رہا کرو۔

۳) گھر صاف رکھو اور ہر چیز اپنے موقع پر رکھو۔

۴) اگر اپنی تندرستی چاہو تو اپنے کو بہت آرام طلب مت بناؤ، کچھ محنت کا کام اپنے ہاتھ سے کیا کرو، سب سے اچھی چیز عورتوں کے واسطے چکی کا پیسنا یا موسل سے کوٹنا

یا چرخہ کاتنا ہے اس سے بدن تندرست رہتا ہے۔

۵) اگر کسی سے ملنے جاؤ تو وہاں اتنا مت بیٹھو یا اس سے اتنی دیر تک باتیں مت کرو کہ وہ تنگ ہو جائے یا اس کے کسی کام میں حرج ہونے لگے۔

۶) سب گھر والے اس بات کے پابند رہیں کہ ہر چیز کی ایک جگہ مقرر کر لیں اور وہاں سے جب اٹھائیں تو برت کر پھر وہاں ہی رکھ دیں تاکہ ہر آدمی کو وقت پر پوچھنا ڈھونڈنا نہ پڑے اور جگہ بدلنے سے بعض دفعہ کسی کو بھی نہیں ملتی سب کو تکلیف ہوتی ہے اور جو چیزیں خاص تمہارے برتنے کی ہیں ان کی جگہ بھی مقرر رکھو تاکہ ضرورت کے وقت ہاتھ ڈالتے ہی مل جائے۔

۷) راہ میں چار پائی یا اور کوئی برتن اینٹ پتھر سل وغیرہ مت ڈالو۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اندھیرے میں یا بعض دفعہ دن ہی میں کوئی جھپٹا ہوا روز کی عادت کے موافق بے کھٹکے چلا جا رہا ہے وہ الجھ کر گر گیا اور جگہ بے جگہ چوٹ لگ گئی۔

۸) جب تم سے کوئی کسی کام کو کہے تو اس کو سن کر ہاں یا نہیں ضرور زبان سے کچھ کہہ دو تاکہ کہنے والے کا دل ایک طرف ہو جائے نہیں تو ایسا نہ ہو کہ کہنے والا تو سمجھے کہ اس نے سن لیا ہے اور تم نے نہ سنا ہو یا وہ سمجھے کہ تم یہ کام کر دو گی اور تم کو کرنا منظور نہ ہو تو ناحق دوسرا آدمی بھروسہ میں رہا۔

۹) نمک کھانے میں کسی قدر کم ڈالا کرو کیونکہ کم کا تو علاج ہوسکتا ہے لیکن اگر زیادہ ہو گیا تو اس کا علاج ہی نہیں۔

۱۰) دال میں ساگ میں مرچ کتر کر مت ڈالو بلکہ پیس کر ڈالو کیونکہ کتر کر ڈالنے سے بیج اس کے ٹکڑوں میں رہتے ہیں اگر کوئی ٹکڑا منہ میں آ جاتا ہے تو ان بیجوں سے منہ میں آگ لگ جاتی ہے۔

۱۱) اگر رات کو پانی پینے کا اتفاق ہو تو اگر روشنی ہو تو اس کو خوب دیکھ لو نہیں تو لوٹے وغیرہ کو کپڑا لگا لو تاکہ منہ میں کوئی ایسی ویسی چیز نہ جائے۔

۱۲) بچوں کو ہنسی میں مت اچھالو، اور کسی کھڑکی وغیرہ سے مت لٹکاؤ، اللہ بچائے کبھی ایسا نہ ہو کہ ہاتھ سے چھوٹ جائے اور ہنسی کی گل پھنسی ہو جائے، اس طرح ان کے پیچھے ہنس میں مت دوڑو شاید گر پڑیں اور چوٹ لگ جائے۔

۱۳) جب برتن خالی ہو جائے تو اس کو ہمیشہ دھو کر الٹا رکھو اور جب دوبارہ اس کو برتنا چاہو تو پھر اس کو دھولو۔

۱۴) برتن زمین پر رکھ کر اگر ان میں کھانا نکالو تو ویسے ہی دستر خوان پر مت رکھ دو پہلے اس کے تلے دیکھ لو، اور صاف کر لو۔

۱۵) کسی کے گھر مہمان جاؤ تو اس سے کسی چیز کی فرمائش مت کرو بعض دفعہ چیز تو ہوتی ہے بے حقیقت مگر وقت کی بات ہے گھر والا اس کو پورا نہیں کر سکتا، ناحق اس کو شرمندگی ہو گی۔

۱۶) جہاں اور آدمی بھی بیٹھے ہوں وہاں بیٹھ کر مت تھوکو، ناک مت صاف کرو، اگر ضرورت ہو، ایک کنارے پر جا کر فراغت کر لو۔

۱۷) کھانا کھانے میں ایسی چیزوں کا نام مت لو جس سے سننے والوں کو گھن پیدا ہو ،بعضے نازک مزاجوں کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔

۱۸) بیمار کے سامنے یا اس کے گھر والوں کے سامنے ایسی باتیں مت کرو جس سے زندگی کی ناامیدی پائی جائے ناحق دل ٹوٹے گا بلکہ تسلی کی باتیں کرو کہ انشاء اللہ تعالیٰ سب دُکھ جاتا رہے گا۔

۱۹) اگر کسی کی پوشیدہ بات کرنی ہو، اور وہ بھی اس جگہ موجود ہو تو آنکھ سے یا ہاتھ سے ادھر اشارہ مت کرو، ناحق اس کو شبہ ہو گا اور یہ سبب ہے کہ اس بات کا کرنا شرع سے درست بھی ہو، اور اگر درست نہ ہو تو ایسی بات ہی کرنا گناہ ہے۔

۲۰) بات کرتے وقت بہت ہاتھ مت نچاؤ۔

۲۱) دامن آنچل آستین سے ناک مت پونچھو۔

۲۲) پائخانے کے قدمچے میں طہارت مت کرو۔

۲۳) جوتی ہمیشہ جھاڑ کر پہنو شاید اس کے اندر کوئی موذی جانور بیٹھا ہو اس طرح کپڑا بستر بھی۔

۲۴) پردے کی جگہ میں کسی کو پھوڑا پھنسی ہو تو اس سے یہ مت پوچھو کہ کس جگہ ہے ناحق اس کو شرمانا ہے۔

۲۵) آنے جانے کی جگہ مت بیٹھو تم کو بھی تکلیف ہوگی۔

۲۶) بدن اور کپڑے میں بدبو پیدا نہ ہونے دو۔ اگر دھوبی کے گھر کے دھلے ہوئے کپڑے نہ ہوں تو بدن ہی کے کپڑوں کو دھو ڈالو نہا ڈالو۔

۲۷) آدمیوں کے بیٹھے ہوئے جھاڑو مت دلواؤ۔

۲۸) گٹھلی چھلکے کسی آدمی کے اوپر مت پھینکو۔

۲۹) چاقو یا قینچی یا سوئی یا کسی اور ایسی چیز سے مت کھیلو شاید غفلت سے کہیں لگ جائے۔

۳۰) جب کوئی مہمان آئے سب سے پہلے اس کو پائخانہ بتلا دو، اور بہت جلد اس کے ساتھ کی سوار کے کھڑے کرنے کا اور بیل یا گھوڑے کی گھاس چارے کا بندوبست کردو، اور کھانے میں اتنا تکلف مت کرو کہ اس کو وقت پر کھانا نہ ملے، کھانا وقت پر پکا لو چاہے سادہ اور مختصر ہو، اور جب اس کا جانے کا ارادہ ہو تو بہت جلد اور سویرے ناشتہ تیار کردو، غرض اس کے آرام اور مصلحت میں خلل نہ پڑے۔

۳۱) پائخانہ یا غسل خانہ سے کمر بند باندھتی ہوئی مت نکلو، بلکہ اندر ہی اچھی طرح باندھ کر تب باہر آؤ۔

۳۲) جو تم سے کوئی کچھ بات پوچھے پہلے اس کا جواب دے دو پھر اور کام میں لگو۔

۳۳) جو بات کہو یا کسی بات کا جواب دو خوب منہ کھول کر صاف بات کہو تا کہ دوسرا اچھی طرح سمجھ لے۔

۳۴) کسی کو کوئی چیز ہاتھ میں دینا ہو، دور سے مت پھینکو شاید دوسرے کے ہاتھ میں نہ

آسکےتو نقصان ہو پاس جا کر دے دو۔

۳۵) اگر دو آدمی پڑھتے پڑھاتے ہوں یا باتیں کر رہے ہوں تو ان دونوں کے بیچ میں آکر چلانا یا کسی سے بہت بات کرنا نہ چاہیے۔

۳۶) اگر کوئی کسی کام میں یا بات میں لگا ہو تو جاتے ہی اس سے اپنی بات مت شروع کردو بلکہ موقع کا انتظار کرو جب وہ تمہاری طرف متوجہ ہو تب بات کرو۔

۳۷) جب کسی کے ہاتھ میں کوئی چیز دینا ہو؛ تاوقتیکہ وہ دوسرا آدمی اس کو اچھا سنبھال نہ لے اپنے ہاتھ سے مت چھوڑو بعض دفعہ یوں ہی بیچ بیچ میں گر کر نقصان ہو جاتا ہے۔

۳۸) اگر کسی کو پنکھا جھلنا ہو تو خوب خیال رکھو کہ سر میں یا اور کہیں بدن یا کپڑے میں نہ لگے اور ایسی زور سے مت جھلو جس سے دوسرا پریشان ہو۔

۳۹) کھانا کھاتے میں ہڈیاں ایک جگہ جمع رکھو، اس طرح کسی چیز کے چھلکے وغیرہ سب طرف مت پھیلاؤ جب سب اکٹھا ہو جائیں موقع سے ایک طرف ڈال دو۔

۴۰) بہت دوڑ کر یا منہ اوپر اٹھا کر مت چلو کہ کبھی گر نہ پڑو۔

۴۱) کتاب کو بہت سنبھال کر احتیاط سے بند کرو اکثر، اول آخر کے ورق مڑ جاتے ہیں۔

۴۲) اپنے شوہر کے سامنے کسی نامحرم مرد کی تعریف نہ کرنا چاہیے، بعضے مردوں کو ناگوار گزرتا ہے۔

۴۳) اس طرح غیر عورتوں کی بھی تعریف شوہر سے نہ کرے شاید اس کا دل اس پر آجائے اور تم سے ہٹ جائے۔

۴۴) جس سے بے تکلفی نہ ہو، اس سے ملاقات کے وقت اس کے گھر کا حال یا اس کے مال ودولت زیور و پوشاک کا حال نہ پوچھنا چاہیے۔

۴۵) مہینے میں تین دن یا چار دن خاص اس کام کیلئے مقرر کرلو کہ گھر کی صفائی پورے طور

سے کرلیا کرو، جالے اتار دیئے فرش اٹھا کر جھڑوا دیئے ہر چیز قرینے سے رکھ دو۔

۴۶) کسی کے سامنے سے کوئی کاغذ لکھا ہوا یا کتاب رکھی ہوئی اٹھا کر دیکھنا نہ چاہیے، اگر وہ کاغذ قلم ہے تو شاید اس میں کوئی پوشیدہ بات لکھی ہو، اور اگر وہ چھپی ہوئی ہے تو شاید اس میں کوئی ایسا کاغذ لکھا ہوا رکھا ہو۔

۴۷) سیڑھیوں پر بہت سنبھل کر اترو چڑھو بلکہ بہتر یہ ہے کہ جس سیڑھی پر ایک پاؤں رکھو دوسرا بھی اس پر رکھو کہ پھر اگلی سیڑھی پر اس طرح پاؤں رکھو نہ یہ کہ ایک سیڑھی پر ایک پاؤں اور دوسری سیڑھی پر دوسرا پاؤں، لڑکیوں اور عورتوں کو تو بالکل مناسب نہیں اور بچپن میں لڑکوں کو بھی منع کرو۔

۴۸) جہاں کوئی بیٹھا ہو وہاں کپڑا یا کتاب یا اور کوئی چیز اس طرح جھٹکنا نہ چاہیے کہ اس آدمی پر گرد پڑے اس طرح منہ سے یا کپڑے سے بھی جھاڑنا نہ چاہیے بلکہ اس جگہ سے دور جا کر صاف کرنا چاہیے۔

۴۹) کسی کے غم و پریشانی یا دکھ بیماری کی کوئی خبر سنے تو جب تک خوب پختہ طور پر تحقیق نہ ہو جائے کسی سے ذکر نہ کرے اور خاص کر اس شخص کے عزیزوں سے تو ہرگز نہ کہے کیونکہ اگر غلط ہوئی تو خواہ مخواہ دوسرے کو پریشانی دی پھر وہ لوگ اس کو بھی برا بھلا کہیں گے کہ کیوں ایسی بدفالی نکالی۔

۵۰) اس طرح معمول بیماری اور تکلیف کی خبر دور پردیس کے عزیزوں کو خط کے ذریعہ سے نہ کرے۔

۵۱) دیوار پر مت تھوکو، پان کی پیک مت ڈالو، اس طرح تیل کا ہاتھ دیوار یا کواڑ سے مت پونچھو بلکہ دھو ڈالو؛ لیکن جلے ہوئے تیل کو ناپاک مت کہو جیسا کہ بعض جاہل عورتیں کہتی ہیں۔

۵۲) اگر دسترخوان پر اور سالن کی ضرورت ہو تو کھانے والے کے سامنے سے برتن مت اٹھاؤ، دوسرے برتن میں لے آؤ۔

۵۳) کوئی آدمی تخت یا چارپائی پر بیٹھا لیٹا ہو تو اس کو ہلاؤ مت اگر پاس سے نکلو تو ایسی طرح پر نکلو کہ اس میں ٹھوکر گھٹنا نہ لگے اگر تخت پر کوئی چیز رکھنا ہو یا اس پر سے کچھ اٹھانا ہو تو ایسے وقت آہستہ آہستہ اٹھاؤ آہستہ رکھو۔

۵۴) کھانے پینے کی کوئی چیز کھلی مت رکھو یہاں تک کہ اگر کوئی چیز دسترخوان پر بھی رکھی جائے لیکن وہ ذرا دیر میں یا اخیر میں کھانے کی ہو تو اس کو بھی ڈھانک کر رکھو۔

۵۵) مہمان کو چاہیے کہ اگر پیٹ بھر جائے تو تھوڑا سالن روٹی دسترخوان پر ضرور چھوڑ دے تا کہ گھر والوں کو یہ شبہ نہ ہو کہ مہمان کو کھانا کم ہو گیا اس سے وہ شرمندہ ہوتے ہیں۔

۵۶) جو برتن بالکل خالی ہو، اس کو الماری یا طاق وغیرہ میں رکھنا ہو تو الٹا کر کے رکھو۔

۵۷) چلنے میں پاؤں پورا اٹھا کر آگے رکھو گھسرا کر مت چلو، اس میں جوتا بھی جلد ٹوٹتا ہے اور برا بھی معلوم ہوتا ہے۔

۵۸) چادر، دوپٹے کا بہت خیال رکھو کہ اس کا پلہ زمین پر لٹکتا نہ چلے۔

۵۹) اگر کوئی نمک یا اور کوئی کھانے پینے کی چیز مانگے تو برتن میں لاؤ ہاتھ پر رکھ کر مت لاؤ۔

۶۰) لڑکیوں کے سامنے کوئی بے شرمی کی بات مت کرو ان کی شرم جاتی رہے گی۔

بعض باتیں تجربہ اور انتظام کی

۱) اپنے دو لڑکوں یا دو لڑکیوں کی شادی جہاں تک ہو سکے ایک دم مت کرو کیونکہ بہوں میں ضرور فرق ہوگا اور دَامادوں میں ضرور فرق ہوگا، خود لڑکوں اور لڑکیوں کی صورت شکل میں، کپڑے کی سجاوٹ میں، نور و صبور میں، حیا و شرم میں ضرور فرق ہوگا اور بھی بہت باتوں میں فرق ہو جاتا ہے اور لوگوں کی عادت ہے ایک کو گھٹانے اور دوسرے کو بڑھانے کی اس سے ناحق دوسرے کا جی برا ہوتا ہے۔

۲) ہر کسی پر اطمینان مت کر لیا کرو، کسی کے بھروسے گھر مت چھوڑ جایا کرو، غرض

جب تک کسی کو ہر طرح کے برتاؤ سے خوب آزمانہ لو، اس کا اعتبار مت کرو خاص کرا کثر شہروں میں بہت سی عورتیں کوئی حجن بن ہوئی کعبہ کا غلاف لیے ہوئے اور کوئی تعویذ گنڈے جھاڑ پھونک کرتی ہوئی کوئی فال دیکھتی ہوئی کوئی تماشا لیے ہوئے گھروں میں گھستی پھرتی ہیں ان کو تو گھر میں ہی مت آنے دو، دروازے ہی سے روک دو، ایسی عورتوں نے بہت سے گھروں کی صفائی کر دی ہے۔

۳) کبھی صندوقچی یا پاندان جس میں روپیہ پیسہ، گہنا، زیور رکھا کرتی ہوں کھلا چھوڑ کر مت اٹھو، قفل لگا کر یا اپنے ساتھ لے کر اٹھو۔

۴) جہاں تک ہو سکے سودا قرض مت منگاؤ جو بہت ناچار میں مانگنا ہی پڑے تو دام پوچھ کر تاریخ کے ساتھ لکھ لو، جب دام ہوں فوراً ادے دو۔

۵) دھوبن کے کپڑے پسنہاری (دکاندار) کا اناج اور پسائی ان سب کا حساب لکھتی رہو، زبانی یاد کا بھروسہ مت کرو۔

۶) جہاں تک ہو سکے گھر کا خرچ بہت کفایت اور انتظام سے اٹھاؤ؛ بلکہ جتنا خرچ تم کو ملے اس میں سے کچھ بچا لیا کرو۔

۷) جو عورتیں باہر سے گھر میں آیا کرتی ہیں ان کے سامنے کوئی ایسی بات مت کیا کرو جس کا تم کو دوسری جگہ معلوم کرانا منظور نہیں؛ کیونکہ ایسی عورتیں گھروں کی باتیں دس گھر جا کر کہا کرتی ہیں۔

۸) آٹا چاول اٹکل سے مت پکاؤ اپنے خرچ کا اندازہ کر کے دونوں وقت سب چیزیں تول ناپ کر خرچ کرو۔ اگر کوئی تم کو طعنہ دے کچھ پرواہ مت کرو۔

۹) جو لڑکیاں باہر نکلتی ہیں ان کو زیور بالکل مت پہناؤ اس میں جان و مال دونوں طرح کا اندیشہ ہے۔

۱۰) اگر کوئی مرد دروازے پر آ کر تمہارے شوہر یا باپ بھائی سے اپنی ملاقات یا دوست یا کسی قسم کی رشتہ داری کا تعلق ظاہر کرے ہرگز اس کو گھر میں مت بلاؤ یعنی

پردہ کر کے بھی اس کو مت بلاؤ اور نہ کوئی قیمتی چیز اس کے قبضہ میں دو، غیر آدمی کی طرح کھانا وغیرہ بھیج دو، زیادہ محبت واخلاص مت کرو جب تک تمہارے گھر کا کوئی مرد اس کو پہچان نہ لے اس طرح ایسے شخص کی بھیجی ہوئی چیز ہرگز مت برتو، اگر وہ برا مانے کچھ غم نہ کرو۔

۱۱) اس طرح اگر کوئی انجانی عورت ڈولی وغیرہ کے ساتھ کہیں سے آ کر کہے کہ مجھ کو فلانے گھر سے آپ کے بلانے کو بھیجا ہے ہرگز اس کے کہنے سے ڈول میں مت سوار ہو۔ غرض انجان آدمیوں کے کہنے سے کوئی کام مت کرو، نہ اس کو اپنے گھر کی کوئی چیز دو، چاہے وہ مرد ہو یا عورت ہو، چاہے وہ اپنے نام سے لے یا دوسرے کے نام سے مانگے۔

۱۲) گھر کے اندر ایسا کوئی درخت مت رہنے دو جس کے پھل سے چوٹ لگنے کا اندیشہ ہو۔

۱۳) کپڑا سردی میں ذرا زیادہ پہنو اکثر عورتیں بہت کم کپڑا پہنتی ہیں کہیں زکام ہو جاتا ہے کہیں بخار آ جاتا ہے۔

۱۴) بچوں کو ماں باپ بلکہ دادا کا بھی نام یاد کرا دو اور کبھی کبھی پوچھتی رہا کرو؛ تا کہ اس کو یاد رہے اس میں یہ فائدہ ہے کہ اگر خدانخواستہ بچہ کھو جائے اور کوئی اس سے پوچھے کہ تو کس کا ہے تیرے ماں باپ کون ہیں تو اگر بچہ کو نام یاد ہوں گے تو بتلا تو دے گا پھر کوئی نہ کوئی تمہارے پاس اس کو پہنچا دے گا اور اگر یاد نہ ہوا تو پوچھنے پر اتنا ہی کہے گا کہ میں اماں کا ہوں ابا کا ہوں یہ خبر نہیں کون اماں کون ابا۔

۱۵) ایک جگہ ایک عورت اپنا بچہ چھوڑ کر کہیں کام کو چل گئی پیچھے ایک بلی نے آ کر اس قدر نوچا کہ اس کی جان چلی گئی، اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک تو یہ کہ بچے کو کبھی تنہا نہ چھوڑنا چاہیے، دوسرے یہ کہ بلی کتے جانور کا کچھ اعتبار نہیں بعض عورتیں بیوقوفی کرتی ہیں کہ بلیوں کو ساتھ سلاتی ہیں بھلا اس کا کیا اعتبار، اگر رات کو

کہیں دھوکہ میں پنجہ دانت مار دے یا نرخرہ پکڑ لے تو کیا کرلو۔

۱۶) دوا ہمیشہ پہلے حکیم کو دکھلا لو، اور اس کو خوب صاف کرلو کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اناڑی پنساری دوا کچھ کی کچھ دے دیتا ہے، بعض دفعہ اس میں ایسی کوئی چیز ملی ہوتی ہے کہ اس کی تاثیر اچھی نہیں ہوتی اور جو دوا کسی بوتل یا ڈبیہ یا پڑیہ میں بچ جائے اس کے اوپر ایک کاغذ کی چٹ لگا کر اس دوا کا نام لکھ دو بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کسی کو اس کی پہچان نہیں رہی اس لیے چاہے کتنی ہی لاگت کی ؛ مگر پھینکنا پڑا اور بعض دفعہ غلط یاد رہی اور اس کو دوسری بیماری میں غلطی سے برت لیا اور اس نے نقصان کیا۔

۱۷) لحاظ کی جگہ سے قرض مت لو، اور زیادہ قرض بھی مت دو، اتنا دو کہ اگر وصول نہ ہو تو وہ تم کو بھاری نہ معلوم ہو۔

۱۸) جو کوئی بڑا یا نیا کام کرو، اول کسی سمجھدار دیندار خیر خواہ آدمی سے صلاح لے لو۔

۱۹) اپنا روپیہ پیسہ مال و متاع چھپا کر رکھو، ہر کسی سے اس کا ذکر نہ کرو۔

۲۰) جب کسی کو خط لکھو تو اپنا پتہ پورا اور صاف لکھو اور اگر اس جگہ پھر خط لکھو تو یوں نہ سمجھو کہ پہلے خط میں تو پتہ لکھ دیا تھا اب کیا ضرورت ہے کیونکہ پہلا خط خدا جانے ہے یا نہیں اگر نہ ہوا تو دوسرے آدمی کو کیسی دقت پڑے گی شاید اس کو زبانی بھی یاد نہ رہا ہو یا اَن پڑھ ہونے کی وجہ سے لکھنے والے کو نہ بتلا سکے۔

۲۱) اگر ریل کا سفر کرنا پڑے تو اپنا ٹکٹ بڑی حفاظت سے رکھو یا اپنے مردوں کے پاس رکھو، اور گاڑی میں غافل ہو کر زیادہ مت سوو، نہ کسی عورت مسافر سے اپنے دل کے بھید کہو، نہ اپنے اسباب اور زیور کا اس سے ذکر کرو اور کسی کی دی ہوئی چیز پان یا مٹھائی کھانا وغیرہ کچھ مت کھاؤ، اور زیور پہن کر ریل میں مت بیٹھو بلکہ اتار کر صندوقچہ وغیرہ میں رکھ لو، جب منزل پر پہنچ کر گھر جاؤ اس وقت جو چاہو پہن لو۔

۲۲) سفر میں کچھ خرچ ضرور پاس رکھو۔

۲۳) باؤلے آدمی کو مت چھیڑو نہ اس سے بات کرو جب اس کو ہوش نہیں خدا جانے کیا

کہہ بیٹھے یا کیا کر گزرے پھر ناحق تم کو شرمندگی اور رنج ہو۔

۲۴) اندھیرے میں ننگا پاؤں کہیں مت رکھو، اندھیرے میں کہیں ہاتھ مت ڈالو پہلے چراغ کی روشنی لے لو پھر ہاتھ ڈالو۔

۲۵) اپنا بھید ہر کسی سے مت کہو بعضے آدمی اچھوں سے بھید کہہ کر پھر منع کر دیتے ہیں کہ کسی سے کہنا مت، اس سے ایسے آدمی اور بھی کہا کرتے ہیں۔

۲۶) ضرور دوائیں ہمیشہ اپنے گھر میں رکھو۔

۲۷) ہر کام کا پہلے انجام سوچ لیا کرو اس وقت شروع کرو۔

۲۸) چینی اور شیشے کے برتن اور سامان بھی بلا ضرورت زیادہ مت خریدو کہ اس میں بڑا روپیہ برباد ہوتا ہے۔

۲۹) اگر عورتیں ریل میں بیٹھیں اور اپنے ساتھ کے مرد دوسری جگہ بیٹھے ہوں تو جس اسٹیشن پر اترنا ہو، ریل پہنچنے کے وقت اس اسٹیشن کا نام سن کر یا تختے پر لکھا ہوا دیکھ کر اترنا نہ چاہیے بعض شہروں میں دو تین اسٹیشن ہوتے ہیں شاید ان کے ساتھ کا مرد دوسرے اسٹیشن پر اترے اور یہ یہاں اتر پڑیں تو دونوں پریشان ہوں گے یا مرد کی آنکھ لگ گئی اور وہ یہاں نہ اترا اور یہ اتریں تب بھی مصیبت ہوگی بلکہ جب اپنے گھر کا مرد آ جائے تب اتریں۔

۳۰) سفر میں لکھی پڑھی عورتیں یہ چیزیں بھی ساتھ رکھیں ایک کتاب، مسئلوں کی پنسل کاغذ، تھوڑے سے کارڈ، وضو کا برتن۔

۳۱) سفر میں جانے والوں سے حتی الامکان کوئی فرمائش مت کرو کہ فلاں جگہ سے یہ خرید لانا، ہماری فلاں چیز فلاں جگہ رکھی ہے تم اپنے ساتھ لیتے آنا، یہ اسباب لیتے جاؤ فلانے کو پہنچا دینا یہ خط فلانے کو دے دینا، ان فرمائشوں سے اکثر دوسرے آدمی کو تکلیف ہوتی ہے اور اگر دوسرا بے فکر ہو تو اس کے بھروسے رہنے سے تمہارا نقصان ہوگا خط تو تین پیسے میں جہاں چاہو بھیج دو، اور چیز ریل میں منگا سکتی ہو یا

وہ چیز اگر یہاں مل سکتی ہو تو مہنگی لے سکتی ہو اپنی تھوڑی سی بچت کے واسطے دوسروں کو پریشان کرنا بہتر نہیں، بعض کام ہوتا تو ہے ذرا سا مگر اس کے بندوبست میں بہت الجھن ہوتی ہے اور اگر بہت ہی ناچار پڑے تو چیز کے منگانے میں پہلے دام بھی دے دو، اگر ریل میں آئے جائے تو کچھ زیادہ دام دے دو کہ شاید اس کے پاس خود اپنا اسباب بھی ہو، اور سب مل کر تولنے کے قابل ہو جائے۔

۳۲) ریل میں یا ویسے کہیں سفر میں انجان آدمی کے ہاتھ کی دی ہوئی چیز کبھی نہ کھائے بعضے شریر آدمی کچھ زہر یا نشہ کھلا کر مال اسباب لے بھاگتے ہیں۔

۳۳) ریل کی جلدی میں اس کا خیال رکھو کہ جس درجہ کا ٹکٹ تمہارے پاس ہے اس سے بڑے کرایہ کے درجہ میں مت بیٹھ جاؤ۔

۳۴) سینے میں اگر کپڑے میں سوئی اٹک جائے تو اس کو دانت سے پکڑ کر مت کھینچو، بعض دفعہ ٹوٹ کر یا پھسل کر تالو میں یا زبان میں گھس جاتی ہے۔

۳۵) ایک ناخن تراش ناخن تراشنے کو ضرور اپنے پاس رکھو۔

۳۶) بنی ہوئی دوا کبھی استعمال مت کرو جب تک اس کا پورا نسخہ کسی تجربہ کار سمجھدار حکیم کو دکھلا کر اجازت نہ لی جائے خاص کر آنکھ میں تو کبھی ایسی ویسی دوا ہرگز نہ ڈالنا چاہیے۔

۳۷) جس کام کا پورا بھروسہ نہ ہو، اس میں دوسرے کو کبھی بھروسہ نہ دے ورنہ تکلیف اور رنج ہوگا۔

۳۸) کسی کی مصلحت میں دخل اور صلاح نہ دے البتہ جس پر پورا اختیار ہو، یا جو خود پوچھے وہاں کچھ ڈر نہیں۔

۳۹) کسی کو ٹھیرانے پر یا کھانا کھلانے میں زیادہ اِصرار نہ کرے بعض دفعہ اس میں دوسرے کو الجھن اور تکلیف ہوتی ہے ایسی محبت سے کیا فائدہ جس کا انجام نفرت اور الزام ہو۔

۴۰) اتنا بوجھ مت اٹھاؤ جو مشکل سے اٹھے ہم نے بہت آدمی دیکھے ہیں کہ لڑکپن میں بوجھ اٹھالیا اور ایسا کوئی بگاڑ پڑ گیا جس سے ساری عمر کی تکلیف کھڑی ہوگئی، خاص کر لڑکیاں اور عورتیں بہت احتیاط رکھیں ان کے بدن کے جوڑ اور رگ پٹھے اور بھی کمزور نرم ہوتے ہیں۔

۴۱) سوا یا سوئی یا ایسی کوئی چیز چھوڑ کر مت اٹھو شاید کوئی بھولے سے اس پر بیٹھے اور وہ اس کے چبھ جائے۔

۴۲) آدمی کے اوپر سے کوئی چیز وزن کی یا خطرہ کی مت دو، اور کھانا پانی بھی کسی کے اوپر سے مت دو شاید ہاتھ سے چھوٹ جائے۔

۴۳) کسی بچہ یا شاگرد کو سزا دینا ہو تو موٹی لکڑی یا لات گھونسہ سے مت مارو، اللہ بچائے اگر کہیں نازک جگہ چوٹ لگ جائے تو لینے کے دینے پڑ جائیں اور چہرے اور سر پر بھی مت مارو۔

اگر کہیں مہمان جاؤ اور کھانا کھا چکو ہو تو جاتے ہی گھر والوں کو اطلاع کر دو؛ کیونکہ وہ لحاظ کے مارے خود پوچھیں گے نہیں چپکے چپکے سب فکر کریں گے خواہ وقت ہو یا نہ ہو، انہوں نے تکلیف جھیل کر کھانا پکایا، جب سامنے آیا تو تم نے کہہ دیا کہ ہم نے تو کھالیا اس وقت ان کو کتنا افسوس ہوگا تو پہلے ہی سے کیوں نہ کہہ دو، اس طرح اگر کوئی دوسرا تمہاری دعوت کرے یا تم کو ٹھیرائے تو گھر والے سے اجازت لو، اور اگر ایسی ہی مصلحت ہو جس سے تم کو خود منظور کرنا پڑے تو گھر والے کو ایسے وقت اطلاع کرو کہ وہ کھانا پکانے کا سامان نہ کرے۔

۴۵) جو جگہ لحاظ اور تکلف کی ہو وہاں خرید وفروخت کا معاملہ مناسب نہیں کیونکہ ایسی جگہ نہ بات صاف ہوسکتی ہے نہ تقاضا ہوسکتا ہے ایک دل میں کچھ سمجھتا ہے دوسرا کچھ سمجھتا ہے، انجام اچھا نہیں۔

۴۶) چاقو وغیرہ سے دانت مت کریدو۔

۴۷) پڑھنے والے بچوں کو دماغ کس طاقت کس غذا ہمیشہ کھلاتی رہو۔

۴۸) جہاں تک ممکن ہو تو رات کو تنہا مکان میں مت رہو، خدا جانے کیا اتفاق ہو، اور ناچار کی اور بات ہے بعضے آدمی یونہی مر کر رہ گئے اور کئی کئی روز کے بعد لوگوں کو خبر ہوئی۔

۴۹) چھوٹے بچوں کو کنویں پر مت چڑھنے دو؛ بلکہ اگر گھر میں کنواں ہو تو اس پر تختہ ڈلوا کر ہر وقت قفل لگائے رکھو اور ان کو لوٹا دے کر پانی لانے کے واسطے کبھی مت بھیجو، شاید وہاں جا کر خود ہی کنویں سے ڈول کھینچنے لگیں۔

۵۰) پتھر سل اینٹ بہت دنوں تک جو ایک جگہ رکھی رہتی ہے اکثر اس کے نیچے بچھو وغیرہ پیدا ہو جاتے ہیں اس کو دفعۃً مت اٹھا لو خوب دیکھ بھال کر اٹھاؤ۔

۵۱) جب بچھونے پر لیٹنے لگو تو اس کو کسی کپڑے سے پھر جھاڑ لو شاید کوئی جانور اس پر چڑھ گیا ہو۔

۵۲) ریشم اور اون کپڑوں کی تہوں میں نیم کی پتی اور کافور رکھ دیا کرو کہ اس سے کیڑا نہیں لگتا۔

۵۳) اگر گھر میں کچھ روپیہ پیسہ دبا کر رکھو تو ایک دو آدمی گھر کے جن کا تم کو پورا اعتبار ہو ان کو بھی بتلا دو ایک جگہ ایک عورت پانچ سو روپے میاں کی کمائی کے دبا کر مرگئی جگہ ٹھیک ٹھیک کسی کو معلوم نہیں تھی سارا گھر کھود ڈالا کہیں پتہ نہ لگا میاں غریب آدمی تھا خیال کرو کیسا صدمہ ہوا ہوگا۔

۵۴) بعضے آدمی تالا لگا کر کنجی بھی ادھر ادھر پاس ہی کو رکھ دیتے ہیں یہ بڑی غلطی کی بات ہے۔

۵۵) مٹی کا تیل بہت نقصان کرتا ہے اس کو نہ جلائیں اور چراغ میں بتی اپنے ہاتھ سے بنا کر ڈالیں جو نہ بہت باریک ہو نہ بہت موٹی، بعض نوکرانیاں بے تمیز بہت موٹی بتی ڈال دیتی ہیں مفت میں دوگنا تگنا تیل برباد ہو جاتا ہے اور چراغ میں بتی

اُکسانے کیلئے پابندی کے ساتھ ایک لکڑی یا لوہے پیتل کا تار ضرور رکھیں ورنہ انگلی خراب کرنی پڑتی ہے اور چراغ گل کرنے کے وقت احتیاط رکھیں اس پر ایسا ہاتھ نہ ماریں کہ چراغ ہی آ پڑے؛ بلکہ اس کیلئے پنکھا یا کپڑا مناسب ہے اور مجبوری کو منہ سے بجھادیں۔

۵۶) رات کے وقت اگر روپے وغیرہ گننا ہو بہت آہستہ سے گنو کہ آواز نہ ہو، اس کے ہزاروں دشمن ہیں۔

۵۷) جلتا چراغ تنہا مکان میں چھوڑ کر مت جاؤ اس طرح دیا سلائی سلگتی ہوئی ویسی ہی کہیں مت پھینک دو اس کو یا تو بجھا کر پھینکو یا پھینک کر جوتی وغیرہ سے مل ڈالو تاکہ بالکل اس میں چنگاری نہ رہے۔

۵۸) بچوں کو دیا سلائی سے یا آگ سے یا آتشبازی سے ہرگز کھیلنے مت دو، ہمارے پڑوس میں ایک لڑکا دیا سلائی کھینچ رہا تھا کرتے میں آگ لگ گئی تمام سینہ جل گیا ایک جگہ آتشبازی سے ایک لڑکے کا ہاتھ اڑ گیا۔

۵۹) پاخانہ وغیرہ میں چراغ لے جاؤ تو بہت احتیاط رکھو کہ کہیں کپڑوں میں نہ لگ جائے بہت آدمی اس طرح جل چکے ہیں خاص کر مٹی کا تیل تو اور بھی غضب ہے۔

بعض باتیں نیکیوں کی اور نصیحتوں کی

۱) پرانی باتوں کا کسی کو طعنہ دینا بری بات ہے، عورتوں کی ایسی بری عادت ہے کہ جن رنجوں کی صفائی اور معافی بھی ہو چکی ہے جب کوئی نئی بات ہوگئی، پھر ان رنجوں کے ذکر کو لے بیٹھیں گی یہ گناہ بھی ہے اور اس سے دلوں میں دوبارہ رنج و غبار بھی بڑھ جاتا ہے۔

۲) اپنے سسرال کی شکایت ہرگز میکے میں جا کر مت کرو، بعض شکایات گناہ بھی ہیں اور یہ بے صبری کی بھی بات ہے اور اکثر اس سے دونوں طرف رنج بھی بڑھ جاتا ہے۔ اسی طرح سسرال میں جا کر میکے کی تعریف یا وہاں کی بڑائی بھی مت کرو،

اس میں بھی بعض دفعہ فخر وتکبر کا گناہ ہوجاتا ہے اور سسرال والے سمجھتے ہیں کہ ہم کو بہو بے قدر سمجھتی ہے اس سے وہ بھی اس کی بے قدری کرنے لگتے ہیں۔

۳) زیادہ بکواس کی عادت مت ڈالو، ورنہ بہت سی باتوں میں کوئی نہ کوئی بات نامناسب ضرور نکل جاتی ہے جس کا انجام دنیا میں رنج اور عقب میں گناہ ہوتا ہے۔

۴) جہاں تک ہوسکے اپنا کام کسی سے مت لو، خود اپنے ہاتھ سے کرلیا کرو بلکہ دوسروں کا بھی کام کردیا کرو، اس سے تم کو ثواب بھی ہوگا اور اس سے ہر دلعزیز ہوجائے گی۔

(۵) ایسی عورتوں کو کبھی منہ مت لگاؤ، اور نہ کان دے کر ان کی بات سنو جو ادھر ادھر کی باتیں گھر میں آ کر سناویں، ایسی باتیں سننے سے گناہ بھی ہوتا ہے اور فساد بھی ہوجاتا ہے۔

۶) اگر اپنی ساس نند دیورانی جٹھانی یا دور نزدیک کے رشتہ دار کی کوئی شکایت سنو تو اس کو دل میں مت رکھو بہتر تو یہ ہے کہ اس کو جھوٹ سمجھ کر دل سے نکال ڈالو۔ اگر اتنی ہمت نہ ہو تو جس سے تم نے کہا ہے اس کا سامنا کرا کر منہ در منہ اس کو صاف کر لو اس سے فساد نہیں بڑھتا۔

۷) نوکروں پر ہر وقت سختی اور تنگی مت کیا کرو اور اپنے بچوں کی دیکھ بھال رکھو تا کہ نوکروں کو یا ان کے بچوں کو نہ ستانے پائیں کیونکہ یہ لوگ لحاظ کے مارے زبان سے تو کچھ نہ کہیں گے لیکن دل میں ضرور کوسیں گے پھر اگر نہ بھی کوسا جب بھی ظلم کا وبال اور گناہ تو ضرور ہوگا۔

۸) اپنا وقت فضول باتوں میں مت کھویا کرو اور بہت سا وقت اس کام کیلئے بھی رکھو کہ اس میں لڑکیوں کو قرآن اور دین کی کتابیں پڑھایا کرو، اگر زیادہ نہ ہو تو قرآن کے بعد یہ کتاب بہشتی زیور شروع سے ختم تک تو ضرور پڑھا دیا کرو، لڑکیاں چاہے اپنی ہوں یا پرائی ہوں ان سب کیلئے اس کا بھی خیال رکھو کہ ان کو ضرور ہنر بھی آجائیں؛ لیکن قرآن کے ختم ہونے تک ان سے دوسرا کام مت لو، اور جب

قرآن پڑھ چکیں اور صاف بھی کرلیں پھر صبح کے وقت پڑھا پھر جب چھٹی لے کر کھانا کھا چکیں ان سے لکھواؤ، پھر دن رہے سے ان کو کھانا پکانے کا اور سینے پرونے کا کام سکھاؤ۔

۹) جولڑکیاں تم سے پڑھنے آئیں ان سے اپنے گھر کے کام مت لو نہ ان سے اپنے بچوں کی ٹہل کراؤ، بلکہ ان کو بھی اپنی اولاد کی طرح رکھو۔

۱۰) نام کے واسطے کبھی کوئی فکر کوئی بوجھ اپنے اوپر مت ڈالو، گناہ کا گناہ مصیبت کی مصیبت۔

۱۱) کہیں آنے جانے کے وقت اس کی پابند مت بنو کہ خواہ مخواہ جوڑا ضرور ہی بدلا جائے زیور بھی سارا لادا جائے کیونکہ اس میں یہ نیت ہوتی ہے کہ دیکھنے والے ہم کو بڑا سمجھیں سو ایسی نیت خود گناہ ہے اور چلنے میں اس کے سبب دیر بھی ہوجاتی ہے جس سے طرح طرح کے حرج ہوجاتے ہیں۔ مزاج میں عاجزی اور سادگی رکھو کبھی جو کپڑے پہنے بیٹھی ہو یہ پہن کر چلی جایا کرو، کبھی اگر کپڑے زیادہ میلے ہوئے یا ایسا ہی کوئی موقع ہوا مختصر طور پر جتنا آسانی سے اور جلدی سے ہوسکا بدل لیا بس چھٹی ہوئی۔

۱۲) کسی سے بدلہ لینے کے وقت اس کے خاندان کے یا مرے ہوؤں کے عیب مت نکالو، اس میں گناہ بھی ہوجاتا ہے اور خواہ مخواہ دوسروں کو رنج ہوتا ہے۔

۱۳) دوسروں کی چیز جب برت چکو یا جب برتن خالی ہوجائے فوراً واپس کردو، اگر کوئی اتفاق سے اس وقت لے جانے والا نہ ملے تو اس کو اپنے برتنے کی چیزوں میں ملا جلا کر مت رکھو، بالکل علیحدہ اٹھا کر رکھ دو تاکہ وہ چیز ضائع نہ ہو، ویسے بھی بے اجازت کسی کی چیز برتنا گناہ ہے۔

۱۴) اچھا کھانے پینے کی عادت مت ڈالو۔ ہمیشہ ایک سا وقت نہیں رہتا پھر کسی وقت بہت مصیبت جھیلنی پڑتی ہے۔

۱۵) احسان کسی کا چاہے تھوڑا سا ہو اس کو کبھی مت بھولو، اور اپنا احسان چاہے جتنا ہو بڑا ہو، مت جتلاؤ۔

۱۶) جس وقت کوئی کام نہ ہو سب سے اچھا شغل کتاب دیکھنا ہے، اس کتاب کے ختم پر بعض کتابوں کے نام لکھ دیئے ہیں ان کو دیکھا کرو، اور جن کتابوں کا اثر اچھا نہ ہو ان کو کبھی مت دیکھو۔

۱۷) چلا کر کبھی مت بولو، باہر آواز جائے گی کیسی شرم کی بات ہے۔

۱۸) اگر رات کو اٹھو، اور گھر والے سوتے ہوں تو کھڑے کھڑے دھڑ دھڑ مت کرو، زور سے مت چلو تم تو ضرورت سے جاگیں بھلا اَوروں کو کیوں جگایا جو کام کرو، آہستہ کرو، آہستہ کواڑ کھولو، آہستہ پان لو، آہستہ تھوکو، آہستہ چلو، آہستہ گھڑا بند کرو۔

۱۹) بڑوں سے ہنسی مت کرو، بے ادبی کی بات ہے اور کم حوصلہ لوگوں سے بے تکلفی نہ کرو کہ وہ بے ادب ہو جائیں گے پھر تم کو ناگوار ہو گا یا وہ لوگ کہیں دوسری جگہ گستاخی کر کے ذلیل ہوں گے۔

۲۰) اپنے گھر والوں کی یا اپنی اولاد کی کسی کے سامنے تعریف مت کرو۔

۲۱) اگر کسی محفل میں سب کھڑے ہو جائیں تم بھی مت بیٹھی رہو کہ اس میں تکبر پایا جاتا ہے۔

۲۲) اگر دو شخصوں میں آپس میں رنج ہو تو تم ان دونوں کے درمیان ایسی بات کوئی مت کہو کہ اگر ان میں میل ہو جائے تو تم کو شرمندگی اٹھانی پڑے۔

۲۳) جب تک روپے پیسے نرمی سے کام نکل سکے سخت اور خطرہ میں نہ پڑو۔

۲۴) مہمان کے سامنے کسی پر غصہ مت کرو، اس سے مہمان کا دل ویسا کھلا ہوا نہیں رہتا جیسا کہ پہلے تھا۔

۲۵) دشمن کے ساتھ بھی اخلاق کے ساتھ پیش آؤ اس کی دشمنی نہ بڑھے گی۔

۲۶) روٹی کے ٹکڑے یوں ہی مت پڑے رہنے دو جہاں دیکھو اٹھا لو، اور صاف کر کے کھا لو، اگر نہ کھا سکو کسی جانور کو دے دو، اور دستر خوان جس میں ریزے ہوں، اس کو ایسی جگہ مت جھاڑو، جہاں کسی کا پاؤں آئے۔

۲۷) لڑکیوں پر تاکید رکھو کہ لڑکوں میں نہ کھیلا کریں کیونکہ اس میں دونوں کی عادت بگڑتی ہے اور جو غیر لڑکے گھر میں آئیں چاہے وہ چھوٹے ہی ہوں مگر اس وقت لڑکیاں وہاں سے ہٹ جایا کریں۔

۲۸) کسی سے ہاتھ پاؤں کی ہنسی ہرگز مت کرو اکثر تو رنج ہو جاتا ہے اور کبھی جگہ بے جگہ چوٹ بھی لگ جاتی ہے اور زبان سے بھی زیادہ ہنسی مت کرو جس سے دوسرا چڑنے لگے اس میں بھی تکرار ہو جاتی ہے خاص کر مہمان سے ہنسی کرنا اور بھی بیہودہ بات ہے جیسے بعضے آدمی براتیوں سے ہنسی کرتے ہیں۔

۲۹) اپنے بزرگوں کے سرہانے مت بیٹھو لیکن اگر وہ کسی وجہ سے خود حکم کے طور پر بیٹھنے کو کہیں تو اس وقت ادب یہ ہے کہ کہنا مان لو۔

۳۰) اگر کسی سے کوئی چیز مانگنے کے طور پر لو تو ایک تو اس کو خوب احتیاط سے رکھو اور جب وہ خالی ہو جائے فوراً اس کے پاس پہنچا دو، یہ راہ مت دیکھو کہ وہ خود مانگے اول تو اس کو خبر کیا کہ اب خالی ہو گئی، دوسرے شاید لحاظ کے مارے نہ مانگے اور شاید اس کو یاد نہ رہے پھر ضرورت کے وقت اس کو کیسی پریشانی ہو گی اس طرح کسی کا قرض ہو تو اس کا خیال رکھو کہ جب ذرا بھی گنجائش ہو فوراً جتنا ہو سکا قرض اتار دیا۔

۳۱) اگر کبھی کسی ناچاری میں کہیں رات بے رات پیدل چلنے کا موقع ہو تو چھڑے کڑے وغیرہ پاؤں میں سے نکال کر ہاتھ میں لے لو، راستہ میں بجاتی ہوئی مت چلو۔

۳۲) اگر کوئی بالکل تنہا کوٹھڑی وغیرہ میں ہو، اور کواڑ وغیرہ بند ہوں تو دفعۃً کھول کر اندر مت چلی جاؤ، خدا جانے وہ آدمی ننگا ہو، کھلا ہو، یا سوتا ہو، اور ناحق بے آرام ہو، بلکہ آہستہ آہستہ پہلے پکارو، اور اندر آنے کی اجازت لو، اگر وہ اجازت دے تو

اندر جاؤ، نہیں تو خاموش ہو جاؤ، پھر دوسرے وقت سہی، البتہ اگر کوئی بہت ہی ضرورت کی بات ہوتو پکار کر جگالو، جب تک وہ بول نہ پڑے تب تک اندر پھر بھی مت جاؤ۔

۳۳) جس آدمی کو پہچانتی نہ ہو، اس کے سامنے کسی شہر یا قوم کی برائی مت کروشاید وہ آدمی اس شہر یا اس قوم کا ہو پھر تم کو شرمندہ ہونا پڑے۔

۳۴) اسی طرح جس کام کا کرنے والا تم کو معلوم نہ ہوتو یوں مت کہو یہ کس بے وقوف نے کیا ہے یا ایسی ہی کوئی بات مت کہو، شاید کسی ایسے شخص نے کیا ہو، جس کا تم لحاظ کرتی ہو، پھر معلوم ہوئے پیچھے شرمندہ ہونا پڑے۔

۳۵) اگر تمہارا بچہ کسی کا قصور خطا کرے تو تم کبھی اپنے بچہ کی طرفداری مت کرو خاص کر بچے کے سامنے ایسا کرنا بچے کی عادت خراب کرنا ہے۔

۳۶) لڑکیوں کی شادی میں زیادہ یہ بات دیکھو کہ داماد کے مزاج میں خدا کا خوف اور دینداری ہو، ایسا شخص اپنی بی بی کو ہمیشہ آرام سے رکھتا ہے، اگر مال و دولت بہت کچھ ہو، اور دین نہ ہوتو وہ شخص اپنی بی بی کا حق ہی نہ پہچانے گا اور اس کے ساتھ وفاداری نہ کرے گا بلکہ روپیہ پیسہ بھی نہ دے گا اگر دیا بھی تو اس سے زیادہ جلا دے گا۔

۳۷) بعض عورتوں کی عادت ہے کہ پردے میں سے کسی کو بلانا ہوتو خبر کرنے کیلئے آڑ میں کھڑے ہو کر ڈھیلا پھینکتی ہیں بعض دفعہ وہ کسی کے لگ جاتا ہے ایسا کام کرنا نہ چاہیے جس میں کسی کو تکلیف پہنچنے کا شبہ ہو بلکہ اپنی جگہ بیٹھی ہوئی اینٹ وغیرہ کھٹ کھٹا دینا چاہیئے۔

۳۸) اپنے کپڑوں پر سوئی ڈورے سے کوئی نشان پھول وغیرہ بنا دیا کرو کہ دھوبی کے گھر کپڑے بدلے نہ جائیں ورنہ کبھی غلطی سے تم دوسرے کے اور دوسرا تمہارے کپڑے برت کر خواہ مخواہ گنہگار ہوگا اور دنیا کا بھی نقصان ہے۔

۳۹) عرب میں دستور ہے کہ جو کسی بزرگ آدمی سے کوئی چیز تبرک کے طور پر لینا چاہتے ہیں تو وہ چیز اپنے پاس سے ان بزرگ کے پاس لا کر کہتے ہیں کہ آپ اس کو ایک دو روز استعمال کر کے ہم کو دے دیجئے۔ اس میں ان بزرگ کو تردد نہیں کرنا پڑتا ورنہ اگر بیس آدمی کسی بزرگ سے ایک ایک کپڑا مانگیں تو ان کی گٹھری میں تو ایک چیتھڑا بھی نہ رہے ہمارے ہندوستان میں بے دھڑک مانگ بیٹھتے ہیں بعض دفعہ ان کو سوچ ہو جاتا ہے، اگر ہم لوگ بھی عرب کا دستور برتیں تو بہت مناسب ہے۔

۴۰) اگر کوئی شخص اپنی طرف سے کوئی بات کہے تو اگر اس کے خلاف مناسب جواب دینا ہو تو اپنی طرف سے جواب دو کسی اور کے نام سے مت کہو کہ تم یوں کہتے ہو، اور فلاں شخص اس کے خلاف کہتا ہے کیونکہ اگر اس دوسرے شخص کو اس نے کچھ کہہ دیا تو وہ سن کر رنجیدہ ہوگا۔

۴۱) محض اٹکل اور گمان سے بدون تحقیق کیے ہوئے کسی پر الزام مت لگاؤ اس سے بہت دل دکھتا ہے۔(۱)

ماں باپ اپنی بیٹی کو ہر حال میں شوہر کی اطاعت کا حکم کریں

ماں باپ کو چاہئے کہ وہ بیٹی کو شوہر کی اطاعت کا حکم کرتے رہیں، بیٹی کی ہر بات کو لاڈ و پیار میں لے کر میاں بیوی کے تعلقات میں بگاڑ کا سبب نہ بنیں۔

چنانچہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی سے فرمایا: تمہارے شوہر تمہارے دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور تمہارے والد سے بہت مشابہ ہیں۔(۲)

اس سے مقصود بیٹی کو شوہر کی اطاعت پر ابھارنا تھا۔

ایک موقع سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے پاس

---

(۱) اختری بہشتی زیور: دسواں حصہ: ۲-۱۹

(۲) تاریخ الخلفاء جلال الدین سیوطی: ۱۹۱

تشریف لے گئے، اس وقت وہ اپنے شوہر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سر کو دھو رہی تھیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خدمت کو دیکھ کر ارشاد فرمایا: اے بیٹی! اپنے خاوند عثمان کے ساتھ اچھا سلوک رکھا کریں اور حسنِ معاملہ کے ساتھ زندگی گذاریں، عثمان میرے اصحاب میں میرے ساتھ زیادہ مشابہ ہیں'' فانّه أشبه أصحابی بی خلقًا ''(۱)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اسماء رضی اللہ عنہا بنتِ ابو بکر حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، اور یہ ان پر سختی برتتے تھے، وہ ان کی شکایت لے کر اپنے والد محترم کے پاس آئیں، تو انہوں نے فرمایا:

یا بنیة! اصبری فانّ المرأة اذا کان لها زوج صالح ثم مات عنها فلم تزوج بعده جمع بینهما فی الجنّة (۲)

اے بیٹی! صبر اختیار کرو، چونکہ جب عورت کا شوہر انتقال کر جاتا ہے، وہ اس کے بعد نکاح نہیں کرتی تو اللہ عزوجل جنت میں دونوں کو یکجا فرماتے ہیں۔

یہاں پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے شوہر کی اطاعت اور ان کی سختی پر صبر کی تلقین اور فضائل وغیرہ کے ذکر کے ذریعہ ان کو بہر صورت شوہر کی اطاعت کی ترغیب دی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم جب کسی عورت کو اس کے شوہر کے پاس روانہ کرتے تو اس کو شوہر کی خدمت اور اس کے حقوق کی نگہداشت کا حکم کرتے: ''ان أصحاب رسول الله اذا زفوا امرأة علی زوجها یأمرونها بخدمة الزوج ورعایة حقّها ''(۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ ہم میں

---

(۱) کنز العمال: الاکمال من فضائل ذی النورین: حدیث: ۳۲۸۲۴

(۲) الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ۲۵۱/۸، دار صادر بیروت

(۳) فقه السنّة: وصایا الزوج: ۲۳۳/۲، دار الکتاب العربی، بیروت

سے نہیں جو بیوی کو شوہر کے خلاف اور نوکر کو آقا کے خلاف اُکسائے یا وَرغلائے ليس منا من خبب امرأة علٰى زوجها او عبدا علٰى سيده (۱)

میاں بیوی کے آپس کے اختلافات کا شرعی حل:

مندرجہ بالا حقوق میں کسی حق میں کوتاہی کی وجہ سے یا کسی اور نا معلوم سبب سے میاں بیوی کے آپس میں اختلافات پیدا ہو جائیں تو اس کو سلجھانے اور صلح وصفائی اور معاملہ کو رفع دفع کرنے کے لئے شریعت اسلام نے کئی قسم کے اصول بیان فرمائے ہیں:

۱۔ بیوی کے خلاف طبع کاموں پر صبر کرنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کوئی مومن شوہر اپنی مومنہ بیوی سے نفرت نہیں کرتا (یا یہ کہ اس کو نفرت نہیں کرنی چاہیے) اگر اس کی کوئی عادت ناپسندیدہ ہو گی تو دوسری کوئی عادت پسندیدہ بھی ہو گی:

''لايفرك مؤمن مؤمنة إن كره منها خلقا رضى منها اٰخر'' (۲)

مطلب یہ ہے کہ اگر شوہر اپنی بیوی کی عادت واطوار میں کوئی بات مرضی کے خلاف اور ناپسندیدہ معلوم ہو اور اچھی نہ لگے تو اس کی وجہ سے اس سے نفرت اور بے تعلقی کا رویہ اختیار نہ کرے اور نہ طلاق کے بارے میں سوچے بلکہ اس میں جو خوبیاں ہوں ان پر نگاہ رکھے، ان کی قدر وقیمت کو سمجھے۔

۲۔ بیوی سے بستر الگ کرنا:

اب اگر بیوی کی طرف سے خلافِ طبع چیزیں پیش آنے لگیں اور زبانی بول سے کام نہ چلے تو تنبیہ کرنے کی ضرورت ہو تو قرآن کریم نے دوسرا اصول یہ بیان فرمایا ہے کہ ان کا بستر الگ کر دو چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

---

(۱) ابوداؤد: باب فيمن خبب امرأة علٰى زوجها، حديث: ۲۱۷۷

(۲) مسلم: باب الوصية بالنساء، حديث: ۱۴۶۹

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا (۱)

”جو عورتیں ایسی ہو کہ تم (قرائن سے) ان کی بد دماغی کا (قوی) احتمال ہو تو ان کو (اول) زبانی نصیحت کرو اور (نہ مانیں) تو ان کو لیٹنے کی جگہ میں تنہا چھوڑ دو (یعنی ان کے پاس مت لیٹو) اور (اس سے بھی نہ مانیں تو) ان کو (اعتدال کے ساتھ) مارو، پھر اگر وہ تمہاری اطاعت شروع کر دیں تو ان پر زیادتی کرنے کے لئے بہانہ اور موقع مت ڈھونڈو۔

۳۔ بیوی کو مارنے کی حد:

ان دونوں شریفانہ سزاؤں سے عورت متنبہ ہوگئی تو جھگڑا یہیں ختم ہو گیا اور اگر اس شریفانہ سزا پر اپنی نافرمانی سے باز نہ آئی تو تیسرے درجہ میں معمولی مارنے کی بھی اجازت دے دی گئی ہے، جس کی حد یہ ہے کہ بدن پر مار کا اثر اور زخم نہ ہو، چہرہ پر نہ مارا جائے۔

مگر اس تیسرا درجہ کی سزا کو رسول اللہ ﷺ نے پسند نہیں فرمایا، بلکہ شریف اور بھلے لوگ ایسا نہیں کریں گے، اگر مار پیٹ سے بھی معاملہ درست ہو گیا تب بھی مقصد حاصل ہو گیا۔

۴۔ برادری کے حکم سے صلح کروائی جائے:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ یُّرِیْدَاۤ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا خَبِیْرًا ○ (۲)

---

(۱) نساء:۳۴

(۲) نساء:۳۵

اور اگر تم (اوپر والوں) کو ان دونوں (میاں بیوی) میں کشاکش کا اندیشہ ہو تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی جو تصفیہ کرنے کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے بھیجو اگر ان دونوں آدمیوں کو اصلاح منظور ہوگی تو اللہ تعالی ان (میاں بی بی) میں اتفاق فرماویں گے بلاشبہ اللہ تعالی بڑے علم اور بڑے خبر والے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ نرمی اور نصیحت بستر الگ کر لینا اور معمولی مار پیٹ وہ نظام تھا جس کے ذریعہ گھر کا جھگڑا گھر میں ہی ختم ہو جاتا، لیکن بعض اوقات ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ جھگڑا طول پکڑ لیتا خواہ اس وجہ سے کہ عورت کی طبیعت میں سرکشی ہو یا اس بنا پر کہ مرد کا قصور اور اس کی طرف سے بے جا تشدد ہو بہر حال اس صورت میں گھر کی بات باہر نکالنا لازمی ہے، لیکن عام عادت کے مطابق تو یہ ہوتا ہے کہ طرفین کے حامی ایک دوسرے کو برا بھلا کہتے ہیں اور الزام لگاتے ہیں، اس کے بجائے قرآن کریم نے یہ راہ بتائی کے فریقین کے لوگ آپس میں مل کر دونوں میں مصالحت کرائیں، اگر اللہ نے چاہا تو صلح اور اتفاق ہو جائے گا۔

طلاق ایک ناپسندیدہ آخری حل

شریعت کی نگاہ میں نکاح ایک پائیدار اور مضبوط رشتہ ہے، اسلام یہ چاہتا ہے کہ جب مرد وعورت نکاح کے پاکیزہ بندھن میں بندھ جائیں تو ان کا یہ رشتہ ابدی اور دائمی طور پر برقرار رہے، معمولی، معمولی باتوں اور ناچاقیوں کی وجہ سے اس میں دراڑیں نہ آجائیں؛ چونکہ نکاح کے اثرات نہ صرف مرد وعورت پر پڑتے ہیں، بلکہ اولاد کی تباہی وبربادی؛ بلکہ بسا اوقات خاندانوں اور قبیلوں میں اس کی وجہ سے فساد اور بگاڑ کی نوبت آجاتی ہے، اس لئے کبھی کبھار فریقین میں سے کسی کو طبعی طور پر ایک دوسرے کی جانب سے کچھ ناگواری ہوجائے تو نفس کو سمجھا بجھا کر درگذر کردینا چاہئے، نباہنے کیلئے حضور ﷺ نے مردوں کو کئی ایک طرح سے سمجھایا ہے اور نباہنے کا حکم دیا ہے، ایک حدیث میں حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ”لا يفرك مؤمن مؤمنة ان كره منها خلقاً رضى منها اخر“(۱) یعنی کوئی مرد کسی مومن عورت سے بغض نہ رکھے؛ کیونکہ اگر اس کی کوئی خصلت ناگوار ہوگی تو دوسری خصلت پسند آجائے گی اور عورتوں کو یہ بھی تعلیم دی کہ طلاق کا سوال ہرگز نہ اٹھائیں، نباہنے کی کوشش کریں، جہاں کہیں کچھ برتن ہوتے ہیں تو آپس میں کھٹ پٹ ضرور ہوتی ہے، ایسے ہی جب دو آدمی ایک ساتھ رہتے ہیں تو کبھی کبھی کچھ ناگواری کی صورت سامنے آہی جاتی ہے، اگر صبر سے کام نہ لیا جائے اور آپس میں ناگواری کے سہنے کا مزاج نہ بنایا جائے گا تو آپس میں نباہ نہیں ہوسکتا اور آئے دن طلاق کا سوال ہوتا رہے گا۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جو عورت بلا وجہ شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے: أيما امراة سالت زوجها

---

(۱) مسلم: باب الوصية بالنساء، حديث: ۱۴۶۹

طلاقا فی غیر ما باس فحرام علیه رائحة الجنة'' (۱)

آپ ﷺ نے نکاح کا حکم دیا اور طلاق سے منع فرمایا؛ اس لئے کہ اللہ تعالی اس طرح مزہ چکھنے اور ایک عورت یا مرد کی لذت اٹھا کر پھر اس سے جدائیگی اختیار کرنے والے مردوں اور عورتوں کو پسند نہیں کرتا ''انّ اللہ لا یحبّ الذوّاقین والذوّاقات''(۲)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ عزوجل کے نزدیک حلال چیزوں میں طلاق سے زیادہ کوئی چیز مبغوض نہیں ''ما أحلّ اللّٰہ شیئا أبغض الیه من الطلاق''(۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: شوہروں سے علیحدگی چاہنے والی اور خلع کا مطالبہ کرنے والی عورتیں نفاق والی عورتیں ہیں ''المنتزعات والمختلعات ھنّ المنافقات'' (۴)

مشہور حنفی عالم علامہ سرخسیؒ فرماتے ہیں:

محض ضرورت ہی کی بناء پر طلاق دینا جائز ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ''اللہ کی لعنت ہے ذائقہ چکھنے والے اور بہت زیادہ طلاق دینے والے پر اور اس عورت پر جس نے اپنے شوہر سے ناواجبی خلع کا مطالبہ کیا اس پر خدا اور تمام فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اور اس طرح کے الفاظ اس مرد کے بارے میں بھی مروی ہیں

---

(۱) ترمذی: المختلعات، حدیث:۱۱۸۶، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن کہا ہے، حاکم اور علامہ ذہبی نے ''المستدرک: کتاب الطلاق، حدیث:۲۸۰۹، اس کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

(۲) مجمع الزوائد: باب فیمن یکفر الطلاق، حدیث: ۷۷۶۲، علامہ ہیثمی نے کہا ہے کہ: اس کے ایک راوی کا پتہ نہیں ہے اور باقی سند حسن درجے کی ہے۔

(۳) ابوداؤد: باب کراھیة الطلاق، حدیث: ۲۱۷۷، حاکم نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے اور ذہبی نے اس کو مسلم کے شرط کے مطابق کہا ہے۔

(۴) السنن الکبریٰ للبیھقی: باب ما یکرہ للمرأۃ من مسألتھا، حدیث:۱۴۶۳۹، حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ: اس کی صحت میں نظر ہے، اس لئے کہ اکثر لوگوں کے یہاں حسن کا ابوہریرہ سے سماع ثابت نہیں ہے: فتح الباری: ۹/ ۴۰۳

جواپنی بیوی سے خلع کرے کہ یہ نعمتِ خداوندی کی ناشکری ہے ’’لعن اللّٰه كلّ ذوّاق مطلاق وقال: ايّما امرأة اختلعت من زوجها من غير نشوز فعليها لعنة اللّٰه والملئكة والناس أجمعين‘‘ (۱)

طلاق سے پہلے کے مراحل

طلاق باوجودیکہ ایک ناپسندیدہ فعل ہے؛ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اگر ازدواجی زندگی میں ناخوش گواری اور تلخی پیدا ہوجائے تو مردوعورت دونوں ہی کیلئے طلاق ایک ضرورت بن جاتی ہے، یہ دوا کا کڑوا گھونٹ طلاق ازدواجی ناخوشگواریوں کا ابتدائی حل نہیں؛ بلکہ اصلاحِ حال کا آخری مرحلہ ہے، اگر بیوی واقعی نافرمان ہواور وہ شوہر کواس کا جائزحق دینے سے گریزاں ہوتو اوّلاً وعظ وتذکیر اور پندونصیحت سے کام لیا جائے، اس کے باوجود اصلاحِ حال نہ ہوسکے تو گھر سے نکالے بغیر چند دن کیلئے بستر سے علیحدہ کردے

فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلاً (۱)

جن عورتوں سے تم کو نافرمانی کا اندیشہ ہوان کو سمجھاؤ اور بستروں پر ان کوعلیحدہ کردو، پھر اگر وہ تمہاری فرمانبردار ہوجائیں تو ان پر سختی کیلئے بہانہ نہ ڈھونڈو۔

پھر اگر یہ بھی طریقۂ کار اس کی اصلاحِ حال نہ کرسکے تو مناسب حدوں میں رہ کر اس کی فطری نزاکتوں اور کمزوری کو دھیان میں رکھتے ہوئے تھوڑی سی مار پیٹ بھی کرسکتے ہیں، اب اگر اصلاحِ حال ہوجائے تو بھی ایک بہتر رفیقِ زندگی کی طرح اس کے ساتھ رہا جائے، اگر یہ طریقۂ کار بھی کارآمد اور نفع بخش ثابت نہ ہوتو اس سے یہ پتہ چلا کہ وہ دونوں بذاتِ خود آپس کے اس فساد وبگاڑ کو دورنہیں کرسکتے، ایسی صورت میں حکم دیا:

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِنْ اَهْلِهٖ

(۱) المبسوط: کتاب الطلاق: ۵/۳ (۲) النساء: ۳۴

وَحَكَمًا مِنْ أَهْلِهَا، إِنْ يُرِيدَا إِصْلَاحًا يُوَفِّقِ اللهُ بَيْنَهُمَا، إِنَّ اللهَ كَانَ عَلِيمًا خَبِيرًا (۱)

اگران دونوں میں اختلاف کا شدید اندیشہ ہوتو مرد وعورت دونوں کی طرف سے ایک پنچ (حکم) بھیجو، اگر یہ دونوں واقعی اصلاح چاہیں گے تو اللہ ضرور ان دونوں کے درمیان موافقت پیدا کردے گا، بے شک اللہ علیم وخبیر ہے۔

یعنی دونوں خاندان کے سمجھدار، دیندار اور ہمدرد اور بہی خواہ حضرات باہم مصالحت کے ذریعہ دونوں کے درمیان نباہ اور جوڑ پیدا کرنے کی کوشش کریں، آپسی ناچاقیوں اور خلش کو حتی الامکان پاٹنے کی تگ ودوان کی جانب سے ہو؛ لیکن یہ ثالثی اور مصالحت کا عمل بھی کارگر نہ ہوا اور وہ دونوں ایک دوسرے سے یوں ہی نفرت کرتے ہوں تو پھر ایسی صورت میں شریعت نے طلاق کی اجازت دی ہے۔

طلاق کس طرح دی جائے

شریعت نے مرد کو تین درجے تین طلاق کی شکل میں دئے ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تینوں کو بیک جست عبور کرلیا جائے؛ بلکہ شریعت نے اوّلاً طلاق کو مبغوض قرار دیا ہے، پھر اگر مجبوری کی حالت میں اس کیلئے اقدام کرنا ہی پڑے تو اس حوالے سے سب سے بہتر طریقہ یہ بتلایا ہے کہ پاکی کی حالت میں جس میں بیوی سے مباشرت نہ ہوئی ہو لفظِ ’’طلاق‘‘ کے ذریعہ صرف ایک طلاق دی جائے، اس طلاق کے بعد مرد کو یہ حق رہے گا کہ عدت گذرنے سے پہلے پہلے اگر اپنے اس فیصلہ پر ندامت وشرمندگی ہو تو بیوی کو اپنی زوجیت میں لوٹالے اور اگر اپنے علیحدگی کے فیصلے پر یوں ہی قائم رہے تو اسے یوں ہی چھوڑ دے، عدت گذرنے کے بعد یہ رشتہ خود بخود ختم ہوجائیگا؛ لیکن اب بھی یہ گنجائش رہے گی کہ اگر دونوں میں مصالحت ہوجائے اور وہ دونوں یہ سوچ لیں کہ اس رشتہ کو باقی رکھنا ہے تو از سرِ نو نکاح کرسکتے ہیں۔

---

(۱) النساء:۳۵

لیکن اگر کوئی شخص اس ''طلاق احسن'' پر اکتفا نہ کرے، بلکہ دورانِ عدت مزید ایک اور طلاق صریح اور صاف لفظوں میں دے دے تو اس نے نکاح کو ختم کرنے کے دو درجے طے کر لئے؛ حالانکہ اس کی ضرورت نہ تھی اور ایسا کرنا شرعاً پسندیدہ بھی نہ تھا، مگر طلاق کے ان دو درجوں کے طے کرنے کے بعد بھی بات وہی رہے گی کہ عدت میں اسے بیوی کو اپنی زوجیت میں لوٹا لینے کا اختیار رہے گا اور عدت کے ختم ہونے پر بھی دونوں باہم رضا اور خوشی سے دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں، فرق صرف اس قدر ہوگا کہ دو طلاق کو اختیار کرنے میں شوہر نے اپنے اختیارات کی ایک اور کڑی توڑ لی اور اب اس سرحد پر پہنچ گیا ہے کہ اب اگر وہ ایک اور طلاق دے تو معاملہ ہمیشہ کیلئے ختم ہوجائیگا، اسی کو فرمایا: ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمۡسَاکٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِیۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ﴾(۱)) طلاق دو مرتبہ کی ہے پھر (دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد دو اختیار ہیں) خواہ یہ کہ رجعت کر کے عورت کو قاعدہ کے مطابق رکھ لے، خواہ (یہ کہ رجعت نہ کرے، عدت پوری ہونے دے اور اس طرح) اچھے طریقے سے اسے چھوڑ دے۔

مطلب یہ ہے کہ عدت کے دوران لوٹا لینے سے نئے نکاح کی ضرورت نہیں؛ بلکہ صرف روک لینا لوٹانے کے عمل کیلئے کافی ہے، اگر ایسا کر لیا تو پہلے نکاح ہی کی بنیاد پر رشتۂ نکاح قائم رہے گا؛ لیکن شوہر کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ اگر اس کا ارادہ اصلاحِ حال اور صلح وصفائی اور ایک ساتھ زندگی گذارنے کا ہو تو رجعت کیلئے اقدام کرے، ورنہ چھوڑ دے کہ عدت گذر کر زوجیت ختم ہو جائے اور وہ عورت کوئی دوسرا نکاح کر لے۔

اور اگر اس نے اس پر بھی بس نہیں کیا؛ بلکہ تیسری طلاق دے ڈالی تو اب اس نے اپنے سارے اختیارات ختم کر ڈالے تو اب اس کی سزا یہ ہوگی کہ وہ اسے دوبارہ نہیں لوٹا سکتا اور نہ بغیر دوسری شادی کے ان کے درمیان نکاح ہوسکتا ہے، اسی کو فرمایا: فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰى تَنۡكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهٗ (۲) پھر اگر دو طلاقوں کے

(۱) البقرۃ:۲۲۹ (۲) البقرۃ:۲۳۰

بعد تیسری طلاق بھی دے دے تو پھر وہ عورت اس تیسری طلاق دینے کے بعد حلال نہ ہوگی جب تک کہ اس خاوند کے سوا دوسرے شخص کے ساتھ عدت کے بعد نکاح کرے۔

ایک ہی دفعہ تین طلاقیں دینا سخت گناہ اور معصیت ہے، رسول اللہ ﷺ کو ایک شخص کی بیک وقت تین طلاق دینے کی اطلاع دی گئی تو آپ ﷺ جوشِ غضب میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ: اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل کیا جاتا ہے؛ حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں ''ثُمّ قال: ایلعب بکتاب اللّٰہ وانا بین اظھرکم''(۱) اتنے میں ایک شخص کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا میں اس کو قتل کر دوں؟

بہر حال دو طلاقوں تک قرآنِ حکیم سے ثابت ہے؛ اس لئے باتفاق ائمہ وفقہاء یہ طلاقِ سنت میں داخل ہے، یعنی بدعت نہیں۔

تیسری طلاق کے وجود کی طرف خود اسلوبِ قرآن میں واضح اشارہ پایا جاتا ہے، اسی بناء پر حضرت امام مالکؒ اور بعض ائمہ فقہاء نے تیسری طلاق کو مطلقاً ناجائز اور طلاقِ بدعت قرار دیا ہے، دوسرے ائمہ نے تین طہروں میں تین طلاقوں کو اگرچہ طلاقِ سنت میں داخل کہہ کر بدعت سے نکال دیا ہے، مگر اس کے غیر مستحسن ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں۔

جن احوال میں طلاق دینا ممنوع ہے

پھر شریعت نے ہر حالت میں طلاق دینے کو جائز قرار نہیں دیا؛ بلکہ بعض احوال میں جن میں طلاق دینے میں انسان کے غصے کا دخل ہو سکتا ہے، یا عورت کو تکلیف ہو سکتی ہے، طلاق دینا ممنوع قرار دیا، یہ پابندیاں بھی بتلائی ہیں کہ طلاق کوئی محمود فعل نہیں؛ بلکہ مذموم عمل ہے۔

---

(۱) نسائی: کتاب الطلاق الثلاث المجموعة وما فيه، حدیث: ۳۴۰۱، ابن الترکمانی نے اس حدیث کی سند کو صحیح کہا ہے: الجوہر النقی: ۷/ ۳۳۳، اس حدیث کی اسناد کو حافظ ابن قیمؒ نے صحیح علی شرط مسلم کہا ہے اور ''الجوھر النقی ''میں علامہ ماوردیؒ نے اس کی سند کو صحیح اور ابن کثیرؒ نے ''اسنادہ جیّد'' اور ابن حجرؒ نے ''رواتہ ثقات'' کہا ہے۔

شریعت نے تو سب سے پہلے یہ کہا کہ طلاق کا استعمال کرنا یہ اللہ کے نزدیک بہت ہی مبغوض ومکروہ عمل ہے، صرف مجبوری کی حالت میں اس کی اجازت دی۔

دوسری پابندی یہ لگائی کہ حالتِ غیض وغضب یا کسی وقتی اور ہنگامی ناگواری میں بھی طلاق کا استعمال نہ ہو؛ اس لئے حالتِ حیض میں طلاق دینے کو ممنوع قرار دیا اور حالتِ طہر میں جس میں عورت سے ہم بستری ہوچکی ہو، اس میں بھی طلاق دینے کو مکروہ کیا؛ چونکہ اس کی وجہ سے عورت کی عدت لمبی ہوجائے گی، اس کو تکلیف ہوگی، فرمایا: **وَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ** (۱) یعنی طلاق دینا ہو تو ایسے وقت میں دو کہ بلا وجہ عورت کی عدت طویل نہ ہوجائے۔

حالتِ حیض میں بھی طلاق ایسے وقت میں دے کہ بلا وجہ عورت کی عدت طویل نہ ہوجائے۔

حالتِ حیض میں بھی طلاق دینے پر حضور ﷺ نے سخت تنبیہ کی؛ اس لئے کہ اس زمانے میں عورتوں کے مزاج میں فطری طور پر تیزی اور چڑچڑاہٹ ہوتی ہے، ایسا ہوسکتا ہے اسی وقتی نزاع کی وجہ سے طلاق دی گئی ہو، یہ مدت گذر جائے اور تعلقات درست ہوجائیں، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو حیض کے زمانے میں طلاق دی، آپ ﷺ کو اطلاع ہوئی تو برہم ہوئے اور لوٹا لینے کو کہا کہ وہ جب حیض سے پاک ہوجائے تو طلاق دے۔

طریقۂ طلاق کے تین درجے

شریعت نے گرچہ طلاق کو آخری حل کے طور پر استعمال کرنے کی اجازت دی ہے؛ لیکن طلاق دینے کے مختلف درجات اور طریقے متعین کئے ہیں جس طریقۂ طلاق میں بآسانی نکاح کو دوبارہ بحال کیا جاسکتا ہو اور عورت پر سے مرد کا اختیار کم سے کم ختم ہوتا ہو اس کو ’’احسن‘‘ پھر اس سے کم درجے کو ’’حسن‘‘ اور اس کے بعد والے درجے کو ’’طلاقِ بائن‘‘ یا بدعی کہا جاتا ہے۔

---

(۱) الطلاق:۱

طلاقِ احسن: یہ ہے کہ ایک ساتھ تین طلاق نہ دی جائے؛ بلکہ صریح لفظوں میں صرف ایک طلاق دی جائے، یہ طلاق حیض کی حالت میں نہ ہو؛ بلکہ ایسی پاکی (طہر) کی حالت میں ہو جس میں ایک دفعہ بھی بیوی سے صحبت نہ کی ہو، اب ایک طلاق دینے کے بعد اگر وہ بیوی کو چھوڑنا چاہتا ہے تو اپنے حال پر چھوڑے، یہاں تک کہ عدت گذر جائے، اس طلاق کو احسن یعنی طلاق کا سب سے بہتر طریقہ اس لئے کہا کہ اس صورت میں عدت گذرنے تک بیوی کو لوٹانے کی گنجائش ہے اور عدت کے بعد بھی بغیر حلالہ (نکاحِ ثانی) کے دوبارہ نکاح کیا جاسکتا ہے نیز اس صورت میں عدت طویل نہیں ہوتی اور عورت کے حاملہ نہ ہونے کا اطمینان ہوجاتا ہے؛ نیز حالتِ حیض میں ایک طلاق بھی ایک ''طلاقِ احسن'' ہی شمار ہوگی۔

طلاقِ حسن: طلاقِ حسن یہ ہے کہ ایسی عورت جس سے صحبت ہوچکی ہو، اگر حائضہ ہو تو تین طہر میں اور حائضہ نہ ہو یا اب عمر کی زیادتی کی وجہ سے حیض آنا بند ہوگیا ہو تو تین ماہ میں ایک ایک حیض اور ایک ایک طہر کے وقفہ سے طلاق دی جائے، اس میں بھی طہر کا صحبت سے خالی ہونا ضروری ہے، البتہ نابالغہ، عمر رسیدہ اور حاملہ کو صحبت کے بعد بھی تین طلاق دے سکتے ہیں، یہ بیک وقت تین طلاق دینے سے بہتر ہے؛ کیونکہ اس میں شوہر کو پہلی اور دوسری طلاق کے بعد مزید غور وفکر کا موقعہ مل جاتا ہے اور رجعت کی گنجائش رہتی ہے، یہ طلاق اپنی اصل کے اعتبار سے خلافِ سنت اور بدعت ہی ہے؛ لیکن بیک وقت تین طلاق دینے کے مقابلے میں یہ صورت نسبتاً بہتر ہے؛ اس لئے اس کو طلاقِ حسن سے تعبیر کیا۔

طلاقِ بدعی: طلاقِ بدعی یہ ہے کہ ایک ہی دفعہ یا ایک ہی پاکی میں دو یا تین طلاقیں دی جائیں یا حالتِ حیض میں یا ایسی پاکی میں طلاق دے جس میں صحبت کرچکا ہے، طلاق کی یہ تینوں صورتیں سخت گناہ ہیں، ان کا ارتکاب جائز نہیں اور ان سے بچنا واجب ہے؛ لیکن اس طرح اگر طلاق دے دی جائے تو طلاق واقع ہوجائے گی۔(۱)

---

(۱) ردالمحتار:۴۱۸/۲

مذاق اور دھمکی کی طلاق واقع ہوجاتی ہے

بعض لوگوں کا معمول یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو مزاحاً لفظ صریح کے ذریعے طلاق دے بیٹھتے ہیں، یا بطور دھمکی اور ڈرانے کیلئے کہہ دیتے ہیں کہ میں نے تجھ کو طلاق دے دیا، تو جان لینا چاہئے کہ مذاق اور دھمکی کی طلاق بھی واقع ہوجاتی ہے؛ اس لئے اس سے بہت احتیاط کی ضرورت ہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دے کر جب پچھتاوا ہو تو یہ کہنے لگیں کہ میں نے طلاق کی نیت سے طلاق نہیں دی، یا میں بہت غصہ میں تھا یا عورت حمل سے تھی یا اس کی ناپاکی کا زمانہ تھا اور یہ باتیں اس لئے کریں کہ ان کے نزدیک غصہ میں یا حالت حمل وحیض میں طلاق نہیں ہوتی؛ حالانکہ طلاق کا تعلق زبان سے ہوتا ہے، جب زبان سے نکلے گی تو واقع ہوجائیگی، شوہر غصہ میں ہو یا رضامندی میں اور عورت حمل سے ہو یا ناپاکی کے ایام میں ہو، بہر صورت طلاق دینے سے طلاق واقع ہوجاتی ہے، بلکہ طلاق تو وہ چیز ہے جو شوہر کی زبان سے مذاق سے نکل جائے تو بھی اثر کرتی ہے، حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے: ''ثلاث جدّ ھنّ جدّ وھزلھنّ جدّ'' تین چیزیں ایسی ہیں جن میں اصلی نیت اور مذاق دونوں برابر ہیں یعنی بلانیت زبان سے نکالنے سے بھی اثر کرتی ہیں:

۱-نکاح ۲- طلاق ۳-رجوع کرلینا (طلاق رجعی کے بعد)۔(۱)

اور حضور ﷺ کا یہ بھی ارشاد گرامی ہے: ''من طلّق لاعبًا أو نکح لاعباً فقد جاز''(۲) جو شخص مذاق میں طلاق دے یا مذاق میں نکاح کرے تو یہ درست ہوجائیں گے۔

اس بارے میں یہ ارشادِ ربانی بھی ہے ''وَلَا تَتَّخِذُوْا اٰيَاتِ اللهِ هُزُوًا''(۳) اللہ کی آیتوں کو مذاق نہ بناؤ۔

---

(۱) ترمذی: باب الجد والھزل فی الطلاق، حدیث: ۱۱۸۴، امام ترمذی نے اس روایت کو حسن اور غریب کہا ہے۔

(۲) مصنف عبدالرزاق، باب ما یجوز من اللعب فی الطلاق، حدیث: ۱۰۲۴۴، علامہ ہیثمی فرماتے ہیں کہ: اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس میں معضل ہے اور اس کے رجال صحیح کے رجال ہیں: مجمع الزوائد: فیمن نکح او اعتق او طلق لاعبا، حدیث: ۷۵۳۰)

(۳) البقرۃ: ۲۳۱

بلکہ سبقتِ لسانی کی وجہ سے کچھ کہنے کے بجائے طلاق کہہ دیا تو بھی طلاق واقع ہوجائیگی ''کلّ طلاق جائز''(١) ہر طلاق جائز اور واقع ہوجاتی ہے۔

تین طلاق کے بعد حلالہ کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا

شریعت نے کس قدر آسانی رکھی ہے کہ اوّل تو طلاق دینے ہی سے منع فرمایا، پھر اگر کوئی طلاق دینا ضروری سمجھے تو اسے بتایا کہ ایک طلاق عورت کی پاکی کے زمانے میں دیدے کہ اس میں غصہ ٹھنڈا ہونے اور سوچ وبچار کرنے کا خوب اچھی طرح موقع مل جاتا ہے، کسی نے صاف لفظوں میں ایک ساتھ دو طلاقیں دے دیں تو بھی وہ رجعی ہوں گی اور اگر غیر حاملہ عورت کو پاکی کے زمانہ میں ایک طلاق صاف لفظوں میں دیدے اور رجوع نہ کرے اور اس کے بعد جو پاکی کا زمانہ آئے اس میں ایک اور طلاق دے دے تو دوسری طلاق بھی رجعی ہوگی اور اس کا حکم بھی وہی ہوگا جو پہلی طلاق کا تھا، پھر اگر تیسری پاکی کے زمانہ میں ایک اور طلاق دیدے تو طلاقِ مغلّظہ ہوگی یا بیک وقت تین طلاقیں دیدے تو بھی واقع ہوجائیں گی، تین طلاقوں کے بعد آپس میں بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا، مطلب یہ ہے کہ جب تین طلاق ملنے والی عورت نے عدت گذار کر دوسرے مرد سے نکاح کرلے اور اس شوہر سے میاں بیوی والا کام بھی ہوجائے، پھر وہ اس کو اپنی مرضی سے طلاق دے دے یا مرجائے تو عدت گذار کر پہلے شوہر سے نکاح کرسکتی ہے، ارشادِ خداوندی ہے: فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ(٢) یعنی اگر شوہر نے تیسری طلاق دے دی تو اس کیلئے حلال نہ ہوگی جب تک کہ اس کے علاوہ دوسرے شوہر سے نکاح کرلے۔

اگر دوسرے شوہر سے صرف نکاح ہوجائے اور نکاح کرکے طلاق دیدے یا

---

(١) ترمذی: طلاق المعتوہ، حدیث:١١٩١، امام ترمذی فرماتے ہیں کہ: اس روایت کو مرفوعا صرف عطاء بن عجلان نے نقل کیا ہے اور عطا بن عجلان ضعیف ہیں۔

(٢) البقرۃ:٢٣٠

مرجائے تو پہلے شوہر کیلئے حلال نہ ہوگی، اس کے حلال ہونے کیلئے یہ شرط ہے کہ دوسرا شوہر اس عورت سے میاں بیوی والا تعلق بھی قائم کرلے، اس کے بعد طلاق دے دے یا وفات پا جائے اور عدت گذر جائے تو پہلے شوہر کیلئے اس سے نکاح کرنا جائز ہوگا، اس شرط کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس روایت میں ذکر کیا گیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رفاعہ قرظی رضی اللہ عنہ کی (سابقہ) بیوی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور عرض کیا میں (پہلے) رفاعہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھی (یعنی ان کے نکاح میں تھی) انہوں نے مجھے پکی طلاق دے دی (یعنی تین طلاقیں دے کر جدا کر دیا ،ان کی عدت گذارنے کے بعد) میں نے عبدالرحمن بن زبیر رضی اللہ عنہ سے نکاح کیا (میں نے ان کو ازدواجی حقوق ادا کرنے کے قابل نہ پایا) ان کے پاس ایسی چیز ہے جیسے کپڑے کا پلو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ خاتون کی بات سن کر سوال فرمایا: کیا تم یہ چاہتی ہو کہ (اس سے طلاق لے کر عدت گذرنے کے بعد) رفاعہ رضی اللہ عنہ سے دوبارہ نکاح کرلو؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں، یہی میں چاہتی ہوں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں! (ایسا نہیں ہوسکتا) رفاعہ کے نکاح میں دوبارہ آنے کا کوئی راستہ نہیں) جب تک کہ تم اس دوسرے شوہر سے تھوڑی لذت حاصل نہ کرلو اور وہ تم سے تھوڑی لذت حاصل نہ کرلے ”قال: لا حتّی تذوقی عسیلته ویذوق عسیلتك“(۱)

حلالہ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی سے یہ معاہدہ کیا جائے کہ تم اس عورت سے نکاح کرلو اور حلالہ کی شرط پوری کر کے چھوڑ دینا کہ شوہر اول سے نکاح ہوسکے، ایسا معاملہ اور معاہدہ شرعاً ممنوع ہے، گرچہ اس طرح کی شرط لگا کر کسی سے نکاح کرادیا اور حلالہ کی شرطیں پوری ہوگئیں تو شوہرِ اوّل کیلئے حلال ہوجائیگی؛ لیکن اس طرح کرنا نہایت مبغوض اور عنداللہ ناپسندیدہ چیز ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ”لعن رسول اللّٰہ

---

(۱) بخاری: باب شهادة المختبی، حدیث: ۲۴۹۶

المحلّل والمحلّل له''(۱) یعنی رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ہے جو حلالہ کرے اور جس کیلئے حلالہ کیا جائے۔

خلع کا طریقہ

اسلامی تعلیمات کا اصل رخ یہ ہے کہ نکاح کا معاملہ اور معاہدہ عمر بھر کیلئے ہو، اس کے توڑنے اور ختم کرنے کی نوبت بالکل ہی نہ آئے؛ لیکن بعض ایسی صورتیں پیش آتی ہیں کہ اصلاحِ حال کی تمام کوششیں ناکام ہوجاتی ہیں اور نکاح سے مطلوبہ ثمرات حاصل ہونے کے بجائے فریقین کا آپس میں مل کر رہنا عذاب بن جاتا ہے، اس لئے شریعت نے بعض دوسرے مذاہب کی طرح یہ بھی نہیں کہا کہ رشتۂ ازدواج بالکل ناقابلِ فسخ ہی رہے؛ بلکہ طلاق اور فسخ کا قانون بنایا، طلاق کا اختیار تو صرف مرد کو دیا جس میں عادۃ فکر وتدبر کا مادہ عورت سے زائد ہوتا ہے، عورت کے ہاتھ میں اللہ نے طلاق کا اختیار نہیں دیا کہ وہ وقتی تاثرات سے مغلوب ہوکر طلاق نہ دے ڈالے؛ لیکن عورت کو بالکل اس حق سے محروم نہیں رکھا کہ وہ شوہر کے ظلم کو سہتی رہے؛ بلکہ اس کو یہ حق دیا کہ اگر وہ شوہر کو کسی وجہ سے ناپسند کرتی ہو کہ اس کے ساتھ کسی قیمت پر نباہ ممکن ہی نہ رہا ہو تو اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ وہ شوہر کو سمجھا بجھا کر طلاق دینے کیلئے آمادہ کرے، ایسی صورت میں شوہر کو بھی چاہئے کہ جب نکاح کے رشتہ کو خوشگواری کے ساتھ نبھتا نہ دیکھے اور یہ محسوس کرلے کہ اب یہ رشتہ دونوں کیلئے ناقابلِ برداشت بوجھ کے سوا کچھ نہیں رہا تو وہ شرافت کے ساتھ اپنی بیوی کو ایک طلاق دے کر چھوڑ دے؛ تاکہ عدت گذرنے کے بعد یہ جہاں چاہے نکاح کرسکے۔

لیکن اگر شوہر اس پر راضی نہ ہو تو عورت کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ شوہر کو کچھ مالی معاوضہ دے کر اس سے طلاق حاصل کرلے، عموماً اس غرض کیلئے عورت مہر معاف کردیتی

---

(۱) ابوداؤد: باب فی التحلیل، حدیث: ۲۰۷۶، حاکم اور ذہبی نے اس کو صحیح کہا ہے: المستدرک: کتاب الطلاق، حدیث: ۲۸۰۴

ہے اور شوہر اسے قبول کر کے عورت کو آزاد کر دیتا ہے، اس کیلئے اسلامی شریعت میں جو خاص طریقہ کار مقرر ہے اسے فقہ کی اصطلاح میں ''خلع'' کہا جاتا ہے؛ لیکن اگر زیادتی شوہر کی طرف سے ہو تو فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ شوہر کیلئے معاوضہ لینا جائز نہیں، خلع کے اس طریقہ کے بارے میں اس حدیث سے روشنی پڑتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی (جمیلہ یا حبیبہ) حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ جو میرے شوہر ہیں مجھے ان کی عادت وخصلت اور دین داری کے بارے میں کوئی ناراضگی نہیں ہے (کیونکہ وہ دیندار بھی ہیں اور اخلاق بھی اچھے ہیں، اس سب کے باوجود میری طبیعت کا ان سے جوڑ نہیں، اور ان کے ساتھ رہنے کو جی نہیں چاہتا، اس صورت میں اگر میں ان کے ساتھ رہوں تو ان کے حقوق ضائع ہونے کا اندیشہ ہے، ایک اچھے آدمی کے ساتھ رہوں اور وہ اخراجات برداشت کرے اور اس کے حقوق کی ادائیگی نہ ہو یہ بات ناشکری کی ہے) لیکن میں مسلمان ہوتے ہوئے ناشکری کو ناپسند کرتی ہوں (لہٰذا میری اور ان کی جدائی ہو جائے تو بہتر ہے) یہ سن کر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا (طلاق کے بدلہ) تو اس کا باغیچہ واپس کر دوگی (جو اس نے مہر میں دیا ہے) اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ: ہاں، میں واپس کر دوں گی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم باغیچہ قبول کرلو اور (اس کے عوض) اس کو ایک طلاق دے دو ''اقبل الحديقة وطلّقها تطليقة ''(۱)

دورِ حاضر کے حکام کا خلع اور فسخِ نکاح کے بارے میں غیر شرعی طریقۂ کار

آج کل کے حکام نے جو یہ طریقۂ کار اختیار کر رکھا ہے کہ جہاں عورت نے استغاثہ کیا نکاح فسخ کرنے کا فیصلہ دے دیا اور اس کا نام خلع رکھ دیا یہ سراسر غیر شرعی طریقہ ہے، بعض مرتبہ شوہر تک پیغام پہنچتا بھی نہیں یا وہ حاضرِ عدالت ہوتا ہے اور بیوی کو بیوی کی

---

(۱) بخاری: باب الخلع وکیفیۃ الطلاق، حدیث: ۴۹۷۱

طرح ادائیگی حقوق کے ساتھ رکھنا چاہتا ہے، پھر بھی بعض حکام نکاح فسخ کردیتے ہیں اور عورت کی ناپسندیدگی ہی کو حق خلع استعمال کرنے کی دلیل بنا کر جدائیگی کا فیصلہ کردیتے ہیں، یہ طریقۂ کار یورپ کے قوانین سے تو جوڑ کھاتا ہے مگر شریعت کے بالکل خلاف ہے، یہ نہ تو شرعی خلع ہے (کیونکہ فیصلہ مرد کی مرضی کے بغیر کردیا جاتا ہے)اور نہ اس طرح فسخ کردینے سے نکاح فسخ ہوتا ہے اور ایسے فیصلہ کے بعد دوسرے مرد سے نکاح کرنا درست نہیں ہوتا۔

بعض حالات میں حاکمِ مسلم کو نکاح فسخ کردینے کا حق ہے مگر مخصوص اسباب اور مخصوص طریقۂ کار کے بغیر فسخ کردینے سے نکاح فسخ نہیں ہوسکتا، جن اسباب کی وجہ سے نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے وہ یہ ہیں:

۱- شوہر کا پاگل ہونا۔

۲- متعنت ہونا (جو نان ونفقہ نہ دے)۔

۳- نامرد ہونا۔

۴- مفقود الخبر ہونا (گمشدہ) ہونا جس کی موت وحیات کا پتہ نہ ہو۔

۵- غائب غیر مفقود ہونا جس کی زندگی کا علم تو ہو مگر پتہ نہیں کہ کہاں ہے، ان اسباب کی بنیاد پر مخصوص شرائط اور حدود وقیود کے ساتھ مسلم حاکم نکاح فسخ کرسکتا ہے۔

طلاق کے نتائج واثرات

طلاق دینے میں اور میاں بیوی کے درمیانی تعلقات کو ختم کرنے کیلئے کچھ دیر نہیں لگتی، زبان سے صرف لفظ طلاق کے تین بول ان تعلقات اور میان بیوی کے رشتۂ ازدواج کو ختم کرنے کیلئے کافی ہیں، لیکن اس طلاق کے نتیجہ میں برے اثرات اور نتائج مرتب ہوتے ہیں، طلاق کیلئے اقدام کرنے سے پہلے ان کو بھی ملحوظ رکھا جائے، پھر طلاق کیلئے اقدام کی جرأت بے جا نہ ہوسکے گی۔

طلاق کے بعد اس کے نتیجہ میں جو اثرات مرتب ہوتے ہیں، مندرجہ ذیل ہیں:

۱- عورت پر عدت واجب ہوتی ہے

عدت یہ عد سے ماخوذ ہے جس کے معنی شمار کرنے کے ہوتے ہیں:

عدت کی شرعی تعریف یہ ہے کہ نکاح یا......نکاح کے زائل ہونے پر ایک مدت معینہ تک انتظار کرنا مطلقہ عورت کی عدت جس کو ماہواری آرہی ہو، یہ دیکھا جائیگا کہ یہ شوہر کے یہاں گئی ہے یا نہیں گئی، اگر شوہر کے یہاں نہیں گئی یعنی میاں بیوی میں یکجائی نہیں اور صرف نکاح کے بعد طلاق ہوگئی تو عورت پر کوئی عدت لازم نہیں۔(۱)

اور اگر نکاح کے بعد یکجائی ہوئی ہے تو دیکھا جائے کہ عورت کو حمل ہے یا نہیں، اگر عورت کو حمل ہو تو اس کی عدت وضعِ حمل ہے (خواہ اس میں سال لگ جائے یا مہینہ یا ایک دن میں وضعِ حمل ہو) اور اگر اُسے حمل نہ ہو تو اس کی مدت یہ ہے کہ تین ماہواری گذر جائے۔(۲)

اگر عورت کو طلاق ایسی حالت میں ہوتی کہ اُسے حیض ہی نہیں آیا یا زیادہ عمر کی وجہ سے حیض آنا بند ہوگیا تو اس کی مدت تین ماہ ہے۔(۳)

۲- شوہر پر عدت کا نفقہ دینا ہوگا

جس عورت کو طلاق دی گئی ہو اس کے عدت کے زمانہ کا نان ونفقہ اور رہنے کا گھر طلاق دینے والے شوہر ہی کے ذمہ ہے، بشرطیکہ عورت شوہر کے دیئے ہوئے اس گھر میں عدت گذارے جس میں طلاق سے پہلے رہتی تھی، شریعت نے عورت کو عدت گذارنے کو کہا ہے، لیکن اس دوران اس کے نان ونفقہ اور اس کے رہنے سہنے کا نظم شوہر کو کرنا ہے، چونکہ طلاق کی وجہ شوہر بنا ہے اور شوہر کے طلاق دینے کی وجہ سے اس کو عدت گذارنی پڑ رہی ہے، وہ اس دوران کسی دوسرے سے نکاح بھی نہیں کرسکتی، اس لئے طلاق دینے والا شخص بقدرِ استطاعت اس دوران اس کے کھانے پینے، کپڑوں اور رہنے کا نظم کرے۔

---

(۱) سورۃ الاحزاب: (۲) البقرۃ:۲۲۸ (۳) الطلاق:۴

۴- دودھ پلانے کی اُجرت

اگر طلاق کے بعد عورت بچے کو دودھ پلائے تو اُسے مدتِ رضاعت میں دودھ پلانے کی اُجرت شوہر کو دینی ہوگی، اور دودھ پلانے کیلئے اس پر زور زبردستی نہیں کی جاسکتی، ہاں اگر بچہ اس کے علاوہ کسی کے دودھ کو قبول نہ کرے یا کوئی دوسری عورت دودھ پلانے والی نہ ہو اور بچے کی ملک میں بھی کچھ نہ ہو، باپ بھی تنگ دست ہو تو یہی عورت دودھ پلائے گی، اور اُسے اجرتِ مثل دیں گے اور اگر یہ اُجرتِ مثل سے زائد کا مطالبہ کرے گی تو اس کا حقِ رضاعت ساقط ہو جائیگا، اس کی تفصیل دیکھئے: (۱)

۵- مطلقہ بیوی کا حقِ پرورش

مطلقہ عورت بچے کی پرورش کرے گی، بچی کی شادی ہونے اور بچے کے بالغ ہونے تک اور مطلقہ عورت کو شوہر کی جانب سے سات سال تک حضانت اور پرورش کی اُجرت بھی دینی ہوگی، چونکہ اس عمر کو پہنچنے کے بعد یہ خود کفیل ہو جاتے ہیں، البتہ شوہر کو اب بھی بچے اور بچی کے کھانے پینے اور عورت کے ان کو لے کر رہنے کیلئے گھر کا نظم کرنا ہے، بیوی جہاں چاہے بچوں کو لے کر نہیں جاسکتی، لیکن یہ اولاد مرد کی ہوگی عورت کی نہیں۔ (۲)

۶- شوہر کو متعہ دینا ہوگا

غیر مدخولہ عورت یعنی جس سے صحبت نہ کی گئی ہو، اس کو متعہ دینا واجب ہے اور مدخول بہا کو متعہ دینا مستحب ہے، متعہ کی کوئی حد متعین نہیں، میاں بیوی کے احوال کے اعتبار سے اور گنجائش کے اعتبار سے دینا ہوگا۔

بہر حال ان احکام کے ذکر کرنے کا مقصود یہ ہے کہ طلاق کوئی اتنا آسان عمل نہیں ہے کہ فوراً اس کیلئے اقدام کیا جائے، اس کے ثمرات اور نتائج سے بے فکر اور اس کی وجہ

---

(۱) الطلاق واثاره المعنويه والماليه فى الفقه الاسلامى: وفا معتوق حمزه فراش، مطبوعة وزارة التعليم العالى، جامعة ام القرىٰ۔

(۲) الطلاق واثاره المعنويه والماليه فى الفقه الاسلامى: ۵۱۵

سے بعد میں عائد ہونے والی ذمہ داریوں سے چشم پوشی کرلی جائے، ہرگز طلاق کے بعد یہ تمام مراحل کو عورت پر عدت گذارنی ہوگی، شوہر کو دورانِ عدت اس کے نان ونفقہ اور کپڑے کا نظم کرنا ہوگا اور اولاد کا حق ماں کو ہوگا، ان کے نان ونفقہ کا ذمہ دار باپ ہوگا اور باپ کو اگر بچہ چھوٹا ہے تو اُسے دودھ پلانے کی اُجرت دینی ہوگی اور متعہ وغیرہ دے کر عورت کو رخصت کرنا ہوگا، موجودہ زمانہ کورٹ کچہری کے اخراجات اور دونوں خاندانوں میں نفسیاتی تناؤ اور ذہنی اَذیت مزید برآں وقت کی بربادی اور دوسرے نکاح کی دشواری کو دیکھتے ہوئے اس سے بہتر یہ ہے کہ بالکل ناگزیر احوال میں ہی طلاق کیلئے اقدام کیا جائے، اس سے قبل بہت زیادہ سوچ بچار کریں تب اس کیلئے اقدام کریں، بیوی کا کیا حق ہوگا؟ بچوں کا پرسان حال کون ہوگا، پھر خود اس کی زندگی اور دوسرے نکاح کیلئے اخراجات وغیرہ یہ سارے مسائل سوچ کر طلاق کیلئے کوئی اقدام کرے۔

طلاق کے بعد غیر مقلد ہوجانا:

بعض دفعہ بیوی کو تین طلاق دینے کے بعد اپنے پاس رکھنے کے لئے ائمہ اربعہ کے کے اجماعی مذہب اور قرآن وحدیث کے صریح نصوص میں کوئی گنجائش نہیں ملتی تو غیر مقلدین کے مذہب کو اختیار کر لیتے ہیں جو ایک صریح حرام فعل ہے، ایک بیوی کے خاطر آدمی اپنے دین ومذہب میں متزلزل ہوجائے اس سے بڑا نقصان اور کیا ہوگا؟

تین طلاق کے بعد مرتد ہوجانا:

بعض لوگوں کے بارے میں یہ بھی دیکھا اور سنا گیا ہے کہ تین طلاقوں کے بعد جب بیوی کو اپنے پاس روکنے کا کوئی شرعی راستہ نظر نہیں آتا تو دین اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہوجاتے ہیں، نعوذ باللہ، صد افسوس جس بیوی سے لڑ جھگڑ کر پہلے سے زندگی تلخ ہوچکی ہے حتی کہ طلاق کی نوبت آگئی اس کو زندگی میں لانے کے لئے دین وایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

مصادر ومراجع

قرآنیات

القرآن الکریم	
تفسیر ابن کثیر	دار الفکر بیروت
درمنثور للسیوطی	مرکز ہجرۃ للبحوث والدراسات العربیۃ
احکام القرآن للجصاص	دار الکتب العلمیۃ، بیروت
روح المعانی للآلوسی	دار احیاء التراث العربی، بیروت
المحرر الجویز لابی محمد الاندلسی	دار الکتب العلمیۃ لبنان
بیان القرآن	مولانا اشرف علی تھانوی

کتب حدیث وشروح حدیث

بخاری محمد بن اسماعیل البخاری	دار ابن کثیر بیروت
مسلم: لمسلم بن الحجاج القشیری	دار احیاء التراث العربی
ترمذی محمد بن عیسی الترمذی	دار احیاء التراث العربی
ابوداؤد: لسلیمان بن اشعث	دار الفکر بیروت
نسائی لاحمد بن شعیب	مکتبۃ المطبوعات الاسلامیۃ
ابن ماجۃ احمد بن یزید القزوینی	دار الفکر بیروت
مؤطا مالک للامام مالک بن انس	مؤسسۃ زائد بن سلطان
مسند احمد للامام احمد بن حنبل	مؤسسۃ قرطبۃ القاھرۃ

مسند ابو یعلی احمد بن علی	دار المأمون للتراث، دمشق
مسند الشافعی محمد بن ادریس الشافعی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
مسند البزار احمد بن عمر البزار	دار الکتب العلمیۃ بیروت
دار قطنی لعلی بن عمر	دار المعرفۃ بیروت
مصنف ابن أبی شیبہ ، ابوبکر ابن شیبۃ	دار الفکر بیروت
المعجم الکبیر	ابو القاسم سلیمان بن احمد مکتبہ العلوم والحکم والموصل
المعجم الاوسط	ابو القاسم سلیمان بن احمد دار الحرمین القاهرة
السنن الکبری، احمد بن حسین البیہقی	دائرۃ المعارف حیدر آباد
شعب الایمان، احمد بن حسین البیہقی	دار الکتب العلمیۃ بیروت
المستدرک، ابو عبد اللہ حاکم نیشا فوری	دار الکتب العلمیۃ بیروت
الترغیب والترهیب، عبد العظیم المنذری	دار الکتب العلمیۃ بیروت
کنز العمّال، علی بن حسام الدین المتقی	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت
الطبقات الکبریٰ ، محمد بن سعد بن منیع	دار صلاء بیروت
مجمع الزوائد للهیثمی	دار الفکر بیروت
الأدب المفرد، محمد بن اسماعیل بخاری	دار البشائر الاسلامیۃ بیروت
الزهد لامام احمد بن حنبل	دار الریان للتراث القاهرة
الکبائر محمد بن عثمان الذهبی	دار الندوۃ الجدیدۃ بیروت
البرّ والصلۃ، لابن الجوزی	دار الوطن الریاض
فتح الباری، احمد بن حجر عسقلانی	دار الفکر بیروت
شرح مشکل الآثار، ابو جعفر الطحاوی	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت

مرقاۃ المفاتیح، علی بن سلطان القاری　　دار الفکر بیروت
حجۃ اللہ البالغۃ　　دار الجیل، بیروت
شاہ ولی اللہ محدث الدہلوی
شرح السنۃ، حسین بن مسعود بغوی　　المکتب الاسلامی دمشق
بذل المجہود، خلیل احمد سہارنفوری

کتب تخریج حدیث

مصباح الزجاجۃ، شہاب الدین البوصیری　　دار الجنان بیروت
المقاصد الحسنۃ، عبد الرحمن السخاوی　　دار الکتاب العربی
لسان المیزان، احمد علی بن حجر عسقلانی　　مؤسسۃ العلمی
احمد بن علی بن حجر عسقلانی　　للمطبوعات بیروت
التلخیص الحبیر، علی بن حجر عسقلانی　　دار الکتب العلمیۃ بیروت
البدر المنیر ابن الملقن سراج الدین　　دار الہجرۃ للنشر والتوزیع الریاض
الفتح الربانی للساعاتی
الفتاوی الحدیثیۃ، احمد بن شہاب الدین الہیثمی　　دار الفکر بیروت
اتحاف المہرۃ الخیرۃ　　دار الوطن للنشر الریاض
احمد بن أبی بکر اسماعیل البوصیری
کشف الخفاء، اسماعیل بن محمد الجراحی　　دار احیاء التراث العلمی
المغنی عن حمل الأسفار، ابو الفضل العراقی　　مکتبہ طبریہ ریاض
التسیر بشرح جامع الصغیر　　مکتبۃ الامام الشافعی ریاض
زین الدین عبد الرؤف المناوی
تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ، نور الدین ابن عراق　　دار الکتب العلمیۃ بیروت
اعلاء السنن، مولانا ظفر احمد عثمانی　　مکتبہ زکریا دیوبند

کتب فقہ

ردالمحتار	مکتبۃزکریا دیوبند
ابن عابدین محمدبن امین الدمشقی	دارالکتب العلمیۃبیروت
الفتاوی الھندیۃ، نظام الدین واصحابہ	مکتبۃدارالفکربیروت
البحرالرائق ،زین الدین ابن نجیم المصری	دارالمعرفۃبیروت
بدائع الصنائع، علاء الدین الکاسانی	دارالکتب العربی بیروت
المغنی، عبداللہ بن احمدبن قدامۃالمقدسی	دارالفکربیروت
الھدایۃ، ابوالحسن علی بن بکرمرغینانی	المکتبۃالاسلامیۃ
الطلاق وأثارہ المعنویۃوالمالیۃفی الفقہ	دارالقاھرۃ
الحال والحلال، محمدیوسف القرضاوی	مصر

سیرت، تاریخ اور رِجال

وفیات الأعیان	دارصادربیروت
احمدبن محمدبن ابوبکربن خلکان	
حیاۃالصحابۃ، مولانا یوسف الکاندھلوی	المطبع الملیۃعلی
حلیۃالاولیاء ،ابونعیم احمدبن عبداللہ	دارالکتب العربی
الاستیعاب، یوسف بن عبداللہ بن عبدالبر	دارالکتب العلمیۃ
الاصابۃ، احمدبن حجرالعسقلانی	دارالکتب العلمیۃ
تاریخ دمشق، علی بن الحسن بن العساکر	دارالفکربیروت
سیرأعلام النبلاء، محمدبن احمدالذھبی	دارالحدیث القاھرۃ
البدایۃوالنھایۃ، اسماعیل بن عمربن کثیر	مکتبۃالمعارف بیروت
الشمائل المحمدیۃ، محمدبن عیسیٰ الترمذی	داراحیاء التراث العربی
اخبارمکۃ، محمدبن عبدالازرق	دارالأندلس بیروت

موسوعة الصحابیات، محمد سعید مبیض — سوریا

تاریخ بغداد، احمد بن علی ابوبکر الخطیب البغدادی — دار الکتب العلمیۃ بیروت

الروض الانف، المعارف لابن قتیبۃ

کتب اخلاقیات

مدارج السالکین، محمد بن ابوبکر ابن قیم — دار ابن حزم بیروت

زاد المعاد، محمد بن ابوبکر ابن قیم — مؤسسۃ لرسالۃ بیروت

احیاء علوم الدین — دار المعرفۃ بیروت

ابو حامد محمد بن احمد الغزالی

ادب الدین والدنیا، ابو الحسن الماوردی — دار مکتبۃ الحیاۃ

مدارۃ الناس لابن ابی الدنیا عبداللہ بن محمد — دار ابن حزم بیروت

شذرات الذھب — دار الکتب العلمیۃ بیروت

عبد الحیٔ بن احمد العسکری

عشرۃ النساء، احمد بن شعیب النسائی — مؤسسۃ

سبل الھدی والرشاد — لجنۃ احیاء التراث الاسلامی

مکارم الاخلاق، سلیمان بن احمد لطبرانی — دار الکتب العلمیۃ بیروت

نحن من ھؤلاء

اُردو کتابیں

معارف القرآن — حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ

معارف الحدیث — حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ

امداد الفتاویٰ — حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ

فتاویٰ رحیمیہ — مولانا مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوریؒ

احسن الفتاویٰ — مفتی عبد الرشید صاحبؒ

فتاویٰ محمودیہ	مفتی محمود حسن صاحب
فتاویٰ قاسمیہ	مفتی شبیر صاحب قاسمی
فتاویٰ عثمانی	حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ
قاموس الفقہ	حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی
حلال وحرام	حضرت مولانا خالد سیف اللہ صاحب رحمانی
تحفہ خواتین	حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ
اسلام کا نظامِ عفت وعصمت	حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب مفتاحیؒ
سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم	مولانا شبلی نعمانیؒ ،مولانا سید سلیمان ندویؒ
سیرتِ عائشہ	حضرت مولانا شبلی نعمانیؒ
سیر الصحابیات	شاہ معین الدین ندویؒ
سیر الصحابہ	شاہ معین الدین ندویؒ
شرح ادب المفرد	ڈاکٹر عبداللہ عباس ندویؒ
انوارِ نبوت	حضرت مولانا شبیر صاحب مدظلہ
خطباتِ ذوالفقار	حضرت مولانا پیر ذوالفقار صاحب نقشبندی مدظلہ
ازدواجی زندگی کے سنہرے اُصول	حضرت مولانا پیر ذوالفقار صاحب نقشبندی مدظلہ
بکھرے موتی	مولانا محمد یونس صاحب پالنپوری مدظلہ
سنہری کرنیں	عبدالمالک مجاہد
بہواور دَاماد	اُمّ عبدِ منیب
دیوراور بہنوئی	اُمّ عبدِ منیب
اُسوۂ نبوی اور خاندانی تعلقات	محمد موسیٰ خان ندوی
فقہ الزواج	احسان شائق